Atlantis Publications
پٹرول ٹیم
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
اشتیاق احمد

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	**پٹرول مہم**
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز 798
اشاعت	نومبر ۲۰۱۵ء
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	240 روپے

ISBN 978-969-601-115-6

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط وکتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔
0300-2472238, 32578273, 34268800
ای میل atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

اشتیاق احمد

اٹلانٹس
پبلیکیشنز

ایک حدیث

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ایک شخص نے کہا، میں پانی میں تنکا پڑا ہوا دیکھتا ہوں، فرمایا: اسے پھینک دو، اس نے کہا، ایک دم پینے سے میں سیراب نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا، پیالہ اپنے منہ سے ہٹا کر سانس لو۔
(یعنی درمیان میں سانس لو)

(ترمذی)

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- ☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
- ☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
- ☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
- ☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

گذشتہ اشاعت کا ناول

سوا نو کا قتل

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34268800
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com

دو باتیں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ' یہ پُرہول مہم ہے، آپ کو پسند آئے گی، اس کی وجہ ہے... وہ یہ کہ مجھے بھی ایسی مہمات پسند ہیں... جس میں انسان پوری طرح محو ہو جائے، سسپنس آپ کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور آدمی ادھر ادھر دیکھنے یا ناول درمیان میں چھوڑ دینے کے قابل نہ رہے... کیا خیال ہے آپ کا، آپ بھی تو ایسے ہی ناول پسند کرتے ہیں اور تو اور یہ ہمارے فاروق صاحب ہیں نا، انہیں بھی ایسے ہی ناول پسند ہیں۔

اب ذکر چلا پسند کا... پسند سب کی مختلف ہوتی ہے...

لیکن لکھنے والے کی خوبی یہ ہے کہ پڑھنے والے اپنی پسند کو بھول جائیں اور اس کی پسند کے پیچھے چل پڑیں... وہ اپنی کہانی کے دھارے میں لکھنے والے کو بہا لے جائے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے... بچپن میں میں اپنے پسندیدہ لکھنے والوں کی کتابوں کا انتظار کیا کرتا تھا، جونہی شائع ہوتی، اسے پڑھنے کے لیے حاصل کرنا میرا شوق تھا اور وہ دور تھا آنہ لائبریریوں کا...

چند آنوں میں کتاب پڑھی جاتی تھی ... لیکن مشکل یہ پیش آتی تھی کہ مجھ جیسے پڑھنے والے اور بھی بہت تھے ... وہ بھی جلد سے جلد کتاب حاصل کرنے کے چکر میں رہتے تھے ... اس طرح ایک بھاگ دوڑ جاری رہتی تھی ... اس غرض کے لیے لائبریریوں والوں سے علیک سلیک رکھنا ضروری تھا ... ان سے خوب بنا کر بلکہ سنوار کر رکھتے تھے ... بلکہ ایڈوانس کرایہ بھی دے دیتے تھے ... اس طرح ناول حاصل کرتے تھے ... اب وہ زمانے کہاں رہے، وہ تو ہوا ہو گئے ... نئی نئی بلاؤں نے ... ہم سے ہمارا سب کچھ چھین لیا ... ورنہ کتابیں پڑھنے کا شوق تو بہت ہی اچھا شوق گنا جاتا تھا ... لیکن مجھے کیا ہو گیا ... میں نئے ناول کی دو باتیں میں پرانی دو باتیں کیوں لے آیا ... مجھے تو مہم شارجستان کی دو باتیں لکھنی تھیں اور لکھ گیا کیا، لیکن اب آپ اسی پر گزارا کرلیں شکریہ۔

تلاشی

آئی جی راجندر کشن نے پریشانی کے عالم میں ایس پی شرما کی طرف دیکھا: ''میں سمجھا نہیں! یہ کیسے ممکن ہے۔''

''معاذ جیل میں نہیں ہے سر... جیلر صاحب نے خود مجھے فون کیا ہے... تاکہ ہم بندوبست کرلیں ... اب ظاہر ہے ... وہ فوری طور پر سرحد کا رخ کرے گا۔''

''ایک منٹ! میں تفصیلات بعد میں معلوم کرلوں گا... پہلے تو سرحدوں کا انتظام کرنا چاہیے۔''

یہ کہہ کر آئی جی راجندر کشن نے دھڑا دھڑ فون کرنے شروع کر دیے ... پندرہ منٹ بعد وہ فارغ ہوا تو اس کی پیشانی پر قطرے ہی قطرے تھے:

''سرحد کی پوری طرح نگرانی شروع کر دی گئی ہے ... اسے سرحد پار نہیں کرنے دی جائے گی، تم یہ بتاؤ وہ جیل سے ٹھیک کس وقت فرار ہوا۔''

''جیلر صاحب کا کہنا ہے ... آج شام چار بجے وہ جیل میں تھا... یعنی شام چار بجے اسے خود جیلر صاحب نے دیکھا تھا ... جیل کے قریبی ساتھیوں نے بتایا کہ رات کے تین بجے بھی وہ جیل میں تھا... اس نے اٹھ کر وضو کیا تھا اور نماز پڑھی تھی ... یہ اس کے نمبردار بھاشن کا بیان ہے... اس کے

بعد بھاشن گشت پر چلا گیا... واپس لوٹا تو وہ کوٹھری میں نہیں تھا۔"

"اگر یہ بیان بالکل درست ہے... تب وہ جیل سے تین بجے کے قریب نکلا... کیسے نکلا یہ ہم بعد میں دیکھیں گے... ہمارے شہر کی جیل سرحد پر واقع نہیں ہے... سرحد شہر سے دو سو کلو میٹر دور ہے... کوئی تیز ترین سواری بھی اسے سرحد پر دو گھنٹے سے پہلے نہیں پہنچا سکتی... پھر اس میں یہ بات بھی ہے کہ وہ جیل سے ہی تو گاڑی میں سوار نہیں ہوگیا ہوگا... جیل سے تو وہ پیدل ہی نکلا ہوگا... اس کے نہ جانے کتنی دیر بعد وہ اس سواری پر سوار ہوا ہوگا جو اس کے لیے پہلے ہی تیار ہوگی... کہنے کا مطلب یہ کہ وہ سورج طلوع ہونے سے پہلے سرحد تک نہیں پہنچ سکتا تھا اور سورج طلوع ہونے کے بعد وہ سرحد کا رخ کر ہی نہیں سکتا... وہ تو رات کی تاریکی ہی میں سرحد پار کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہے... اس کا مطلب ہے ایس پی شرما... وہ ابھی شہر ہی میں موجود ہے اور آج رات فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔"

"آپ کی بات بالکل معقول ہے سر۔" شرما نے تعریفی انداز میں کہا۔

"بس تو پھر... ہم لیفٹیننٹ جنرل مان سنگھ کو صورتِ حال بتا دیتے ہیں... وہ بی ایس ایف کو سرحد کے چپے چپے پر پھیلا دیں گے... ہم پکڑ لیں گے اسے۔" آئی جی راجندر کہتا چلا گیا۔

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو سر... ایک اور پریشان کن بات بھی ہے... اور وہ بہت زیادہ پریشان کن ہے۔"

"اور وہ کیا شرما صاحب؟"

"گرفتاری سے پہلے اس نے جنرل آکاش کے گھر میں ڈاکا ڈالا تھا اور ایک نہایت خفیہ فائل لے اڑا تھا... اسی رات اسے گرفتار کر لیا گیا تھا... لیکن ہم اس سے یہ بات اب تک نہیں اگلوا سکے تھے کہ اس نے وہ فائل کہاں چھپائی ہے... ظاہر ہے... اس نے ایسا ہی کیا ہوگا۔"

"حیرت ہے... ہم اس سے یہ بات کیوں نہ اگلوا سکے... اور اس بات کو اب تک راز کیوں رکھا گیا... یہاں تک کہ مجھے بھی نہیں بتایا گیا۔"

"اس کی وجہ ہے سر۔"

"اور وہ کیا؟"

"جنرل آکاش نے فوری طور پر مجھے فون کیا تھا اور کہا تھا کہ خبردار... اس فائل کے بارے میں کسی تیسرے کو پتا نہ چلے... یہاں تک کہ تم اپنے دفتر میں بھی کسی کو بھی نہیں بتاؤ گے... اس لیے مجھے اپنی زبان بند رکھنا پڑی... تاہم میرا عملہ اس سے اس فائل کے بارے میں اگلوانے کی پوری کوشش کرتا رہا... میرے عملے کو چونکہ یہ بات شروع ہی میں معلوم ہو چکی تھی، اس لیے انہیں بھی یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ کسی کو پتا نہ چلے... لیکن اب جب کہ جنرل آکاش کو بھی فون کر چکا ہوں... وہ بری طرح آگ بگولہ ہیں، اور ان کا بس نہیں چل رہا کہ معاذ کو کچا چبا جائیں۔"

"یہ ساری صورتِ حال انتہائی خطرناک ہے... لیکن بہرحال مجھے تو رکھا ہی لاعلم گیا ہے... لہٰذا میرے لیے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔"

یہ کہتے ہوئے آئی جی راجندر نے منہ بنایا۔

''پہلے نہ رہی ہو گی سر... لیکن اب ہم سب کے لیے پریشانی کی بات ہے۔'' خود ایس پی شرما نے فکر مند ہو کر کہا۔

''کیا مطلب۔''

''مطلب یہ کہ وہ فائل اگر ہمارے مغربی پڑوسی ملک پہنچ جاتی ہے تو یہ بات حد درجے خطرناک ہو گی... اس لیے میں بہت پریشان ہوں... اب یہ پریشانی آگے ہی آگے جائے گی یہاں تک کہ جب پردھان منتری جی تک پہنچے گی تو وہ ہم سب کو ہلا ڈالیں گے... ابھی تک اس فائل کی گمشدگی کے بارے میں انہیں کچھ معلوم نہیں ہے۔''

''لیکن کب تک... بہت جلد بات ان تک پہنچ جائے گی... اس وقت کیا ہوگا... بھونچال آجائے گا... لہٰذا شرما وہ وقت آنے سے پہلے پہلے فائل حاصل کر لو اور یہ تبھی ممکن ہے کہ ہم اسے سرحد پار نہ کرنے دیں۔''

''اس سلسلے میں تو پھر جنرل آکاش ہی کام دکھا سکتے ہیں۔''

''بھئی وہ تو اس وقت کام دکھائیں گے نا جب معاذ سرحد پر پہنچ جائے گا... جب تک معاذ شہر میں ہے اس وقت تک یہ کام ہمارا ہے لہٰذا پورے شہر میں جال بچھا دو، کوئی گاڑی، کوئی پیدل، کوئی موٹر سائیکل سوار چیک کیے بغیر کوئی سڑک پار نہ کرے... بجلی کی طرح حرکت میں آجاؤ شرما۔''

''ٹھیک ہے سر۔''

ایس پی شرما نے کہا اور راجندر کشن کو سلوٹ کر کے باہر نکل آیا۔

اب اس کی جیپ اپنے دفتر کی طرف اڑی جا رہی تھی... دفتر پہنچتے ہی اس نے اپنے تمام ماتحتوں کو طلب کر لیا اور جلد ہی جلدی انہیں ہدایات دینے لگا... پھر شہر کے باقی ایس ایس پی صاحبان کو فون پر اطلاعات دینے لگا... وہ اس کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کے موبائل کی گھنٹی بجی... اس نے چونک کر دیکھا اور پھر اس کے بدن میں سنسنی کی ایک لہر دوڑ گئی... اس کا ایک ماتحت کہہ رہا تھا:

''یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ کس گھر میں چھپا ہے۔''

○

دروازے پر دستک کی آواز سن کر نعمان نصیر بری طرح چونکا... دستک جانی پہچانی تھی... وہ بے تابی کے عالم میں دروازے کی طرف لپکا اور بغیر پوچھے دروازہ کھول دیا۔ فوراً ہی ایک نوجوان اندر آگیا... اس کا سانس پھولا ہوا نہیں تھا... یوں لگتا تھا جیسے پرسکون انداز میں چلتا ہوا آیا ہے:

''شکریہ... تم نے کچھ پوچھے بغیر دروازہ کھول دیا ورنہ کئی سیکنڈ ضائع ہو سکتے تھے اور اتنی دیر میں باہر کیا سے کیا ہو سکتا تھا۔''

''پہلے اندر چلو... میں دروازہ اندر سے بند کرتا ہوں کیونکہ کسی بھی وقت دستک ہونے والی ہے... تم گھر میں اسی جگہ چلے جاؤ گے جو جگہ تمہارے لیے طے ہے۔''

"بالکل ٹھیک ... لیکن چہرے سے گھبراہٹ نہ ظاہر ہونے دینا... ورنہ یہ لوگ اڑتی چڑیا کے پر گنتے ہیں ..." آنے والے نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو ... میں نے اس کی بہت مشق کی ہے کہ پریشانی کے وقت چہرے سے ہرگز ظاہر نہ ہو کہ میں پریشان ہوں، دیکھنے والے یہی خیال کریں کہ یہ شخص بہت پر سکون ہے ..."

"ٹھیک ہے ... اللہ حافظ۔" آنے والے نے کہا اور آگے بڑھ گیا...

نعمان نصیر نے دروازے کی چٹخنی لگائی اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

"کون تھا۔" نعمان نصیر کی بیوی نے پوچھا۔ دستک کی آواز سن کر وہ بھی جاگ گئی تھی۔

"راستہ بھول گیا تھا کوئی بے چارہ ... میں نے اسے راستہ بتا دیا۔"

"رات کے ساڑھے بارہ بجے؟" بیوی نے حیران ہو کر کہا۔

"بھٹکنے والے تو کسی وقت بھی بھٹک سکتے ہیں۔" اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا اور لمبی تان کر لیٹ گیا... آنکھیں بند کر لیں۔

"آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"نہیں ... بھلا میں تم سے کیا چھپاؤں گا۔" اس نے برا مان کر کہا۔

"اچھا ناراض نہ ہوں... میں نے یہ بات مذاق میں کہہ دی تھی۔"

"کوئی بات نہیں، مجھے نیند آ رہی ہے، صبح چھ بجے سے پہلے نہ جگانا۔"

"ٹھیک ہے" بیوی نے کہا، پھر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔

ٹھیک پانچ منٹ بعد ان کے دروازے پر دستک ہوئی... بیوی کی آنکھ

تو ابھی لگی ہی نہیں تھی اور نعمان نصیر ویسے ہی سوتا بن گیا تھا... اسے یاد آیا کہ خاوند نے کہا تھا... اسے نہ جگانا... چنانچہ اس خیال کے آتے ہی وہ اٹھی اور دروازے پر پہنچ کر بولی: "کون؟"

"پولیس۔"

"پولیس ... کیا مطلب ... پولیس کا یہاں کیا کام۔"

"محترمہ! آپ دروازہ کھول دیں... ایک خطرناک مجرم جیل سے فرار ہو کر اس طرف آیا ہے ... ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے گھر میں چھپا ہو اور آپ کو کوئی نقصان پہنچا دے۔"

"ادھر کوئی نہیں آیا... یہاں صرف میں اور میرے خاوند ہیں۔"

"ہمیں اندر آنے دیں... کیا خبر اس نے آپ کو یرغمال بنا رکھا ہو۔"

"میں نے کہا نا یہاں کوئی نہیں ہے... اور میرے خاوند اس وقت گہری نیند میں ہیں... اس لیے دستک کی آواز سن کر ان کی آنکھ نہیں کھلی..."

"تلاشی تو ہم لیں گے ... بہتر ہوگا کہ آپ وقت ضائع نہ کریں۔"

"میں اپنے خاوند کو جگاتی ہوں، اس طرح تو میں بھی دروازہ نہیں کھولوں گی۔"

"چلیے ٹھیک ہے ... آپ اپنے خاوند کو جگا دیں۔"

وہ آواز پیدا کرتی واپس لوٹ گئی ... پھر اس نے کہا: "اٹھیے ... دروازے پر پولیس ہے ... ان کا کہنا ہے ان اطراف میں کوئی مجرم جیل سے بھاگ کر آیا ہے اور اس نے آس پاس کسی گھر میں پناہ لی ہے۔"

''ہوں... کیا کہا... مجرم... اس طرف... تم نے انہیں بتایا نہیں کہ یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔''

''میں نے انہیں بتایا ہے لیکن وہ میری بات سننے کیلئے تیار نہیں... بس ان کی ایک ہی رٹ ہے... تلاشی لینی ہے... وہ تلاشی لیے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔''

''اچھا میں دیکھتا ہوں... تم لیٹ جاؤ۔''

ایک دو لمحے بعد بیگم کی آواز سنائی دی۔ پھر قدموں کی آہٹ گونجی... اور آخر نعمان نصیر نے دروازے پر آکر کہا: ''جی فرمایئے۔''

انہوں نے وہی کچھ بتایا... جو پہلے بتا چکے تھے:

''اور میری بیگم نے آپ کو بتایا نہیں... کہ یہاں کوئی نہیں آیا۔''

''اسے تلاش کرنے کے سلسلے میں ہمیں اگر کچھ گھروں کی تلاشی لینا پڑے تو ہم لیں گے۔''

''آپ کی مرضی... میں پہلے ہی بتائے دیتا ہوں کہ یہاں صرف میں اور میری بیوی رہتے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''اچھی بات ہے... آپ دروازے کھول دیں۔''

اس نے ایسا ہی کیا... فوراً ہی پولیس اندر آگئی...

''تم ان کے پاس ٹھہرو... یہ ادھر ادھر کہیں نہ جائیں اور مسٹر... آپ کی بیوی کون سے کمرے میں ہے۔''

''یہاں کمرے ہیں ہی کتنے... ایک ڈرائنگ روم ہے اور دو کمرے...

ڈرائنگ روم تو یہ رہا دروازے کے سامنے اور سامنے دو کمرے نظر آرہے ہیں آپ کو... دائیں طرف والا ہمارا بیڈ روم ہے... بائیں طرف والے کمرے کو ہم مختلف کاموں میں استعمال کرتے ہیں... کوئی مہمان آجائے تو کمرہ اس کے لیے صاف کر دیتے ہیں۔''

''اچھا کرتے ہیں۔'' پولیس آفیسر نے منہ بنایا۔

پھر انہوں نے پورے گھر کی تلاشی لی، اور آخر پھر اس کے پاس آگئے:

''ٹھیک ہے... یہاں واقعی کوئی نہیں ہے... لیکن اگر وہ کسی طرح اندر آجائے تو آپ فوراً ہمیں فون کر دیں... ہم آپ کی مدد کے لیے فوراً آجائیں گے۔''

''کس نمبر پر؟'' اس نے پوچھا۔

انہوں نے ایک نمبر لکھوا دیا... پھر پوچھا: ''اور ہاں! آپ کا نام۔''

''کرن... بیوی کا نام بھی بتاؤں کیا۔'' اس نے جل کر کہا۔

''ہاں! بتانا ہوگا۔''

''پدمنی۔'' اس نے منہ بنایا۔

انہوں نے نام لکھا اور باہر کا رخ کیا... پھر دروازے پر رک کر کہا۔

''اگر کوئی شخص یہاں آیا تو بتا دیں... فائدے میں رہیں گے، اگر آپ نے نہ بتایا اور بعد میں ہمیں پتا چلا کہ آپ نے غلط بیانی کی تھی تو پھر آپ کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جائے گا۔''

''اچھی بات ہے... آپ بھی اس بات کو نوٹ کر لیں... یہاں

دوستوں اور پڑوسیوں کے علاوہ کوئی نہیں آیا۔"

"چلو۔" یہ چلو اس نے اپنے ماتحتوں سے کہا تھا... اور پھر وہ گھر سے نکل گئے... ان کے جانے کے بعد کئی منٹ تک نعمان نصیر نے اٹھ کر دروازہ بند نہ کیا تو اس کی بیگم نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا خیال ہے... دروازہ بند نہیں کریں گے۔"

"میں سوچ رہا ہوں بیگم... ابھی نہ بند کروں۔"

"کیوں؟" بیگم کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس لیے کہ وہ ایک بار پھر آئیں گے... یہ خیال کر کے کہ ہم اس چھپے ہوئے شخص کو اس جگہ سے باہر نکال کر اس سے بات چیت کر رہے ہوں گے... گویا وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔"

"اوہ۔" ان کی بیگم کے منہ سے نکلا۔

آخر تقریباً پانچ منٹ گزر جانے پر وہ اٹھے اور دروازے کی طرف بڑھے... انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ "کچھ دیر اور سو لیں۔"

"اب سونا تو پڑے گا ہی... ویسے اس واقعے نے نیند اڑا دی ہے۔"

پھر دونوں اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گئے... نعمان نصیر نے اس وقت کہا: "اگر وہ شخص ان کے ہاتھ لگ جائے تو اس پورے محلے کو سکون سے سونا نصیب ہو جائے گا... ورنہ یہ لوگ تمام رات پریشان کریں گے... اب فلاں دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہے تو اب اس کا۔"

"یہ بات تو ہے... لیکن ظاہر ہے... ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔"

"اللہ کا شکر ہے وہ شخص ہمارے گھر میں نہیں ہے ورنہ ایسے لوگ چھت کے ذریعے بھی اندر آ جاتے ہیں اور گھر والوں کو پتا بھی نہیں ہوتا لیکن اب جب کہ وہ تلاشی لے چکے ہیں... ہمیں فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"بالکل ٹھیک ہے۔"

دونوں نے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں... اس حالت میں نصف گھنٹا گزر گیا ہو گا کہ ایک بار پھر زور دار دستک ہوئی... وہ بری طرح اچھل کر بیٹھ گئے... "یا اللہ رحم، لگتا ہے آج یہ لوگ ہمیں سونے نہیں دیں گے۔" نعمان بولے۔

"جلدی دروازہ کھول دیں اور بولیں نا۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا... اس بار دروازے پر ان کی بیگم بھی ساتھ آئی تھیں... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... دروازہ کھول دیا... باہر وہی پولیس پارٹی موجود تھی...

"آپ لوگ پھر آ گئے۔"

"ہاں! ہم اس وقت تک آتے رہیں گے جب تک کہ ہمیں وہ مفرور مجرم مل نہیں جاتا۔"

"لیکن جناب! آخر اس میں ہمارا کیا قصور ہے... آپ ہمیں کس جرم کی سزا دے رہے ہیں۔"

"نہیں تو... میں نے تو آپ کو کوئی سزا نہیں دی... سزا دینا تو یوں بھی عدالت کا کام ہے۔" انسپکٹر نے مذاق اڑانے کے انداز میں کہا۔

"کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں۔"

"اوہ تو آپ میری شکایت لگانے کیلئے پر تول رہے ہیں۔" انسپکٹر ہنسا۔

"جو چیز میرے پاس ہی نہیں ... میں اسے کیسے تول سکتا ہوں۔"

"آپ کا مطلب ہے ... آپ کے پاس پر نہیں ہیں۔"

"جی نہیں ... اس لیے کہ ہم انسان ہیں، پرندے نہیں۔" نعمان نے دل ہی دل میں ہنس کر کہا۔

"اچھی بات ہے ... ہم ایک بار پھر اس مکان کی تلاشی لینے کیلئے آئے ہیں کیونکہ آس پاس کے کسی گھر سے مفرور مجرم نہیں ملا۔"

"ملا تو خیر یہاں سے بھی نہیں۔" نعمان نصیر کی بیگم نے تڑ سے کہا۔

"آپ شوق سے شک کریں ..." نعمان نے برا سا منہ بنایا۔

"اور یہ بھی تو کہیں کہ شوق سے تلاشی لیں۔" انسپکٹر نے ہنس کر کہا۔

"ضرور لیں ... آپ نے اپنا نام کیا بتایا تھا۔"

"میرا نام کرن ہے۔"

"شکریہ! اب آپ ذرا جلدی سے تلاشی لے لیں ... ہماری نیند پہلے ہی بہت برباد ہو چکی ہے۔"

"بس چند منٹ ... تلاشی لے لو اور اس مرتبہ ذرا زیادہ غور اور توجہ سے تلاشی لینا ... نہ جانے کیوں مجھے یقین ہو چلا ہے کہ مجرم نے اسی گھر میں پناہ لے رکھی ہے ... یہ اور بات ہے کہ ہم اسے تلاش نہیں کر سکے۔"

"آپ اپنی کوشش کرلیں ... اپنا اطمینان کرلیں ... اپنا فرض پورا کرلیں

... ہماری خیر ہے۔" اس نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

انہوں نے تلاشی شروع کر دی اور دس منٹ بعد واپس وہیں آگئے ...

"نہیں سر وہ یہاں نہیں ہے، ہم نے پوری طرح اطمینان کر لیا ہے۔"

"کیا تم نے پانی کی ٹنکی بھی دیکھ لی۔"

"جی ہاں سر ... پانی میں بھی کچھ نہیں ہے۔"

"اچھی بات ہے ... آؤ چلیں۔"

پولیس کے جانے کے بعد نعمان نصیر نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور ایک لمبا سانس لیا ... پھر اس نے کہا۔

"امید ہے کہ اب یہ لوگ نہیں آئیں گے اور ہم سو سکیں گے۔"

"ان کا کیا پتا ... تیسری بار بھی آسکتے ہیں۔" اس کی بیگم نے کہا۔

"نہیں ... مجھے امید نہیں۔"

پھر دونوں سونے کے لیے لیٹ گئے ... انہوں نے لائٹیں آف کر دی تھیں ... رات کے تین بجے ... نعمان کی بیوی کی آنکھ کھل گئی ... اسے ہلکی سی آہٹ سنائی دی تھی... وہ دبے پاؤں صحن میں آئی اور پھر اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں ...

سرحد پر

"میرے دوست میں تمہارے لیے صرف دعا ہی کر سکتا ہوں ... اس سے زیادہ اگر کچھ کروں گا تو پھر میں ان لوگوں کی نظروں میں آ جاؤں گا اور یہاں نہیں رہ سکوں گا یا یہ لوگ مجھے گرفتار کریں گے ... اس لیے۔"

نعمان نصیر کہتے کہتے رک گیا...

"تم نے اس وقت تک جو کچھ کیا، وہ بھی کم نہیں ہے بلکہ بہت زیادہ ہے ... میں تمہیں ہمیشہ یاد رکھوں گا ... دشمن ملک میں غیر مسلم بن کر رہنا اور اپنی بیوی کو بھی غیر مسلم کے بھیس میں رکھنا اتنا آسان کام نہیں ... بے پناہ مشکلات پیش آتی ہیں ... اس کے باوجود تم ڈٹے ہوئے ہو آفرین ہے تم پر... اور لیکن میرے دوست! تمہارا کام مجھ سے بھی زیادہ مشکل ہے... میں جب تک جیل میں رہا تم نے اس فائل کی حفاظت کی اور آج یہ تم نے میرے حوالے کر دی ہے۔"

"لیکن جیل میں تم نے بھی ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا اور آج آخر کار فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے ... یہ بھی تو کوئی کم کارنامہ نہیں ہے۔"

"خیر ان کاموں کی تو ہم نے بہت ٹریننگ لی ہے ... ہمیں جو کام بھی کرنا ہے ... وہ اپنی قوم کے لیے کرنا ہے اور اپنے وطن کے لیے کرنا ہے

... اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنے اللہ کو راضی کرنا ہے ... میں اب اجازت چاہوں گا ... جانی میرا بے چینی سے انتظار کر رہا ہو گا۔"

"اور ابھی راستے میں خطرات منہ کھولے کھڑے ہیں۔"

"ہمارا کام خطرات سے خالی ہے کب نعمان۔" معاذ مسکرایا۔

پھر دونوں گلے ملے اور مکان کے پچھلے اور خفیہ دروازے سے نکل کر معاذ تاریکی میں گم ہو گیا۔ نعمان چند لمحے خلا میں گھورتا رہا پھر دروازہ بند کر کے اسے خفیہ پردے کے پیچھے چھپا دیا، اب جو وہ مڑا تو زور سے اچھلا...

"ارے خالدہ تم بھی جاگ گئیں اور غالباً ہماری باتیں سن چکی ہو۔"

"ہاں اور مجھے بہت رنج ہو رہا ہے۔" خالدہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"میں سمجھ گیا ... تمہیں اس بات کا رنج ہے کہ میں نے تمہیں یہ کیوں نہیں بتایا کہ معاذ ہمارے گھر میں چھپا ہوا ہے۔"

"ہاں؟" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اس کی وجہ ہے ... تم عورت ذات ہو ... اگر تمہیں بھی یہ بات معلوم ہوتی تو شاید تم پھر پولیس کے سامنے چہرے کے تاثرات پر قابو نہ پا سکتیں... اور پولیس والے جان جاتے کہ معاذ یہیں چھپا ہوا ہے۔"

"ہوں بات تو خیر آپ کی ٹھیک ہے لیکن آپ میرے بارے میں نہیں جانتے۔" یہ کہتے ہوئے خالدہ مسکرائی۔

"کیا کہا تم نے خالدہ ... میں تمہارے بارے میں نہیں جانتا حالانکہ تم میری بیوی ہو ..." مارے حیرت کے نعمان کے منہ سے نکلا۔

"اس میں شک نہیں۔" خالدہ مسکرائی۔

"میں سمجھا نہیں۔"

"پہلے ہم دونوں کو مل کر گھر سے ایسے تمام آثار مٹا دینے چاہئیں... جن سے معاذ کی موجودگی یہاں ثابت ہوتی ہے... اس کے بعد میں آپ کو بتاؤں گی کہ آپ واقعی مجھے نہیں جانتے۔"

"شاید میں زندگی کی سب سے زیادہ حیران کن بات سن رہا ہوں۔"

"ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں لیکن میں اپنی زندگی کی سب سے حیرت انگیز بات نہیں بتا رہی ہوں بلکہ ایک عام بات ہے کیونکہ یہ ہماری ڈیوٹی ہے۔"

"کیا... کیا کہا... یہ ہماری ڈیوٹی ہے، کس کی ڈیوٹی ہے۔"

"میری، آپ کی اور بہت سوں کی۔"

"میں... میں سمجھا نہیں۔"

"پہلے ہم ضروری کام کریں گے... ایسا نہ ہو، پولیس پھر آجائے..."

"اچھی بات ہے۔"

پھر وہ دونوں تمام نشانات مٹانے میں مصروف ہو گئے... اس کام میں انہیں پندرہ منٹ لگے... انہوں نے صرف یہی نہیں کیا تھا کہ آثار مٹائے تھے بلکہ مٹائے جانے کے نشانات بھی ختم کر دیئے تھے تاکہ پولیس آ کر یہ نہ محسوس کر سکے کہ انہوں نے نشانات مٹائے ہیں۔ اب پورا گھر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہاں کوئی آیا ہی نہ تھا نہ اس نے کچھ کھایا تھا نہ پیا تھا، حالانکہ اس نے کھایا پیا بھی تھا اور تقریباً ایک پوری رات وہاں رہا بھی تھا... ہر طرح

سے مطمئن ہونے کے بعد وہ اپنے سونے کے کمرے میں آ گئے... غیر ضروری لائٹیں بجھا دی گئیں... اب نعمان نصیر نے کہا۔

"ہاں بیگم صاحبہ... آپ مجھے کیا بتانے والی تھیں۔"

"یہ اب آپ مجھے آپ کیوں کہنے لگے۔"

"اس لیے کہ آج سے پہلے میں اس خیال میں تھا کہ میری بیوی ایک خاتون ہیں لیکن اب مجھے احساس ہو چلا ہے کہ وہ کوئی خاص خاتون ہیں... اتنی خاص کہ ان کے خاوند کو بھی نہیں پتا۔" یہ کہتے ہوئے وہ ہنس پڑا۔

"آپ کو یہ سب برا لگ رہا ہے کیا۔"

"نہیں... بلکہ بہت اچھا لگ رہا ہے... تم بس بتاؤ۔"

"آپ کو میرے والد یاد ہیں۔"

"بہت اچھی طرح... بہت ہی نفیس آدمی تھے... یہاں سے تقریباً پانچ منٹ پیدل کے فاصلے پر ان کا گھر تھا... ایک روز وہ چلتے چلتے گر گئے تھے... میں نے انہیں سہارا دے کر اٹھایا تھا... تب انہوں نے شکریہ ادا کرنے کے ساتھ یہ درخواست کی تھی کہ انہیں گھر تک چھوڑ آئیں... میں انہیں گھر تک لے گیا تو وہ مجھے اندر لے گئے... پھر انہوں نے میری خوب خاطر مدارات کی تھی... اور کہا تھا، بیٹا ملتے جلتے رہا کرو۔"

"بالکل ٹھیک... اس کے بعد کیا ہوا تھا۔" خالدہ مسکرائی۔

"یہ ہوا تھا کہ وہاں میں نے آپ کو دیکھا... ادھر آپ کے والد نے کہا کہ میں اپنی بچی کی شادی آپ سے کرنا چاہتا ہوں... آپ اپنے والد

کو لے کر آئے گا... میں نے گھر جا کر والد صاحب سے ذکر کیا... اس طرح ہمارا رشتہ طے ہوگیا... میرے والد بھی یہاں ایک غیر مسلم کے روپ میں آئے تھے... میں بھی اسی روپ میں رہ رہا تھا... اس لیے میرے والد نے آپ کے والد کو بتایا تھا کہ وہ دراصل مسلمان ہیں۔"

"اور پھر۔" خالدہ مسکرائی۔

"پھر ہماری شادی ہوگئی، اب نہ میرے والد زندہ ہیں نہ تمہارے۔"

"بالکل ٹھیک ہے... لیکن اندر کی بات کا آپ کو بھی پتا نہیں۔"

"اندر کی بات... کیا مطلب۔"

"اندر کی بات یہ کہ جب ہم اپنے ملک میں تھے تب ان دونوں گھرانوں کو یہاں اپنا کام کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا یعنی ہمیں یہاں غیر مسلم کے روپ میں رہنا تھا اور اپنے ملک کے لیے جاسوسی کرنی تھی... میرے والد اور آپ کے والد اگرچہ اپنے ملک سے ہی آپس میں دوست تھے... لیکن اس بات کا کسی کو پتا نہیں تھا... یہاں آنے پر بھی یہ بات راز ہی رہی... یہاں تک کہ میرے والد جان بوجھ کر گرے تھے تاکہ آپ انہیں اٹھا سکیں اور وہ آپ سے درخواست کریں کہ ان کے گھر تک چھوڑ آئیں۔"

"اوہ۔" مارے حیرت کے نعمان کے منہ سے نکلا... اب ساری بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی... خالدہ آگے بتانے لگی۔

"دونوں گھرانے مسلمان تھے لیکن انہیں غیر مسلم ظاہر کیا گیا تھا... ان کا رہن سہن، بول چال سب سکھا دی گئی تھی۔"

"حیرت ہے، کمال ہے... مجھے آج تک یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ میری بیوی بھی اسی میدان کی کھلاڑی ہے جس کا میں ہوں، چلو خیر... آج تو معلوم ہوگئی... اب دعا کرو کہ ہمارا ساتھی اس اہم ترین فائل سمیت اپنے وطن میں داخل ہو جائیں۔" نعمان نے کہا۔

"کیا یہ پروگرام طے ہے کہ انہیں کہاں سے اور کس وقت سرحد عبور کرنی ہے۔"

"ہاں! معاذ اس میدان کا پرانے کھلاڑی ہے... اسے پہلے بھی کئی بار اس ملک میں جاسوسی کے لیے بھیجا جا چکا ہے۔"

"اوہو اچھا۔" مارے حیرت کے خالدہ کے منہ سے نکلا...

اب انہوں نے بلب بھی بجھا دیا جو جلتا چھوڑ دیا تھا اور مکمل ترین اندھیرے میں وضو کر کے نماز شروع کر دی پھر وہ دیر تک معاذ کے لیے دعائیں کرتے رہے... ابھی دعاؤں کا سلسلہ بند نہیں کیا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی... وہ بہت زور سے چونکے۔

O

مقررہ جگہ پر ایک تاریک گوشے میں ایک جیپ کھڑی تھی... جیپ سرکاری ڈیزائن کی تھی اور اس پر نمبر پلیٹ بھی سرکاری لگی ہوئی تھی... جونہی معاذ بیٹھا... جیپ چل پڑی... "کیا حال ہے بھائی۔"

"بھگوان کی کرپا ہے۔" جان ٹھیٹ ہندی میں بولا۔

"بہت دنوں بعد ملاقات ہوئی۔"

''ہاں لیکن انسان کیا کر سکتا ہے... وہ تو مجبور ہے۔''

''اس میں کیا شک ہے۔''

''کیا ہمارا راستہ صاف ہے۔''

''بالکل، کوئی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

''لیجیے... پہلا چوراہا آ گیا۔''

''سرکاری جیپ ہے اصل نمبر والی، اس جیپ کو روکا تو جا سکتا ہے، یہ لوگ اسے چیک نہیں کریں گے کیونکہ میں اسپیشل ڈیوٹی پر ہوں اور اسپیشل ڈیوٹی والوں کے پاس ایک کارڈ ہوتا ہے، بس اس کارڈ کے ذریعے ہم کام کریں گے۔''

''اور وہ کارڈ کس کی طرف سے ہوتا ہے بھلا۔''

''پولیس چیف کی طرف سے۔''

''اوہ... کیا واقعی۔''

''جی جناب یہ کام اسی طرح ممکن ہے۔''

اور پھر جیپ رک گئی... چوراہے پر موجود فوجی نے پہلے ہی نمبر پلیٹ پڑھ لی تھی لہٰذا جونہی گاڑی آہستہ ہونے لگی، اس نے ہاتھ کے اشارے سے چلے جانے کے لیے کہا... اس طرح جیپ آگے بڑھ گئی...

''واہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔'' معاذ نے کہا۔

''تو آپ کیا چاہتے تھے کہ وہ ہمیں اچھی طرح چیک کرتے؟''

''یہ سب آخر کس طرح ہے۔''

''میرے بارے میں یہاں کسی کو بھی معلوم نہیں کہ میں دراصل کیا ہوں... اسی لیے اس موقعے پر نعمان نصیر کی مدد کیلئے مقرر کیا گیا تھا یعنی آپ کی۔'' جانی نے روانی کے عالم میں کہا۔

''یہ سب سن کر اور زیادہ اطمینان کا احساس ہو رہا ہے۔'' معاذ مسکرایا۔

''ابھی اور زیادہ ہوگا...'' جانی بھی جواب میں مسکرایا۔

''کیا واقعی؟''

''آگے چل کر دیکھ ہی لیں گے۔''

پندرہ منٹ کے سفر کے بعد ان کی گاڑی پھر ایک چوراہے پر رکی... تین پولیس مین ان کی طرف بڑھے۔

''الٰہی خیر۔'' معاذ کے منہ سے نکلا۔

''بھئی ذرا آہستہ آواز میں۔'' جانی نے سرگوشی کی۔

''اوہ اچھا!''

اسی وقت تینوں نزدیک آ گئے... ان میں سے ایک نے گاڑی کے اندر جھانکا... اچھی طرح جائزہ لیا، پھر بولا۔ ''کاغذات؟''

جانی نے منہ سے کچھ نہ کہا... بس چہرے سے بیزاری ظاہر کرتے ہوئے کاغذات اس کی طرف بڑھا دیے... گویا اسے ان کی کوئی پروا نہیں تھی۔

''کیا دیکھ رہے ہو کبھی سرکاری جیپ نہیں دیکھی۔'' جانی نے بھناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یہ بات نہیں سر... ابھی ابھی اطلاع ملی ہے... صرف چند منٹ پہلے

کہ اب ہر گاڑی کو چیک کیا جائے گا چاہے وہ کسی کی بھی گاڑی ہو کیونکہ ایک غیر ملکی جاسوس بہت اہم کاغذات کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔''

''اوہو اچھا تب تو ٹھیک ہے... آپ اچھی طرح چیک کریں۔''

اس وقت تک دوسرا پولیس مین کاغذات چیک کر چکا تھا... اس نے فوراً کہا۔''معاف کیجیے گا جناب! ہمیں آپ کو روکنا نہیں چاہیے تھا... لیکن اوپر کے احکامات کا کیا کیا جائے۔''

''کوئی بات نہیں۔'' جانی مسکرایا۔

اور پھر انہیں جانے کا اشارہ کر دیا گیا... جانی نے گاڑی آگے بڑھا دی... اور اس کے ایک منٹ بعد تو پوری رفتار پر چھوڑ دی...

''کیوں کیسی رہی۔'' جانی مسکرایا

''آخر یہ کیسے ممکن ہے۔''

''اس طرح کہ میں ہوں ہی سرکاری ملازم۔''

''اوہ... اچھا۔''

''ویسے آپ نے جیل سے آخر اپنے ملک کس طرح اطلاع دے دی کہ آپ وہاں سے فرار ہونے والے ہیں۔''

''جس طرح جیل سے باہر آپ جیسے حضرات موجود ہیں، اسی طرح جیل میں بھی کچھ لوگ ہیں، ان کے بارے میں ہم لوگوں کو پہلے ہی بتا دیا جاتا ہے... اور ہمارے خفیہ رابطے شروع ہو جاتے ہیں۔''

''لیکن ابھی آپ کے لیے آخری مرحلہ باقی ہے۔'' جانی نے فکرمندانہ

انداز میں کہا۔

''اللہ مالک ہے۔''

''آپ کے جیل سے فرار ہونے کے فوراً بعد سرحد پر بارڈر سیکورٹی فورس کو چوکس کر دیا گیا ہوگا۔''

''بالکل یہی بات ہے... لیکن دوسری طرف ہمارے بارڈر رینجرز کو بھی تو چوکس کر دیا گیا ہے... مجھے جس جگہ سے سرحد عبور کرنی ہے... اس جگہ کا پتا ہمارے رینجرز کو تو ہے لیکن اس طرف کے فوجیوں کو نہیں ہے... یہ نہیں جانتے کہ میں کس جگہ سے سرحد عبور کروں گا۔''

''لیکن پھر بھی پوری سرحد پر ان لوگوں کی نظریں ہوں گی۔''

''ہاں! یہ تو اب وہاں چل کر پتا چلے گا کہ کیا ہوتا ہے، مجھے اپنی نہیں زیادہ فکر اس فائل کی ہے، بس کسی طرح وہ فائل اس طرف پہنچ جائے۔''

''اور یہ بات آپ مجھے بتائیں گے نہیں کہ اس فائل میں کیا ہے۔''

معاذ نے مسکرا کر جانی کی طرف دیکھا... گویا وہ کہہ رہا تھا...

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''چلیے اتنا بتا دیں... یہ فائل آپ نے حاصل کس طرح کی تھی۔''

''اس طرف موجود ایک جاسوس نے اطلاع دی تھی کہ یہ فائل ایک آفیسر کے پاس موجود ہے، اس نے کچھ اور معلومات بھی فائل کے بارے میں فراہم کی تھیں تب مجھے بھیجا گیا تھا... اس طرف موجود لوگ اطلاعات تو فراہم کر سکتے ہیں، عملی طور پر ان سے کوئی کام نہیں لیا جاتا تاکہ وہ نظروں

میں نہ آئیں۔"

"لیکن میں تو عملی طور پر بھی کام آ رہا ہوں۔" جانی مسکرایا۔

"آپ کی بات اور ہے ... آپ سرکاری عہدے دار ہیں اور ہیں بھی باپ دادا کے زمانے کے۔" معاذ ہنسا۔

"تو آپ مجھے اب بھی نہیں بتائیں گے ... اس فائل میں کیا ہے؟"

"نہیں ... بالکل نہیں۔" معاذ کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"خوب! یہ اچھی بات ہے ... یہی جاننے کے لیے میں نے یہ سوال کیا تھا... خوشی ہوئی کہ آپ اپنی ڈیوٹی کے معاملے میں کس قدر سخت ہیں ... اور ہونا بھی چاہیے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

"اب رخصت ہونے کا وقت آ گیا ہے کیونکہ اس کا گھر آ گیا ہے جہاں آپ کو پہنچانا تھا، سرحد یہاں سے بالکل نزدیک ہے۔" جانی نے بتایا۔

اور پھر جیپ ایک سادہ سے مکان کے سامنے رک گئی ... جانی نے دستک دی ... دروازہ فوراً کھل گیا اور دونوں اندر داخل ہو گئے۔

"السلام علیکم۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔ باہر دروازے پر انہوں نے نمستے کے انداز میں ہاتھ جوڑے تھے۔ اندر آ کر السلام علیکم کہا تھا۔

"وعلیکم السلام۔" گھر کا مالک بولا۔

"لو بھائی نذیر بیگ اپنا مہمان سنبھالو میں چلا۔" جانی بے تکلفی سے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم نہیں رکو گے ... لہٰذا کہنا فضول ہے۔"

"جس دن کھانے پر بلاؤ گے ... اس دن رکوں گا۔" جانی نے کہا۔

"اوہ معاف کرنا آج کھانا واقعی تیار نہیں ہے۔" نذیر بیگ ہنسا۔

"کوئی بات نہیں۔" جانی نے مسکرا کر کہا، پھر اس نے بے اختیار ہو کر معاذ کو گلے سے لگا لیا اور نذیر بیگ سے مصافحہ کیا ... ساتھ ہی تیزی سے مڑا اور گھر سے نکل گیا ... دونوں دروازے کی اوٹ سے اسے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔ "یا اللہ! جانی کو خیریت سے اس کے گھر تک پہنچا۔"

"آمین۔" نذیر بیگ نے کہا۔

"اب تم سناؤ ... کیا تیاریاں ہیں۔"

"ہماری طرف کے رینجرز تیار ہیں ... رات کے ٹھیک دو بجے تم سرحد عبور کرو گے بالکل اسی جگہ سے جہاں سے پہلے کرتے رہے ہو ... اس کے دائیں اور بائیں ہمارے رینجرز اچانک کسی انسان کے سرحد پر ہونے کا شک کر کے فائرنگ شروع کر دیں گے ... اس طرح اس جگہ کے فوجی وہاں سے دائیں بائیں ہٹ جائیں گے ... فائرنگ زبردست انداز میں ہو گی ... اور تم تیر کی طرح وہاں سے نکل جاؤ گے۔"

"لیکن نذیر بیگ صاحب ... میرے فرار ہونے کی بنیاد پر یہاں کی فوج بھی تو چوکس ہو گی۔"

"بالکل ہو گی لیکن اس کا رخ یعنی اس کی توجہ اپنے ملک کی طرف ہو گی نا ... انہیں اس فائرنگ کا تو پتا ہو گا نہیں ... جب فائرنگ ہو گی تو ان کا دھیان فائرنگ کی طرف ہو گا اور درمیانی جگہ سے تم نکل جاؤ گے۔"

"مجھے یہ مشکل لگ رہا ہے۔" معاذ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب۔" نذیر بیگ چونکا۔

"ہمارے اس پروگرام کا اندازہ ہمارا دشمن کیوں نہیں لگا سکتا ... فرض کیا وہ پہلے ہی جان لیتا ہے کہ ہم یہ ترکیب اختیار کریں گے تو کیا وہ فوج کا ایک دستہ اس جگہ مقرر نہیں کر دے گا کہ چاہے کچھ ہو جائے تم یہاں رہو گے... وہ جاسوس اس جگہ سے سرحد پار کرنے کی کوشش کرے گا۔"

"کس جگہ سے ... انہیں کیا پتا وہ جگہ کون سی ہے۔" نذیر بیگ مسکرایا۔

"اوہ ہاں ! یہ بات تو خیر ہے ... جگہ کے بارے میں وہ لاعلم ہیں۔"

"یہی ہے وہ بات۔"

"ٹھیک ہے ... میں تیار رہوں گا۔"

"اب ہم پہلے کھانا کھائیں گے ... پھر معمولات پورے کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

رات کے ٹھیک پونے دو بجے معاذ نے نذیر بیگ کو الوداع کہا اور تاریکی میں گم ہو گیا ... نذیر بیگ کے ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھ گئے:

"یا اللہ ! معاذ خیر و عافیت سے سرحد عبور کر جائے۔"

اور عین اس وقت جب معاذ وہاں سے رخصت ہوا ... سرحد پر موجود میجر پرکاش چاولہ کے وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا ... اس نے فوراً وائرلیس سیٹ کان سے لگا لیا ... دوسری طرف سے کہا گیا: "ہیلو میجر چاولہ ... ہماری اطلاعات کے مطابق پڑوسی ملک کا جاسوس سرحد کے آس پاس پہنچ چکا

ہے اور اب وہ کسی وقت سرحد عبور کرنے کی کوشش کرے گا ... اوور۔"

"سر ! پوری سرحد پر ہماری عقابی نظریں جمی ہیں ... یہاں سے کوئی پرندہ بھی نہیں گزر سکتا ... اوور۔" اس طرف سے جواب دیا گیا۔

"پوری طرح ہوشیار رہو، اس کے پاس بہت اہم فائل ہے۔"

"وہ سرحد پار نہیں کر سکے گا۔"

"گڈ !" یہ کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔

میجر اپنے ماتحتوں کو جلدی جلدی ہدایات دینے لگا۔

سرحد کے دوسری طرف میجر سلیمان کو فون موصول ہوا: "میجر سلیمان! کیا آپ پوری طرح چوکس ہیں۔ ہمارا آدمی سرحد پار کرنے کیلئے پوری طرح تیار ہے ... دوسری طرف دشمن پوری سرحد پر آنکھیں جما چکا ہے۔"

"یس سر ... ہم ہر طرح چوکس ہیں ... آپ فکر نہ کریں۔"

"جب تک ہمارا آدمی سرحد عبور نہیں کر لیتا میں فکرمند ہی رہوں گا۔"

"اوہ جی ... جی۔" میجر سلیمان بولا۔

اور دوسری طرف سے فون بند کر دیا گیا۔

اب انہوں نے سرحد کا گشت شروع کیا ... جن فوجیوں کو سرحد پر اچانک فائرنگ شروع کرنی تھی، انہیں ہدایات دیں ... اور آخر وہ وقت آ گیا جو فائرنگ کے لیے طے تھا ... ان کے فوجیوں نے اچانک دو جگہوں پر دھواں دھار انداز میں فائرنگ شروع کر دی ... درمیانی جگہ بالکل خالی تھی ... ادھر دشمن کی طرف اگر جگہ خالی تھی تو وہ درمیان میں تھی ...

ایک طرف سے فائرنگ شروع ہوئی تو فوراً ہی دوسری طرف سے شروع ہوگئی... فوجی تو پہلے ہی مورچوں میں تھے... اندھا دھند فائرنگ کے باوجود دونوں طرف کوئی جانی نقصان نہیں ہوا... آدھ گھنٹے تک فائرنگ جاری رہی، پھر اچانک ایک طرف سے روک دی گئی... جب ایک طرف رک گئی تو دوسری طرف سے بھی روک دی گئی اور سرحد پر مکمل خاموشی چھا گئی...

سرحد کے نزدیک نذیر بیگ اپنے گھر میں اس فائرنگ کی آواز کو سنتا رہا تھا... فائرنگ بند ہونے پر اس نے اپنی بیوی سے کہا۔

''اللہ کا شکر ہے رابعہ... ہمارا ساتھی معاذ آخر سرحد عبور کر گیا۔''

''یہ بات آپ یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔'' رابعہ نے پوچھا۔

''فائرنگ بند ہونے کا مطلب یہی ہے... معاذ نے دوسری طرف پہنچ کر اشارہ دیا ہوگا کہ اسلحہ برباد نہ کرو... میں اس طرف آگیا ہوں۔''

''ہوں... لگتا تو یہی ہے... کیا آپ ان سے رابطہ نہیں کر سکتے۔''

''نہیں... احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ ہم خاموش رہیں... اس وقت تک ہم پر کسی کو کوئی شک نہیں... آئندہ بھی شک نہ ہو، ہمارے حق میں یہی بہتر ہے... اسی طرح ہم اپنے ملک کے کام آسکتے ہیں۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

اب انہوں نے گھر کی بتیاں بند کر دیں... صحن میں زیرو کا بلب جلتا رہ گیا... وہ دبی آواز میں باتیں کرتے رہے... ایسے میں انہوں نے بہت ہی آہستہ انداز میں دروازے پر دستک کی آواز سنی:

''سنیں... دروازے پر کسی نے دستک دی ہے۔''

''نہیں... تمہارے کان بجے ہوں گے۔''

''ہوسکتا ہے۔'' رابعہ نے کہا... پھر چند لمحوں بعد چونک کر بولی۔

''دستک پھر ہوئی ہے۔''

''ہاں اس بار تو میں نے بھی سنی ہے... اللہ اپنا رحم فرمائے... میں دیکھتا ہوں... تم اس کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لو۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''میرے لیے اگر باہر خطرہ ہوا تو تم تو محفوظ رہو گی۔''

''آپ کے بغیر میں یہاں اکیلی کس طرح رہوں گی... میں دروازے پر آپ کے ساتھ چلوں گی۔''

''اچھا... چلو پھر۔''

دونوں دروازے پر آئے۔ نذیر بیگ نے دبی آواز میں کہا۔ ''کون؟''

''میں۔'' باہر سے اور زیادہ آہستہ آواز میں کہا گیا۔

''میں... کون میں۔''

''بس... میں...''

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور دروازہ کھول دیا... باہر جو کوئی بھی تھا... فوراً اندر آگیا اور اس نے خود ہی دروازہ اندر سے بند کر دیا... دروازہ بند کرنے کے بعد وہ ان کی طرف پلٹا...

☆☆☆

سرحد پار

''ارے معاذ ! تم ؟'' مارے حیرت کے نذیر بیگ کے منہ سے نکلا۔

''ہاں میں۔''

''آؤ ... میں شدید پریشانی محسوس کر رہا ہوں ... میں نے تو سرحد پر فائرنگ کی آوازیں سنی تھیں۔''

''ہاں جس جگہ سے مجھے سرحد عبور کرنا تھی، وہ جگہ میری نظروں میں تھی ... میں ایک درخت پر چڑھا سب کچھ دیکھ رہا تھا ... دوسری طرف ہماری فوج بھی اس جگہ میرے انتظار میں دبکی ہوئی تھی لیکن اس طرف شارجستان کے فوجی بھی اسی مقام پر جمے ہوئے تھے گویا فائرنگ نے انہیں دوسری طرف متوجہ نہیں کیا تھا اور غالباً انہوں نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ فائرنگ والی ترکیب اختیار کی جائے گی سو انہوں نے اپنی جگہ پر ڈٹے رہنے کی حکمت عملی اختیار کر لی تھی ... ان حالات میں میں اگر سرحد عبور کرتا تو ان کی گولیوں کا نشانہ بن جاتا۔''

''اوہ ... اوہ ... پھر اب کیا ہوگا ... ان حالات میں تو تمہارا میرے ہاں ٹھہرنا بھی ٹھیک نہیں۔'' نذیر بیگ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''میں سمجھتا ہوں ... میں بس آج رات یہاں اور ٹھہروں گا ... دن کے

وقت میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

''لیکن کہاں۔''

''مجھے نہیں معلوم ... میں کہاں جاؤں گا یا کیسے سرحد عبور کروں گا... مقررہ جگہ تو ان کی نظروں میں ہے ... اس جگہ سے تو چند دن بعد سرحد عبور کرنا بھی خطرے سے خالی نہیں ہو گا ... اس فائل کے ساتھ میں ادھر کہیں رہ بھی نہیں سکتا ... لیکن تم فکر نہ کرو ... یہاں سے میں بہرحال صبح منہ اندھیرے نکل جاؤں گا ...ایک امکان ہے کہ صبح سویرے یہ لوگ رات بھر جاگنے کے بعد نیند میں ہوتے ہیں ... صبح کی ڈیوٹی لینے والے جب تک آتے ہیں، نیند کی وجہ سے ان کا برا حال ہو رہا ہوتا ہے ... میں اس دوران کوشش کروں گا کہ کسی نہ کسی جگہ سے سرحد عبور کر جاؤں۔''

''لیکن اس طرح تو اس بات کا بھی امکان ہے کہ کہیں تم اپنے ہی کسی فوجی کی گولی کا نشانہ نہ بن جاؤ۔''

''میرے سرحد عبور نہ کرنے کی وجہ سے سرحد پر موجود فوجیوں کو ہدایات دی جا چکی ہوں گی کہ کوئی اکیلا شخص سرحد عبور کرتا نظر آجائے تو اسے گولی کا نشانہ نہ بنایا جائے صرف گرفتار کر لیا جائے تاکہ بعد میں شناخت کی جائے۔''

''ہوں یہ بات تو خیر آپ کی ٹھیک ہے۔''

جلد ہی رابعہ کی آواز سنائی دی۔ ''میں نے کھانا لگا دیا ہے۔''

وہ کمرے میں آگئے ... نذیر بیگ اور رابعہ تو پہلے ہی کھانا کھا چکے تھے

... اس لیے صرف معاذ کھانے لگا ... آخر سونے کا پروگرام بنا ... معاذ کو الگ کمرے میں سلایا گیا اور دونوں میاں بیوی رات گئے تک جاگتے رہے ... وہ خوف محسوس کر رہے تھے کیونکہ ایسے میں کوئی چیک کرنے کے لیے آجاتا تو ان کے لیے بہت مشکل ہو جاتی... پھر ان کی آنکھ لگ گئی۔

رات کے ٹھیک تین بجے ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ ان کے دل بہت زور سے دھڑکے ... دستک بہت زور دار اور خوفناک انداز میں ہوئی تھی ... دیر کرنا اور نقصان دہ ہوتا ، اس لیے نذیر بیگ دروازے پر پہنچ کر بولا ... ''کون !''

'' بی ایس ایف ... ہمیں ایک مفرور مجرم کی تلاش ہے ... ہم سرحد کے آس پاس کے تمام مکانات کی تلاشی لے رہے ہیں ، لہٰذا آپ فوراً دروازہ کھول دیں۔''

نذیر بیگ نے ایک پل میں سوچا ، اگر اس نے دیر کی تو وہ شک کریں گے ... اس نے فوراً دروازہ کھول دیا ... اس پر ملٹری پولیس نے یہ سمجھا کہ اندر کوئی نہیں ورنہ اتنی جلدی ہرگز دروازہ نہ کھولا جاتا ... چنانچہ ان کے آفیسر نے کہا۔ ''یہاں کوئی نہیں ہے ... آگے چلو۔''

'' کیا میں دروازہ بند کر لوں جناب !''

''ہاں ! شکریہ۔''

اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے دل میں کہا۔

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔''

پھر اس کے قدم معاذ والے کمرے کی طرف اٹھ گئے ... دروازہ اندر سے بند نہیں تھا ... اس نے دباؤ ڈال کر کھولا تو اندر معاذ نظر نہ آیا...

''ارے۔'' دبی آواز میں اس کے منہ سے نکل گیا۔

پھر اس نے غسل خانے کا دروازہ کھول کر دیکھا ... معاذ وہاں بھی نہیں تھا اور اس کا مطلب ہے کہ وہ ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی نکل گیا تھا ... اس خیال کے ساتھ ہی اس نے سوچا ... لیکن کیسے ... دروازہ تو اندر سے بند تھا ... کچھ سوچ کر وہ ڈرائنگ روم میں آیا اور دھک سے رہ گیا ... ڈرائنگ روم کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا ... اس کا مطلب تھا وہ اس دروازے سے نکل گیا تھا اور غالباً ان لوگوں کے آنے سے پہلے ہی چلا گیا تھا... اس نے سن گن لے لی ہوگی ... معلوم ہوگیا ہوگا کہ ملٹری پولیس تلاشی لے رہی ہے ... لہٰذا ان کی خاطر وہ خود ہی گھر سے چلا گیا ورنہ ان کے ساتھ وہ بھی پھنستے ...

دونوں نے اللہ کا شکر ادا کیا ... ڈرائنگ روم کا دروازہ بھی بند کر دیا ... پھر دونوں سونے کے لیے لیٹ گئے ... اگرچہ اب دن نکلنے میں زیادہ وقت باقی نہیں تھا لیکن پھر بھی سونا تو تھا ... ابھی لیٹے ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ دستک ایک بار پھر ہوئی اور ہوئی بھی خوفناک انداز میں ...

''الٰہی خیر۔'' ان کے منہ سے بالکل آہستہ سے نکلا پھر نذیر بیگ فوراً دروازے پر آگیا اور اس نے کچھ پوچھے بغیر ہی دروازہ کھول دیا ... باہر ایک بار پھر وہی لوگ تھے ... جو تھوڑی دیر پہلے آئے تھے ...

''آپ نے پوچھے بغیر ہی دروازہ کھول دیا۔'' آفیسر نے کہا۔

''دستک اسی انداز میں دی گئی تھی ... میں نے جان لیا کہ آپ لوگ پھر آئے ہیں۔''

''ہوں ٹھیک ہے ... دراصل ہمیں جس شخص کی تلاش ہے وہ کہیں نہیں ملا ... ہم نے اور تو سب گھروں کی تلاشی لے لی ہے، آپ کا گھر تلاشی سے رہ گیا ہے ... پہلی بار آپ نے دروازہ فوراً ہی کھول دیا تھا نا ... ہم تلاشی لیے بغیر آگے بڑھ گئے تھے لیکن اب جبکہ ہمارا مجرم ہمیں نہیں ملا تو ہم چاہتے ہیں اس گھر کو بھی اندر سے دیکھ لیا جائے ... کیا خبر وہ اندر کہیں چھپا ہوا اور آپ کو بھی پتا نہ ہو۔''

''آیئے۔'' اس نے انہیں راستہ دیا۔

وہ اندر آگئے ... اب انہوں نے پورے گھر کو اچھی طرح دیکھا بھالا ... لیکن وہاں کوئی نہیں تھا نہ کسی تیسرے کے ہونے کے آثار تھے ... آثار معاذ مٹا کر گیا تھا ... کھانے کے برتن پہلے ہی کچن میں دھو کر رکھے جا چکے تھے ... مہمان والے کمرے کا جو بستر تھا ... اس پر کوئی سلوٹ نہیں تھی ... لگتا تھا، اس پر رات کوئی نہیں سویا ... اپنا اطمینان کر کے اور ان سے معذرت کر کے بی ایس ایف والے باہر نکل گئے ... انہوں نے ایک بار پھر دروازہ بند کیا اور سونے کے لیے لیٹ گئے ... اب نذیر بیگ نے پین سے کاغذ پر کچھ لکھ کر بیوی کو دیا ... اس نے پڑھا ... لکھا تھا ...

''یہ لوگ مکان میں کوئی آلہ لگا کر گئے ہیں، اس لیے تم معاذ کے

بارے میں کوئی بات نہ کرنا ... بس ادھر ادھر کی ... آپس کی باتیں کرنا ... اور نیند آنے کی آوازیں منہ سے نکالنا ... جیسے جمائی لینے کی ہوتی ہے۔''

رابعہ نے سمجھ جانے والے انداز میں سر ہلا دیا ... اس کے بعد نذیر بیگ نے وہ کاغذ اس سے لے لیا ... اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے فلش میں بہا دیا ... اب وہ بستر پر لیٹ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے ... اس طرح نہ جانے کب ان کی آنکھ لگ گئی ... ابھی انہیں سوئے ایک گھنٹا ہوا ہو گا کہ انہوں نے محسوس کیا ... کوئی چوری چھپے ان کے گھر کی تلاشی لے رہا ہے ... کیونکہ وہ پنسل ٹارچ کی روشنی ادھر ادھر حرکت کرتے دیکھ رہے تھے انہوں نے اسی میں بہتری جانی کہ چپ چاپ لیٹے رہیں ... آخر کچھ دیر بعد گھر میں سکون ہوگیا ... اس پر بھی وہ لیٹے ہی رہے ... اگرچہ نیند ان سے دور ہو چکی تھی ... پھر صبح ہوگئی ... اور وہ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو گئے ... ناشتے کے بعد نذیر بیگ نے اشاروں میں کہا۔

''میں باہر جا کر سن گن لینے کی کوشش کرتا ہوں ... اللہ کرے معاذ جہاں ہو ... خیریت سے ہو۔''

یہ کہہ کر نذیر بیگ گھر سے باہر نکلنے لگا ... اسی وقت اس کی نظر اندرونی دروازے پر لگے ایک ننھے سے ٹکڑے پر پڑی ...

''یہ دیکھنا یہ کاغذ سا کیسا ہے، کسی نے یہاں چپکا دیا ہے، لگتا ہے ... محلے کے کسی حاسد نے جادو ٹونہ کرایا ہے۔''

''ضرور ایسا ہی ہے ... چند دن پہلے بھی گھر سے کچھ سوئیاں ملی تھیں۔''

"میں کرتا ہوں اس کا انتظام۔"

اس نے چاقو کی مدد سے اسے کھرچ ڈالا۔ دونوں مسکرا دیے... وہ جان گئے تھے کہ رات بی ایس ایف والے ہی چپ لگا گئے تھے تاکہ ان کی بات چیت سن سکیں اور اس کا مطلب تھا، معاذ کے سلسلے میں وہ ان پر شک کر رہے تھے یا پھر انہوں نے باقی گھروں میں بھی ایسی چپیں لگائی تھیں... بہر حال کچھ بھی ہو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا، اور معاذ کے بارے میں سوچنے لگے۔

○

رات کے آخری پہر معاذ درختوں کی اوٹ لیتا اپنا سفر کر رہا تھا... ابھی تاریکی اتنی تھی کہ اسے دیکھ لیے جانے کا ڈر نہیں تھا... جب کہ وہ سرحد پر موجود لوگوں کو دیکھ سکتا تھا کیونکہ چلتے ہوئے فوجیوں میں اور نیند کے ستائے ہوئے فوجیوں میں بہت فرق ہے۔ آخر ایک جگہ اسے چند فوجی اپنے مورچوں میں لیٹے نظر آگئے... اس نے اللہ کا نام لیا اور سینے کے بل سرحد کی طرف رینگنے لگا... اس کے ہاتھ میں پستول بھی تھا... ایسے کام کرتے اسے ایک مدت گزر گئی تھی... وہ نیا نہیں تھا نہ اناڑی تھا... سوئے ہوئے فوجیوں کے بالکل پاس سے گزرتا چلا گیا اور پھر سرحد عبور کر گیا... جب اس نے جان لیا کہ اب وہ فوجیوں کی نظروں سے بچ کر نکل آیا ہے تب اس کی جان میں جان آئی... اب وہ اپنے ملک کی حدود میں تھا... سرحد

کے ساتھ ساتھ سرحدی آبادی کے کچے پکے مکانات اس کے سامنے تھے ... دن کا اجالا ابھی شروع نہیں ہوا تھا... اپنے فوجیوں کو بھی وہ پیچھے چھوڑ آیا تھا... ان کی نظروں سے بھی بچ کر نکل آیا تھا... اس بات کی اسے اور زیادہ خوشی تھی... وہ اب بھی سینے کے بل رینگ رہا تھا... ایسے میں اسے خطرے کا احساس ہوا... اس نے محسوس کیا کہ کچھ لوگ غیر محسوس طور پر اس کی طرف رینگ رہے ہیں۔ اس کے بدن میں سنسنی کی ایک لہر دوڑ گئی... اس کا دل زور سے دھڑکا کہ یہ کیا ہوا... دشمن ملک کی سرحد تو وہ خیریت سے عبور کر آیا ہے... اب یہ کون لوگ اس کی طرف بڑھ رہے ہیں ... ان لوگوں کو دیکھنے کے لیے اور یہ جاننے کے لیے کہ وہ کس کس طرف سے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں... اس نے سر اوپر اٹھایا... عین اسی لمحے اس کے کان کی لو کے پاس سے آگ جیسی گرم چیز گزر گئی... وہ فوراً زمین سے لگ گیا... اس پر فائر کیا گیا تھا گویا وہ اب سر بھی نہیں اٹھا سکتا تھا... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... تیر کی طرح آگے بڑھتا چلا گیا کیونکہ گولی اس کی پشت کی طرف سے آئی تھی... پھر ایک گولی اس کی کمر کے اوپر سے گزر گئی گویا دشمن اس کے دائیں طرف بھی تھے... ایسے میں ایک گولی بائیں طرف سے آئی... اب تک اس پر تین فائر ہو چکے تھے اور تینوں بالکل بے آواز تھے... پستول اس کے پاس بھی تھا لیکن وہ اسے استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا... نہ جانے کب اس کی کس قدر شدید ضرورت پیش آجاتی...

اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی... موت لمحہ بہ لمحہ اس کی طرف نہ

صرف بڑھ رہی تھی بلکہ اپنا گھیرا تنگ کر رہی تھی اور ابھی سامنے نظر آنے
والے مکانات کم از کم پانچ فٹ کے فاصلے پر تھے ... اس لیے کہ وہ رینگ
رہا تھا... دوڑ نہیں رہا تھا ... یا چل نہیں رہا تھا .. انسان کتنی بھی تیزی سے
رینگے ... دوڑنے کا مقابلہ نہیں کر سکتا ... پھر لمحہ بہ لمحہ وہ ایک مکان کے
نزدیک ہوتا چلا گیا ... جونہی وہ اس کے دروازے کے قریب پہنچا ... اس پر
تین طرف سے گولیوں کی باڑھ ماری گئی ... وہ اس وقت بالکل زمین سے
لگا ہوا تھا ... اگر ذرا بھی اونچا ہوتا تو ان گولیوں کا نشانہ بن گیا تھا ... اب
یہ اس کی خوش قسمتی تھی یا کیا تھا ... گھر کا دروازہ کھلا تھا ... اس نے آؤ
دیکھا نہ تاؤ ... مکان میں رینگ گیا اور لیٹے لیٹے دروازہ بند کر دیا ... بند
کرتے ہی وہ بلا کی تیزی سے اٹھا اور دروازے کی چٹخنی لگا دی ... ساتھ ہی
ایک آواز ابھری: ''کون ہو تم اور اس طرح بلا اجازت۔''

آواز ایک لڑکی کی تھی ... اس نے دیکھا وہ ایک سرخ وسفید رنگ کی
نوجوان لڑکی تھی ... اس کی آنکھوں میں خوف تھا ... خوف کے باوجود اس
نے بڑی جرات سے یہ پوچھا تھا کون ہو تم ... چند لمحے وہ اس کی طرف
دیکھتا رہا، پھر بولا: ''آپ اگر آہستہ آواز میں بات کریں تو یہ زیادہ بہتر
ہوگا ... میرے پیچھے دشمن لگے ہوئے ہیں، اگر انہوں نے آپ کی آواز سن
لی تو پھر وہ ہر حال میں اندر آنے کی کوشش کریں گے اور اس طرح یہاں
خون خرابہ ہوگا... وہ مجھے جان سے مارنے کی کوشش کریں گے ... کیا آپ
اس بات کو پسند کریں گی کہ وہ مجھے جان سے مار کر فرار ہو جائیں اور

پولیس آپ کو پریشان کرتی پھرے۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا ...

''ن نہیں۔'' اس کی آواز میں کپکپی تھی۔

''بس تو پھر بالکل خاموش رہیں ... خطرہ ٹل جائے تو پھر میں اپنے
بارے میں بتاؤں گا ... پھر بے شک پولیس کو بلا لیجیے گا اور مجھے پولیس کے
حوالے کر دیجیے گا، میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا اور یہ بھی یقین رکھیں کہ
میں آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا ... بلکہ آپ کا احسان مند ہوں گا۔''

''اچھ ... اچھی بات ہے۔'' اس نے گردن ہلائی۔

''ویسے آپ کے گھر میں اور کون ہے۔''

''میری امی اور میں۔''

''اوہ اچھا... آپ اپنی امی کو بھی آہستہ آواز میں یہاں بلا لیں۔''

''تو میں خود اندر جا کر انہیں بلا لاتی ہوں۔'' لڑکی نے جلدی سے کہا۔

''نہیں ... ابھی آپ یہیں ٹھہریں ... اور انہیں آواز ...''

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت اس نے اندر سے ایک
خاتون کو آتے دیکھ لیا تھا ... ان کی آنکھوں میں بھی خوف تھا ...

''میں سب باتیں سن چکی ہوں ... اگر تم واقعی مصیبت میں ہو تو ہم
تمہاری مدد کریں گے یعنی جو ہم سے ہو سکا کریں گے اور اگر تم کوئی مجرم ہو
تو پھر ہم تمہارے لیے کچھ نہیں کریں گے۔''

''بس ٹھیک ہے ... یہ طے رہا۔'' معاذ مسکرایا۔

''بس تو پھر تم اندر آ جاؤ ... آرام سے بیٹھو، چائے پیو، کھانا کھاؤ ...

اور خطرہ ٹل جانے پر اپنی کہانی ہمیں سناؤ۔"

"آپ کے پاس موبائل فون ہے۔"

"ہاں ہے۔"

"بس ٹھیک ہے، میں ایک دو جگہ فون کروں گا... کچھ ذمے دار لوگ یہاں آجائیں گے... وہ آپ کا اطمینان کرا دیں گے اور میں ان کے ساتھ چلا جاؤں گا... حکومت سے آپ کو میری مدد کے سلسلے میں کچھ انعام وغیرہ بھی دلوایا جا سکتا ہے... کہنے کا مطلب یہ کہ میں سرکاری ملازم ہوں۔"

"آپ کی باتیں سن کر اطمینان تو خیر ویسے بھی ہوتا جا رہا ہے۔"

اب وہ اسے اندرونی کمرے میں لے آئیں... پھر دونوں یہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل گئیں... "ہم آپ کے کھانے کے لیے کچھ لاتے ہیں۔"

"محترمہ... کوئی غلط حرکت نہ کیجیے گا... ورنہ آپ کو افسوس ہوگا... اور ایک مدت تک آپ رنج محسوس کرتی رہیں گی۔"

"کیا مطلب؟" دونوں نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ اگر آپ نے میرے دشمنوں کیلئے دروازہ کھول دیا اور انہوں نے مجھے مار ڈالا تو آپ ایک مدت تک رنج کریں گی کیونکہ آپ کو نہیں معلوم کہ میں کون ہوں اور کہاں سے آیا ہوں... میں آپ کو اپنے بارے میں ضرور بتاؤں گا لیکن پہلے ان لوگوں سے نجات حاصل کرلوں۔"

"اگر آپ کو ہم پر شک ہے تو ہم باورچی خانے میں نہیں جاتیں... یہیں رہیں گی... کھانے کا انتظام بعد میں کرلیں گی۔"

"نہیں آپ جائیں... میں نے یہ بات احتیاطاً کہہ دی تھی۔"

"شکریہ۔" دونوں مسکرا دیں اور باورچی خانے کی طرف چلی گئیں...

اب معاذ نے ادھر ادھر دیکھا... اسے معلوم ہوا کہ اس کمرے کا رخ سڑک کی طرف ہے اور اس میں ایک کھڑکی بھی تھی... اس نے کھڑکی کو تھوڑا سا کھولا... ویسے تو باہر تاریکی میں کچھ نظر آنے کا امکان نہیں تھا، پھر بھی اندھیرے میں نظریں جمائے کھڑا رہا... کمرے کا بلب اس نے بجھا دیا تھا... ایسے میں اس نے سڑک پر چند سائے دیکھے... ان میں سے ایک کے ہاتھ میں پنسل ٹارچ تھی... اور اسے اسی وقت روشن کیا گیا تھا...

عین اسی لمحے بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔

☆☆☆

چیخ

وہ چونک اٹھا... ادھر باورچی خانے میں ماں بیٹی اچھل پڑیں... وہ کام درمیان میں چھوڑ کر اس کی طرف آئیں... ان کی آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا... خاتون نے نزدیک آ کر دبی آواز میں کہا۔

''پ... پتا نہیں... کون ہے... اب کیا کریں۔''

''آپ اپنا موبائل فون مجھے دے دیں اور دروازے پر جا کر پوچھیں... کون ہے، چاہے وہ کچھ بھی کہیں آپ صرف یہی کہتی رہیں، ہم اندر صرف دو عورتیں ہیں، اس وقت دروازہ نہیں کھول سکتیں، دن کی روشنی میں آئیں اور بتائیں کیا بات ہے، پھر ہم محلے داروں کے سامنے دروازہ کھولیں گی۔''

''اچھی بات ہے... میں یہ بات کہے دیتی ہوں لیکن اگر وہ اس پر بھی نہ مانے تو۔''

''تو بھی ہم دروازہ نہیں کھولیں گے... جلد ہی ہمارے لیے یہاں مدد آجائے گی... آپ کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

یہ کہہ کر معاذ نے خاتون سے موبائل لے لیا اور اس پر نمبر ملانے لگا... ادھر دونوں ماں بیٹیاں دروازے پر آگئیں... خاتون نے کہا۔ ''کون؟''

''دروازہ کھولیں... باہر پولیس ہے۔''

''کیا کہا پولیس... پولیس کا ہمارے ہاں کیا کام... آپ کو معلوم ہونا چاہیے... ہم اندر صرف دو ماں بیٹیاں ہیں اور رات کے وقت ہم دروازہ نہیں کھولیں گی... ہاں دن کی روشنی میں آکر بتائیے گا کیا بات ہے، کیونکہ کوئی بھی پولیس کا کہہ کر اندر آسکتا ہے یعنی چور، ڈاکو وغیرہ تو ہم دو عورتیں بھلا کیا کرلیں گی۔''

''محترمہ آپ اپنی کہے چلی جا رہی ہیں کچھ میری بھی سنیں۔'' باہر سے جھلا کر کہا گیا۔

''جی کہیے۔''

''اس طرف ایک بہت خطرناک مجرم آگیا ہے... وہ ایک خونی ہے... قاتل ہے اور بہت بے رحم انسان ہے... اگر اس نے آپ کے گھر میں پناہ لی ہے تو یقین جانیں، آپ خطرے میں ہیں۔''

یہ سن کر دونوں کا دل زور سے دھڑکا... ایسے میں معاذ بھی وہاں آگیا... اس نے زور دار انداز میں نفی میں سر ہلایا اور اشاروں میں کہا...

''یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔''

دونوں نے سر ہلا دیے... پھر خاتون نے کہا۔

''اندر ہم دو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے، لہٰذا آپ اس شخص کو کہیں اور تلاش کریں، ہم اس اندھیرے کے وقت تو ہرگز دروازہ نہیں کھولیں گی... کیونکہ۔'' ایسے میں خاتون کو ایک بات یاد آگئی۔

''کیونکہ کیا؟''

"کیونکہ ... اس علاقے کے پولیس آفیسر ہمارے رشتے دار ہیں اور انہوں نے ہمیں یہی ہدایات دے رکھی ہیں ... آپ کو اگر اس بات پر یقین نہیں تو آپ میں سے ایک پولیس اسٹیشن چلا جائے اور پولیس آفیسر کو یہاں لے آئے، وہ خود ہی اندر آکر دیکھ لیں گے۔"

"ہمارا تعلق تو پولیس سے ہے، ہم کیوں ادھر ادھر جائیں ... دراصل ہم سرحدی پولیس والے ہیں۔"

"ہوں گے ... ہم کوئی مجرم نہیں ہیں ہمیں کیا فکر۔"

"اور اگر اس شخص نے آپ کو کوئی نقصان پہنچا دیا ... تو۔"

"اندر کوئی ہوگا تو نقصان پہنچائے گا۔"

"ہوسکتا ہے اس نے آپ کو یرغمال بنا رکھا ہو۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔"

اسی وقت معاذ نے کاغذ پر کچھ لکھ کر خاتون کی آنکھوں کے سامنے کر دیا اس پر لکھا تھا ... "اگر آپ واقعی پولیس والے ہیں تو پولیس کی سیٹی زور سے بجائیں اور اپنے باقی ساتھیوں کو بھی اپنے آس پاس بلا لیں ... ان کی آوازیں بھی ہمیں سنائیں... پھر جب ہم یقین کرلیں گے کہ باہر واقعی پولیس ہے تو دروازہ کھول دیں گے۔"

خاتون نے یہی الفاظ باہر کھڑے لوگوں سے کہہ دیے ... اس پر باہر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ معاذ نے اشارہ کیا کہ پوچھیں وہ چپ کیوں ہوگئے۔

خاتون نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ "اب آپ چپ کیوں ہو گئے۔"

باہر سے اب بھی جواب میں کچھ نہ کہا گیا ... اب تو ماں بیٹی نے بھی جان لیا کہ باہر پولیس نہیں ہے ... ان کے مہمان کے دشمن ہیں ... معاذ نے ان دونوں کو وہیں کھڑے رہنے کا اشارہ کیا اور خود زینہ چڑھ کر چھت پر آگیا ... اس نے نیچے جھانکا تو سکتے میں آگیا ... مکان کے چاروں طرف دشمن موجود تھے گویا انہوں نے یہ بات جان لی تھی کہ اس نے اس مکان میں پناہ لی ہے... اب اسے اپنے ساتھ ان دونوں کے لیے بھی خطرے کا احساس ہوا... اس نے ایک بار پھر فون پر اپنے ساتھیوں کو پیغام دیا ... اور پھر نیچے آیا ... اس نے سرگوشی میں ساری صورت حال بتائی ... ان دونوں کے رنگ اڑ گئے ...

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ... وہ میری جان کے دشمن ہیں ... لیکن اپنی جان دینے سے پہلے مجھے ایک کام ضرور کرنا ہے، آپ اپنے کمرے میں چلی جائیں اور دروازہ اندر سے بند کرلیں، اس سے پہلے کہ وہ دروازہ توڑیں، میں اپنا کام کر لینا چاہتا ہوں اور اگر مدد آگئی تو ہم خطرے سے باہر ہوں گے۔"

"اللہ کرے ایسا ہو جائے۔" دونوں نے نہایت دبی آواز میں کہا۔

پھر انہوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا ... کمرے میں داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا ... ادھر وہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا ... عین اس وقت پولیس کا سائرن سنائی دینے لگا ... اس نے اطمینان کا سانس لیا ... اور ان کے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر بولا ...

''پولیس آگئی... اللہ تعالیٰ نے ہمیں بال بال بچالیا۔''

''یا اللہ تیرا شکر ہے... اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے گھر کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔''

''وہ پولیس سائرن کی آواز سنتے ہی رفوچکر ہو گئے ہوں گے۔''

''یا اللہ تیرا شکر ہے۔'' انہوں نے پھر کہا۔

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی... پھر کسی نے کہا۔

''آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں... ہم آگئے ہیں۔''

''جی ہاں میں نے آپ لوگوں کو اوپر سے دیکھ لیا ہے۔''

''بس تو پھر آپ فوراً دروازہ کھول دیں اور ہمارے ساتھ چلیں، کیونکہ وہ لوگ پھر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' معاذ نے کہا اور دروازہ کھول دیا۔

''خبردار... ہاتھ اوپر اٹھا دو ورنہ چھلنی کر دیے جاؤ گے۔''

''کک... کیا مطلب۔''

''فوراً سے پہلے اس جیپ میں سوار ہو جاؤ... ورنہ ہم گولی مارنے میں دیر نہیں کریں گے۔''

''اچھی بات ہے...'' معاذ نے کہا اور جیپ میں بیٹھ گیا۔

''تم دونوں بھی۔'' پولیس آفیسر نے کہا۔

''ہم... ہم کیوں... ہمارا اس معاملے سے کیا تعلق۔''

''تم دونوں جیپ میں بیٹھتی ہو یا میں فائر کرنے کا حکم دوں۔''

دونوں نے منہ سے کچھ نہ کہا... گاڑی میں بیٹھ گئیں... فوراً ہی ایک زبردست جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھ گئی...

''مجھے افسوس ہے... میری وجہ سے آپ بھی مصیبت میں پھنس گئیں۔''

دونوں نے کچھ نہ کہا... ان کی آنکھوں میں آنسو تھرتھرا رہے تھے...

معاذ کو اس وقت ان پر بہت ترس آیا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا، وہ تو خود اس وقت پستولوں کے نرغے میں تھا...

''بات سمجھ میں نہیں آئی... آپ نے تو پولیس کو فون کیا تھا اور آپ نے انہیں دیکھ کر کہا تھا کہ میں نے آپ لوگوں کو اوپر سے دیکھ لیا ہے۔''

''میں نے ان کی وردیوں کو دیکھ کر کہا تھا... اب معلوم ہوا... یہ وہ نہیں جنھیں میں نے فون کیا تھا... یہ اور لوگ ہیں، مطلب یہ کہ پولیس والے نہیں ہیں... پولیس کی وردیوں میں ضرور ہیں۔''

''تب پھر وہ لوگ کہاں رہ گئے۔''

''وہ ابھی نہیں پہنچے... پہنچنے والے ضرور ہوں گے لیکن جب وہ پہنچیں گے... انہیں وہاں کیا ملے گا... خالی گھر۔''

''آپ نے انہیں ہمارے گھر کا پتا بتایا تھا؟''

''ہاں! بالکل سمجھا دیا تھا۔''

''افسوس!'' ان دونوں کے منہ سے نکلا۔

''آپ دونوں اللہ کو یاد کریں... میں نے اب تک آپ کا نام نہیں پوچھا... کیا آپ اپنے نام بتانا پسند کریں گی۔''

''ہاں کیوں نہیں ... میرا نام ریحانہ ہے اور میری بچی کا عظمیٰ ... لیکن یہ چکر کیا ہے۔''

''چکر۔''معاذ کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! یہ کون لوگ ہیں ... آپ کہاں سے آ رہے ہیں ... یہ آپ کے پیچھے کہاں سے لگے؟''

''ہاں! آپ نے ٹھیک سوالات کیے ... لیکن ابھی میں کچھ بھی بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں ... آپ کو کچھ دیر انتظار کرنا پڑے گا۔''

''اچھی بات ہے۔''

اور پھر بیس منٹ کے سفر کے بعد جیپ رک گئی ... اس کا پچھلا دروازہ کھولا گیا ... ''نیچے اتر جاؤ ... تم لوگوں کی منزل آ گئی ہے۔''

''منزل!''

''ہاں منزل ... آخری منزل۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''صرف میری آخری منزل کہو ... آخر ان دونوں کا کیا قصور ہے... ان کے گھر تو میں اچانک رک گیا تھا ... ان کا دروازہ کھلا تھا ... اگر دروازہ کھلا نہ ہوتا تو میں کسی اور گھر میں داخل ہونے کی کوشش کرتا۔''

''اگر ہم انہیں چھوڑتے ہیں تو یہ پولیس کو کہانی سنائیں گے۔''

''نن نہیں۔'' مارے خوف کے وہ کانپنے لگیں۔

''انہیں نیچے اتارو ... یہ ایسے نہیں اتریں گی۔'' اسی کی آواز ابھری۔

انہیں گاڑی سے اتارا گیا ... انہوں نے دیکھا ... وہ کسی کوٹھی کے اندر

تھے گویا گاڑی اندر لائی گئی تھی اور اب اس کوٹھی کا گیٹ اندر سے بند کر لیا گیا تھا ... وہاں سے ان تینوں کو ایک کمرے میں لایا گیا ... کمرہ ہال نما تھا ... اس کے ایک طرف ایک بڑی میز تھی، اس کے ارد گرد کرسیاں تھیں ... یوں لگتا تھا ... جیسے وہ کمرہ کوئی میٹنگ روم ہو ...

ان تینوں کو فرش پر کھڑا کر دیا گیا ... لانے والے ان کرسیوں پر بیٹھ گئے ... ان سب کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

''بہت ہو گئی مسٹر معاذ ... اب تم وہ فائل ہمارے حوالے کر دو۔''

''فائل!''معاذ کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! وہ فائل جو تم پڑوسی ملک سے اڑا لائے ہو... جس کے لیے تم نے جان کی بازی لگا دی ... جیل میں بھی رہے، پھر وہاں سے فرار بھی ہوگئے اور پھر سرحد عبور کرنے میں کامیاب رہے... سرحد کے اس طرف ہم تمہارے استقبال کے لیے تیار تھے... اس لیے اب فائل ہمیں دے دو۔''

''افسوس!'' اس کے منہ سے نکلا۔

''کیا مطلب ... افسوس کیسا۔''

''افسوس فائل میرے پاس نہیں ہے ... جب میں سرحد پار کر رہا تھا... رینگ کر... اس وقت وہ میرے سینے سے الگ ہوگئی ... جان بچانے کے چکر میں مجھے پتا ہی نہیں چلا... وہ کب گر گئی۔''

''جھوٹ ... سو فیصد جھوٹ۔'' ان میں سے ایک چلایا۔

معاذ نے دیکھا ... وہ کل دس تھے ... ان میں سے نو اب تک خاموش

رہے تھے... صرف ایک بات کر رہا تھا، گویا وہ ان کا انچارج تھا...

"اب تم جھوٹ سمجھو یا سچ... جو بات ہے، میں نے بتا دی۔"

"اس کی تلاشی لو... فائل اس کی کمر کے ساتھ چپکی ہوگی یا پیٹ کے ساتھ... صرف تین ساتھی آگے جا کر تلاشی لیں گے باقی اپنی اپنی جگہ کھڑے رہیں گے۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ان میں سے تین نے آگے آ کر معاذ کی اچھی طرح تلاشی لی... پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ "فائل اس کے پاس نہیں ہے سر۔"

"کیا... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" وہ چلایا۔

"یہ تو پتا نہیں سر... لیکن فائل اس کے پاس نہیں ہے۔"

"معاذ! جلدی بتاؤ... فائل کہاں ہے۔"

"بتا تو چکا ہوں۔"

"یہ ایسے نہیں مانے گا... گیس کے چولہے پر سلاخیں سرخ کر کے لے آؤ... کئی سلاخیں رکھ دو... ایک کی سرخی جونہی ختم ہو... دوسری لے آنا اور پہلی کو پھر آگ پر رکھ آنا۔"

"نن نہیں" ریحانہ اور عظمیٰ چلائیں البتہ معاذ خاموش رہا۔ وہ مطمئن انداز میں انہیں گھور رہا تھا۔

پھر اس کے ہونٹ ہلے۔ "اب تم کچھ بھی کر لو فائل تو گئی۔"

"کہاں گئی... ہم تمہاری رگ رگ نچوڑ لیں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" اس نے سر کو جھٹکا دیا۔

اس کے ساتھی وہاں سے جا چکے تھے... جلد ہی ان میں سے ایک ایک سلاخ اٹھائے کمرے میں آیا... سلاخ سرخ تھی... اس سے دھوئیں کی لکیر اٹھ رہی تھی۔ ریحانہ اور عظمیٰ تھر تھر کانپنے لگیں... معاذ کے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا۔

"اب بھی بتا دو۔" ان کا انچارج گرجا۔

"نہیں... ہرگز نہیں۔"

"کیا ہرگز نہیں۔"

"فائل کے بارے میں نہیں بتاؤں گا کیونکہ۔" یہ کہتے ہوئے معاذ ہنسا۔

"کیونکہ کیا؟" انچارج نے حیران ہو کر کہا۔

"کیونکہ اب اگر میں بتا بھی دوں کہ فائل کہاں ہے تب بھی تم لوگ مجھے زندہ تو چھوڑو گے نہیں... پھر کیا کروں گا بتا کر۔"

"یہ اتنا آسان نہیں... یہ دونوں ہمارا کام آسان کر دیں گی۔"

"کیا مطلب؟" معاذ زور سے بولا۔

"لوہے کی یہ سلاخ جب اس لڑکی کے گال کو چھوئے گی تو تم ضرور بتاؤ گے کہ فائل کہاں ہے۔"

"نہیں!" معاذ پوری قوت سے گرجا اور نہ جانے کیا بات تھی... اس کے حلق سے اس قدر بلند آواز نکلی تھی کہ پورا کمرہ تھرا اٹھا تھا اور آواز کمرے سے باہر نکلتی محسوس ہوئی تھی... اس قدر بلند اور خوفناک آواز...

انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں سنی ہوگی۔

''اُف کس قدر خوفناک آواز تھی ... بے چارہ معاذ موت کے خوف سے چلایا تھا... ظاہر ہے موت ہے ہی ایسی چیز۔''

''یہ بات نہیں۔'' معاذ نے مشکل سے کہا۔

''یہ بات نہیں تو پھر بتاؤ کیا بات ہے۔''

''ان دونوں کا کوئی قصور نہیں ... تمہیں جو کرنا ہے میرے ساتھ کرو... انہیں جانے دو۔''

''واہ یہ خوب کہی ... انہیں جانے دو ... اور یہ سیدھی پولیس اسٹیشن جائیں گی اور وہاں سے پولیس کو یہاں لے آئیں گی ...''

''چلو ... انہیں یہیں رہنے دو لیکن اس سلاخ سے ان پر ظلم نہ کرو... یہ بے قصور ہیں ... تم فائل لے کر بھاگ جانا ... یہ بے چاریاں تمہیں بھلا کیا نقصان پہنچا سکیں گی۔''

''کیا کہا ... فائل لے کر بھاگ جانا ... کہاں ہے فائل۔''

''میں بتا دیتا ہوں لیکن پہلے ان کو چھوڑ دو ... جانے دو انہیں اپنے ... میں ان سے کہہ دیتا ہوں یہ اس پورے واقعے کو بالکل بھول جائیں... بھول جائیں گی نا کیونکہ یہ آپ کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔''

''ٹھیک ہے ... ہم کسی کو کچھ نہیں بتائیں گی۔''

''لو بھئی تم نے سن لیا ... اب انہیں جانے دو، جونہی یہ جائیں گی یعنی اپنے گھر پہنچیں گی، میں تمہیں فائل کے بارے میں بتا دوں گا۔''

''سچ کہہ رہے ہو۔'' ان کے انچارج نے اسے گھورا۔

عین اس لمحے کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی بجی اور اس کی گونج اس کمرے میں بھی صاف سنائی دی۔ وہ سب بری طرح اچھلے ...

☆☆☆

کوٹھی

"یہ ... یہ کیا۔" فرزانہ بہت زور سے اچھلی۔

"او ہو کیا کسی بچھو نے کاٹ لیا ہے ... مم مگر نہیں ... نواب انکل کے گھر بچھو کہاں ... کیوں انکل آپ کے گھر بچھو ہیں کیا۔" فاروق نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"نن ... نہیں تو ... یہ تم بچھوؤں کا ذکر کہاں سے لے آئے۔" ایک ادھیڑ عمر آدمی نے جواب دیا۔

"اس کا کیا ہے ... یہ تو کن کھجوروں کا ذکر لے آتا ہے اپنی بات چیت میں ... شیر چیتے تو کہیں گئے نہیں۔"

"کہیں گئے نہیں ... کون کہیں گئے نہیں ... یار جمشید ... ہم یہاں نواب چانگی کے ہاں آئے ہوئے ہیں اور یہ محمود کہہ رہا ہے ہم کہیں گئے نہیں۔" خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

"توبہ ہے تم سے۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن ابا جان کس سے توبہ ہے ... کمرے میں تو انکل خان رحمان اور پروفیسر انکل ہیں اور انہوں نے تو ابھی کسی کو بھی کچھ بھی نہیں کہا اور نواب انکل بھی ہیں۔"

"میں نے تم سے کہا ہے ... توبہ ہے تم سے ... نہ کہ خان رحمان اور پروفیسر صاحب سے کہا ہے۔" انہوں نے جھلا کر کہا۔

"اوہ ... تب تو ٹھیک ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا ٹھیک ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"کہ ہم سے کہا ... توبہ ہے تم سے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ مسکرانے لگے، لیکن فرزانہ کے چہرے پر دور دور تک کسی مسکراہٹ کا پتا نہیں تھا ... آخر انسپکٹر جمشید کو بھی اس کی سنجیدگی کی طرف توجہ دینی پڑی ... "کیا بات ہے فرزانہ۔"

"مم ... میرے کان دھوکا نہیں کھا سکتے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تو ہم نے کب کہا ہے کہ تمہارے کان دھوکا کھا سکتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں ... میرے کان دھوکا نہیں کھا سکتے اور میں نے ایک بہت دلدوز آواز سنی ہے، بہت تکلیف دہ انداز میں کوئی چیخا تھا ... اور وہ چیخ آس پاس کسی کوٹھی سے ہی آئی تھی ... یہاں کسی پر کوئی ظلم ہو رہا ہے ... میں یہ بات یقین سے کہہ سکتی ہوں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"لیکن فرزانہ ... آج کل گھر گھر میں ٹی وی ہیں، ہو سکتا ہے کسی کے گھر میں ٹی وی لگا ہو ... اور کسی ڈرامے کا کوئی کردار چیخا ہو۔"

"نہیں ... یہ نہیں ہو سکتا۔" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"یہی تو ہم جاننا چاہتے ہیں، یہ کیوں نہیں ہو سکتا۔"

"اس لیے کہ ڈراموں میں چیخنے والے مصنوعی چیختے ہیں اور میں اصل چیخ اور مصنوعی چیخ میں فرق کر سکتی ہوں۔"

"فرزانہ کی بات معقول ہے۔" پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"تب پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"ہم نواب چانگی سے پوچھتے ہیں... نواب صاحب آپ کے پڑوس میں کون کون رہتا ہے... ان میں سے ہمیں کس گھر کی تلاشی لینی چاہیے۔"

"ہم... میرے پڑوس میں تو سب لوگ شریف رہتے ہیں ہاں۔" نواب چانگی نے منہ بنایا۔

وہ تین چار روز سے ان کے ہاں آئے ہوئے تھے اور مزے کی بات یہ کہ اس پروگرام کی تجویز محمود، فاروق یا فرزانہ میں سے کسی کی نہیں تھی... خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی بھی نہیں تھی بلکہ انسپکٹر جمشید کی تھی جن کی طرف سے ایسی تجاویز مشکل سے ہی پیش کی جاتی تھیں لیکن اس بار یہ پروگرام انہوں نے بنایا تھا... یہ ایک سرحدی علاقہ تھا اور تفریح کے لحاظ سے مقامات یہاں موجود تھے... یہاں ایک مصنوعی جھیل بنائی گئی تھی... اس جھیل کے چاروں طرف دنیا بھر سے لائے گئے پودے لگائے تھے... اس طرح جھیل کا نظارہ بہت خوش کن تھا... جھیل کے کنارے ایک عمارت تھی... اس کی چھت بہت لمبی تھی... اس کے کناروں پر گرل لگائی گئی تھی... اس گرل کے ساتھ کھڑے ہو کر جھیل کا نظارہ اور زیادہ لطف دیتا تھا... اس کے علاوہ یہاں ایک بہت پرانا قلعہ بھی تھا... قلعہ مغلیہ دور کا تھا... اس کی

سیر سے مغلیہ دور کی یادیں تازہ ہوتی تھیں... غرض اس قسم کی پرانے زمانے کی کچھ اور چیزیں بھی اس علاقے میں تھیں اور یہ مقام دارالحکومت سے کوئی تین سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور سرحد کے بہت نزدیک... بس ایک ڈیڑھ کلومیٹر کے بعد ہی پڑوسی ملک کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ اس سرحدی قصبے کا نام تھا... گزگاواں۔

"ہم نے یہ نہیں کہا نواب صاحب کہ آپ کے پڑوس میں کوئی جرائم پیشہ یا بدنام شخص رہتا ہے... شریف لوگوں کے ہاں تو جرائم پیشہ آسکتے ہیں یا نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے۔" نواب چانگی نے چونک کر کہا۔

"آپ لوگ آرام کریں... میں محمود، فاروق اور فرزانہ کے ساتھ ذرا آس پاس کا چکر لگا لیتا ہوں، کیا خبر ہم کسی مصیبت زدہ کے کام آجائیں۔"

"فضول وقت ضائع کرو گے جمشید... یہ ضرور ٹی وی پر کسی ڈرامائی کردار کی چیخ ہوگی۔" نواب صاحب نے انہیں سمجھایا۔

"لیکن دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔"

"بھائی چانگی... یہ جاتے ہیں تو انہیں جانے دیں... اب یہ نہیں رکیں گے جب تک ان کا پورا اطمینان نہیں ہو جاتا، کسی کی نہیں سنیں گے۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"اچھی بات ہے پروفیسر صاحب... میرا کیا نقصان ہے۔" نواب چانگی نے کندھے اچکائے۔

"آؤ بھی چلیں ... ورنہ۔" انسپکٹر جمشید نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"ورنہ کیا؟؟"

"ورنہ نواب صاحب ناراض ہو جائیں گے۔"

"لو اور سنو! میں کیوں ہونے لگا ناراض۔" نواب چانگی نے فوراً کہا۔
وہ ایک خوش مزاج آدمی تھے ... ان لوگوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بھی
انہوں نے خود ہی بڑھایا تھا ... کئی سال پہلے کی بات ہے جب انہوں نے
انہیں خط لکھا تھا ... اس خط میں انہوں نے لکھا تھا:

"میں نواب چانگی ہوں ... سرحدی ریاست گڑگاواں میں رہتا ہوں۔
کہنے کو یہ دیہات ہے، لیکن ایسی پر فضا جگہ اور ایسی خوب صورت جھیل اور
اتنا پرانا اور نادر قلعہ آپ نے شاید ہی پورے ملک میں کہیں دیکھا ہوگا ...
مجھے آپ لوگوں کے کارنامے بہت پسند ہیں ... اخبارات میں پڑھتا رہتا
ہوں ... کئی بار جی چاہا آپ لوگوں کو اپنا دوست بنا لوں لہٰذا میں آپ کو
یہاں آنے اور سیر سپاٹا کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

ان سب نے اس دعوت کو قبول کر لیا تھا اور اس طرح ان کی اور نواب
چانگی کی دوستی کی بنیاد پڑی تھی ... چند دن پہلے خود انسپکٹر جمشید نے یہاں
آنے کا پروگرام ترتیب دیا تھا، اور ان کی طرف سے تجویز پیش کرنے پر
انہیں حیرت تو ہوئی تھی ... لیکن حیرت کی جگہ جلد ہی خوشی نے لے لی تھی،
اس طرح وہ زیادہ حیران نہیں ہو سکے تھے اور نتیجتاً اس وقت نواب صاحب
کے ہاں تھے ... فرزانہ کو اگر وہ چیخ سنائی نہ دے دیتی تو اس وقت وہ

کا پروگرام ترتیب دے رہے تھے ...

چاروں حویلی سے باہر نکل آئے ... نواب صاحب کی حویلی بھی پرانے
زمانے کی تھی ... یہ حویلی بھی مغلیہ طرز پر بنائی گئی تھی ... اس میں پندرہ بیس
کمرے تھے جو راہداریوں کے ساتھ ساتھ تھے ... درمیان میں پانی کا حوض
تھا ... اس میں بطخیں پالی ہوئی تھیں، وہ جب حوض میں تیرتیں تو ایک خوب
صورت منظر دیکھنے کو ملتا تھا ...

"کیا خیال ہے ... کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میں دروازوں پر کان لگا کر آگے بڑھتی جاتی ہوں ... دو چار کوٹھیاں
اس طرف کی اور دو چار اس طرف کی تو ایسے ہی چیک کر لیتے ہیں ... اس
کے بعد باقاعدہ تلاشی شروع کریں گے۔" فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"اور سامنے والی کوٹھیاں کیوں چیک نہ کریں۔" محمود نے پوچھا۔

"ہاں! وہ بھی کریں گے لیکن پہلے دائیں بائیں۔"

"فرزانہ اگر اپنے کانوں سے کام لے سکتی ہے تو میں اور محمود آنکھوں
سے کیوں نہ کام لیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ۔" فرزانہ مسکرائی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ تو ایسے کہا جیسے کہہ رہی ہو ... چپڑی اور دو دو۔"
فاروق جل گیا۔

"اسے کہتے ہیں ... بھوکے کو کیا چاہیے دو روٹیاں۔" محمود ہنسا۔

"تم نے سنا فاروق ... محمود تمہیں باتوں باتوں میں بھوکا کہہ گیا۔"

فرزانہ نے تڑ سے کہا۔

''بالکل غلط۔'' باتوں باتوں میں نہیں محاورات میں۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''بھئی لڑ نہ پڑنا... ابھی تو ہم نے کام شروع بھی نہیں کیا۔''

''لیکن ابا جان! ہم یہاں کام کرنے کے لیے تو آئے ہی نہیں۔''

''یہ بات تو ہے لیکن اب ایک معاملہ جو پیش آ گیا ہے، اب اس سے دو دو ہاتھ تو کرنا ہی ہوں گے۔''

''چچ ہے؟'' مارے حیرت کے محمود کے منہ سے نکلا۔

''حد ہو گئی... بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''یہ ان کی پرانی عادت ہے... کہاں کی کہاں پہنچ جاتی ہے۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''معلوم ہوتا ہے ہم کوئی کام نہیں کریں گے... صرف باتیں ہی بگھاریں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''یوں تو خیر باتیں بگھارنا بھی ایک کام ہے۔'' فاروق مسکرایا۔

''اچھا بابا... ہانک لو... جو ہانکنی ہے...'' انہوں نے تنگ آ کر کہا۔

''آپ ناراض ہوتے ہیں تو ہم رک جاتے ہیں۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''کس بات سے۔'' انہوں نے پوچھا۔

''جس بات سے بھی آپ کہیں گے، رک جائیں گے۔''

''بس تو پھر باتیں کرنے سے رک جاؤ... اب میں تمہاری آواز نہ

سنوں۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

تینوں ایک دم ساکت ہو گئے...

''کیا بات ہے تم نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔''

''آپ نے ہی تو کہا ہے... اب میں تمہاری آواز نہ سنوں۔''

''دھت تیرے کی۔'' انہوں نے محمود کے انداز میں کہا۔

''اچھی بات ہے ابا جان... میں دائیں طرف جا رہی ہوں۔''

''اور میں بائیں طرف۔'' محمود نے فوراً کہا۔

انہوں نے سر ہلا دیے، منہ سے کچھ نہ کہا... تاکہ وہ کہیں کسی اور بات کے پیچھے ہاتھ دھو کر نہ پڑ جائیں...

اب فرزانہ اور محمود دائیں بائیں چلنے لگے... ساتھ میں وہ دروازے سے کان لگا لگا کر اندر کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہے تھے... آخر ایک جگہ فرزانہ کو اندر کی آوازوں نے روک لیا... یہ کوٹھی نواب چانگی کے بالکل ساتھ والی تھی... اس نے فوری طور پر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر دیا... وہ سب بھی وہاں آ گئے اور ان کے کان دروازے سے جا لگے... اندر سے واقعی کچھ خوفناک قسم کی آوازیں آ رہی تھیں... انسپکٹر جمشید پریشان ہو گئے... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھ دیا... اندر دور کہیں گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔

○

ان کی نظریں ایک دوسرے کی طرف اٹھ گئیں اور پھر معاذ پر جم گئیں

"اگر تم لوگوں کے منہ سے ذرا سی آواز بھی نکلی تو دماغوں میں سوراخ ہو جائیں گے... سنا تم نے... کیونکہ اگر ہمارے لیے خطرہ ہوا تو ہم تم لوگوں کو زندہ چھوڑ کر کیا کریں گے... لہٰذا ساکت ہو جاؤ... میں دروازے پر جاتا ہوں... تم ان تینوں کو آخری کمرے میں لے جاؤ اور دروازہ اندر سے بند نہ کرنا... میں باہر سے بند کروں گا۔"

"ٹھیک ہے باس۔" ان میں سے ایک نے کہا... پھر وہ اس وقت تک وہاں کھڑا رہا جب تک کہ وہ لوگ آخری کمرے میں نہیں چلے گئے اور جا کر انہوں نے دروازہ بند نہیں کر لیا... دروازہ بند ہونے پر اس نے باہر سے بھی اس کی چٹخنی لگا دی... پھر صدر دروازے کی طرف بڑھا اور کچھ پوچھے بغیر دروازہ کھول دیا۔

باہر موجود لوگوں کو دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... وہ انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھیوں کو بہت اچھی طرح پہچانتا تھا اور اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ اس وقت ان سے سامنا ہوگا... ادھر انسپکٹر جمشید اس شخص کو دیکھ کر بہت بری طرح چونکے تھے... ان کے منہ سے نکلا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ چھاگل بھائی ہیں۔"

"ٹھیک پہچانا انسپکٹر جمشید، لیکن مدت ہوئی، میں جرائم چھوڑ چکا ہوں۔"

"ضرور ایسا ہی ہوگا... لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم نے اس کوٹھی سے ایک خوفناک چیخ کی آواز ابھرتے سنی ہے۔"

"میں نے اونچی آواز میں ٹی وی لگایا ہوا تھا... اونچا سننے لگا ہوں۔"

"او ہو اچھا... بھلا کب سے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"دو ڈھائی سال ہو گئے ہیں۔"

"تو کانوں کو کوئی آلہ لگوا لیا ہوتا۔"

"ڈاکٹر کا کہنا ہے... پہلے کانوں کا آپریشن ہوگا پھر آلہ لگے گا۔"

"اگر ہم اس گھر کی تلاشی لے لیں تو کوئی اعتراض تو نہیں آپ کو۔"

"بالکل نہیں... لیکن آپ اپنا وقت ضائع کریں گے... میں اب ایک شریف انسان کی زندگی گزار رہا ہوں... آپ چاہیں تو نواب صاحب سے معلوم کر لیں... میں ان کا کئی سالوں سے پڑوسی ہوں... اگر میں غلط کام کرتا تو اس دوران میری کوئی بات تو سامنے آتی۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن کام کرنے کے ہمارے کچھ اصول ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"جہاں تک مجھے یاد ہے... آپ ایک گروہ میں شامل تھے... ایک دن اس گروہ کے کچھ لوگ پکڑے گئے تھے... ان سے باقی لوگوں کے نام بھی اگلوا لیے گئے تھے... اس طرح سب کو سزائیں ہو گئیں... اس گروہ کا کام تھا لمبے چوڑے ہاتھ مارنا... یہ گروہ تھا بھی بہت تیز طرار... اس کا کبھی کوئی فرد پکڑا نہیں گیا تھا، بس اس مرتبہ نہ جانے کیا غلطی ہو گئی تھی... بلکہ میں آپ سے کیوں نہ پوچھ لوں... بھلا کیا غلطی ہو گئی تھی۔"

"وہ غلطی مجھ ہی سے ہوئی تھی... میں نے پانی پینے کے لیے ایک جگہ پر اپنی انگلیوں کے نشانات چھوڑ دیئے تھے حالانکہ جب میرے ہاتھ پر دستانہ

نہیں تھا تو مجھے بنک کو ہاتھ نہیں لگانا چاہیے تھا... بس یہ تھی وہ غلطی۔''

''لیکن اس غلطی سے بھلا آپ پکڑے کیسے گئے... کیا آپ کا ریکارڈ موجود تھا۔''

''ہاں محکمہ پولیس میں میرا ریکارڈ موجود تھا... میں پولیس میں ملازمت کر چکا تھا لیکن خراب کارکردگی کی بنیاد پر مجھے محکمے سے فارغ کر دیا گیا تھا... سو اس طرح میں ان نشانات کی وجہ سے پکڑا گیا۔''

''پھر آپ نے سزا کاٹی اور جیل سے باہر آگئے اور اس وقت سے آپ یہاں ہیں۔''

''ہاں! یہی بات ہے...''

''لیکن یہ کوٹھی کیسے بنالی یا خرید لی... کیا ڈاکا زنی سے؟''

چھاگل کے منہ پر ایک رنگ آکر گزر گیا... لیکن پھر اس نے کہا۔

''نہیں! یہ کوٹھی کرائے کی ہے۔''

''اوہ!''

''جی ہاں میں اس کا مالک نہیں... جب میں جیل سے نکلا تو تلاش ہوئی کرائے کی جگہ کی... انہی دنوں اخبار میں اس کوٹھی کا اشتہار شائع ہوا تو کہ کرائے کے لیے خالی ہے سو میں نے پتا پڑھا اور یہاں چلا آیا۔''

''اوہ تو یہ بات ہے... تو کیا بیوی بچوں کے ساتھ رہتے ہیں؟''

''جی ہاں!'' اس نے کہا۔

''آپ اب کرتے کیا ہیں۔''

''کچھ کاروباری اداروں میں رقمیں لگا رکھی ہیں، منافع ملتا ہے۔''

''اور رقمیں ڈاکے ڈال کر حاصل کی گئی تھیں۔''

''دیکھیے میں اپنے جرائم کی سزا بھگت چکا ہوں۔''

''لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس دور کی لوٹی ہوئی رقموں سے کاروبار کریں... یہ سب رقوم آپ کو سرکاری خزانے میں جمع کرا دینی چاہیئں تھیں اور جیل سے نکل کر کوئی کام کرنا چاہیے تھا۔''

''یہ رقم میں نے والدہ کے زیور بیچ کر جمع کی تھی۔''

''چلیے ٹھیک ہے... اب ہم واپس اپنی بات کی طرف آتے ہیں... ہم نے گونجتی ایک خوفناک آواز سنی تھی، دراصل ہم نواب صاحب کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، ان کے دوست ہیں۔''

''اوہ اچھا۔''

''لہٰذا ہم اپنا اطمینان کرنا چاہتے ہیں... آپ ہمیں تلاشی لینے دیں۔''

''آپ شوق سے تلاشی لے لیں... میرے بیوی بچے تو یوں بھی آج کل یہاں نہیں ہیں... گاؤں گئے ہوئے ہیں۔''

''شکریہ! آپ کے گاؤں کا نام؟''

''حیرت ہے... آپ مجھ سے کیسے کیسے سوال پوچھ رہے ہیں اور بات صرف اتنی سی ہے کہ میرے گھر سے آپ کو چیخ سنائی دی ہے اور میں اس کی وضاحت کر چکا ہوں... میں نے ٹی وی اونچی آواز میں لگا رکھا تھا۔''

''اس کے باوجود ہم اپنے اصول سے مجبور ہیں۔''

"آخر آپ کا اصول ہے کیا۔" چھاگل جھنجھلا اٹھا۔

"اپنے شک کو خود دور کرنا... کسی کی بات پر اعتبار نہ کرنا۔"

"اچھی بات ہے، اندر تشریف لے آئیں اور اپنا اطمینان کر لیں..."

نے راستہ دیتے ہوئے کہا۔

اب وہ اندر داخل ہوئے... اندر داخل ہوتے ہی انہیں دائیں...
باغ نظر آیا... گیٹ سے اندر برآمدے تک پختہ اینٹوں کا راستہ نظر...
باغ کے بائیں طرف دیوار کے ساتھ ایک سڑک جاتی نظر آئی... اس...
آخر میں ایک گیراج تھا... اور اس میں اس وقت دو گاڑیاں کھڑی تھیں...

"دو گاڑیاں؟" ان کا انداز سوالیہ تھا۔

"دو گاڑیاں رکھنا جرم ہے کیا؟" چھاگل نے حیران ہو کر کہا۔

"غیر قانونی طریقے سے کمائے ہوئے پیسے سے دو کیا ایک گاڑی...
بھی جرم ہے۔"

"آپ سے کہا تو ہے کہ یہ پیسے میری ماں کے زیور بیچ کر حاصل...
تھے..." اس نے برا سا منہ بنایا۔

"پہلے ہم ان دونوں گاڑیوں کو دیکھیں گے۔"

"یہ کیا بات ہوئی... کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ جس شخص...
سے چیخ نکلی تھی وہ ان میں سے کسی گاڑی میں چھپا ہوا ہے۔"

"نہیں! ہم پہلے ان دونوں گاڑیوں کو دیکھیں گے... چیک کر...
... یہ ہیں کس کے نام کی گاڑیاں... یعنی ان کا مالک کون ہے۔"

"ضرور... دیکھیں... یہ میری گاڑیاں ہیں۔"

اب وہ گاڑیوں کے پاس آئے... انہوں نے اپنے طریقے کے مطابق
ان کا جائزہ لیا... ایک گاڑی کا انجن کسی حد تک گرم تھا... جبکہ دوسری
گاڑی کا بالکل ٹھنڈا تھا گویا پہلی کار کچھ دیر پہلے کوٹھی تک لائی گئی تھی۔

"کیا آپ کچھ دیر پہلے کہیں باہر گئے تھے۔"

"جی ہاں... ایسے ہی گھومنے چلا گیا تھا۔"

"خوب خوب!"

اب انہوں نے اکرام کے نمبر ملائے اگرچہ وہ اس وقت اپنے شہر سے
بہت دور تھے۔ لیکن مجبوری تھی... اکرام کو بلانا ہی تھا... سلسلہ ملتے ہی
انہوں نے کہا۔ "اکرام سرحدی گاؤں گڑگاواں میں نواب چانگی کی کوٹھی
ہے۔"

"دیکھی تو نہیں ہے سر... لیکن آپ کہتے ہیں تو دیکھ لوں گا۔"

"بس تو وہاں آجاؤ... ہم ان کے ساتھ والی کوٹھی میں موجود ہیں...
یہاں کچھ نشانات وغیرہ کا کام ہے۔"

"بہت بہتر سر۔"

انہوں نے فون بند کر دیا تو چھاگل نے حیران ہو کر کہا۔

"آخر یہ آپ کیا کر رہے ہیں... آپ کو میری کوٹھی میں کوئی چیخ سنائی
دی تھی تو آپ تلاشی لے لیں... یہ کیا کہ اپنے ماتحتوں کو بلا رہے ہیں۔"

"بات دراصل یہ ہے چھاگل صاحب... ہم کوئی کام بھی کچا کرنے کے

عادی نہیں ہیں ... اب یہاں آ جو گئے ہیں تو مکمل تلاشی لیں گے ... پوری چھان بین کریں گے۔''

''بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں ... آپ اپنے کام کو اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔'' چھاگل نے سخت ناگواری کے عالم میں کہا۔

'' محمود ... فاروق ... تم ان دونوں گاڑیوں کے پاس ٹھہرو ... ہم اندر چلتے ہیں ... تم ان سے نظریں نہ ہٹانا۔''

''جی ... جی اچھا۔'' دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

ایسے میں ایک بار پھر وہی چیخ سنائی دی ... وہ بری طرح اچھلے۔ فرزانہ کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا ... اس کے منہ سے نکلا۔

''ارے باپ رے۔''

دیوار

انہوں نے ایک ساتھ فرزانہ کی طرف دیکھا ... ادھر فرزانہ کے منہ سے نکلا۔ ''وہی چیخ ... وہی انداز اور وہی آواز۔''

''اب کیا کہتے ہیں مسٹر چھاگل۔'' انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یہ ضرور میرے خلاف کوئی سازش ہے، کوئی چال ہے کیونکہ میرے گھر میں تو میرے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے ... آپ یہاں موجود ہی ہیں ... خود ہی دیکھ لیں۔''

''وہ تو خیر ہم دیکھ ہی لیں گے اور آپ فکر نہ کریں ... ہم چیخنے والے کو تلاش کرلیں گے اور جو اسے چیخنے پر مجبور کر رہا ہے، اسے بھی گرفتار کریں گے ... لیکن اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ آپ خود بتا دیں ... چیخنے والا کہاں ہے ... کیوں اسے چیخنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔''

''میں کہہ چکا ہوں ... یہ میرے خلاف کوئی چال ہے ... اگر ایسا نہیں ہے تو آپ اس شخص کو تلاش کر ہی لیں گے۔''

''تو ٹھیک ہے ... اب ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں اور آپ پر خوب اچھی طرح واضح کر دیتے ہیں کہ اگر اس کمرے میں وہ شخص ہم نے برآمد کر لیا اور اس نے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی کہانی ہمیں سنائی تو پھر آپ

نہیں بچ پائیں گے۔"

"ٹھیک ہے ... آپ اپنا کام شروع کریں اور مجھے مجرم ثابت کریں۔"

"او کے ... آپ ہمارے ساتھ رہیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔" چھاگل مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ میں بہت اعتماد تھا ... وہ پل بھر کے لیے حیران ہوئے پھر انہوں نے تلاشی شروع کردی ... پوری کوٹھی دیکھنے کے بعد وہ اس کمرے کے دروازے پر آئے جسے باہر سے بند کیا گیا تھا۔ "یہ دروازہ باہر سے بند کیوں ہے۔"

"اس میں ہم اپنی بلی کو چھوڑ دیتے ہیں جب وہ تنگ کرتی ہے تو۔"

"تو آپ نے بلی بھی پالی ہوئی ہے۔"

"جی ہاں۔"

"دروازہ کھول دیں، ہم اس کمرے کو بھی دیکھنا چاہتے ہیں، کیا خبر چیخنے والا اسی کمرے میں ہو۔"

"پھر وہی بات۔" اس نے جھلا کر کہا اور دروازہ کھول دیا ... فوراً ہی ایک بلی تیر کی طرح کمرے سے نکل کر دوسری طرف چلی گئی ...

"دیکھا آپ نے، بس اس کی وجہ سے اس کمرے کو بند رکھتے ہیں۔"

"اگر آپ کو یہ بلی تنگ کرتی ہے تو آپ اسے کسی اور کو دے دیں ... یا جنگل میں چھوڑ آئیں۔"

یہ سن کر چھاگل نے سرد آہ بھری پھر بولا۔ "کئی بار یہ کوشش کر چکا ہوں ... یہ پھر آجاتی ہے ... ایک بار تو کار میں بٹھا کر دوسرے شہر چھوڑ آیا، ... وہاں سے بھی آگئی لیکن آئی تھی کوئی چھ ماہ کے بعد ... مطلب یہ کہ یہ بچپن سے ہی یہاں پلی تھی ... بس یہی گھر اسے پسند ہے ... کہیں بھی چھوڑ آئیں واپس آجاتی ہے ... اس لیے ہم بھی اسے زیادہ تر اس کمرے میں رکھتے ہیں لیکن یہ اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتی۔"

"اوہ اچھا ... خیر چھوڑیں ... جانوروں کی اپنی اپنی عادات ہوتی ہیں، خصلتیں ہوتی ہیں ... بلیوں کے بارے میں ایسی باتیں سننے میں آتی ہیں ... اب ہم ذرا اس کمرے کا جائزہ لے لیں۔"

"اب بھی آپ اس کمرے کا جائزہ لیں گے حالانکہ آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں کہ یہ کمرہ بند تھا اور اس میں بلی تھی۔"

"ہاں تو پھر کیا ہوا ... ہم تلاشی ہی تو لے رہے ہیں اور تو کچھ نہیں کر رہے۔" انسپکٹر جمشید نے آنکھیں نکالیں۔

"میرا مطلب ہے بلاوجہ وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ ... آپ کوٹھی کے اور حصوں کی تلاشی لیں۔"

"اس کمرے کی تلاشی لینے میں اتنا وقت نہیں لگے گا، ہمیں خود اپنے وقت کا بہت شدت سے احساس ہے۔"

"میں اب کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

وہ اندر داخل ہوئے ... کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا اور کمرے کے فرش پر کافی چیزیں بکھری پڑی تھیں ... یوں لگتا تھا جیسے بلی نے ادھم مچایا ہو ... انہوں نے سب سے پہلے کمرے کا جائزہ لیا لیکن جوتوں کے کوئی نشانات نظر

نہ آئے ... اس پر انہیں قدرے الجھن ہوئی ... اگر اس کمرے میں کی

رکھا گیا ہوتا تو جوتوں کے نشانات ضرور ہوتے ... اس کے بعد انہوں

دیواروں کو ٹٹولا۔ ان میں کہیں کوئی کھوکھلا پن نظر نہ آیا۔ فرش پر کوئی

تو تھا نہیں، وہ تو صاف ہی نظر آرہا تھا۔ اس میں اگر کوئی خفیہ راستہ

وہ تو فوراً ہی بھانپ لیتے ... آتشدان کے نیچے بھی انہیں فرش ہی نظر آ

"میرا خیال ہے ... اس کمرے میں کچھ نہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"تب پھر ہم اس چیخ کا کیا کریں۔"

"چھاگل صاحب ... کیا آپ ٹی وی پر کوئی ڈرامہ دیکھ رہے تھے

لیکن نہیں ... دوسری چیخ کے وقت تو ہم آپ کے ساتھ تھے ... اس

یہاں کون سا ڈرامہ چل رہا تھا ... یعنی ڈرامے والی بات نہیں رہی ...

تو پھر یقیناً یہاں کوئی چیخا تھا۔"

"وہ کہاں ہے جو چیخا تھا۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا

"سوچنا ہوگا غور کرنا ہوگا ... ہم سے ضرور کوئی بھول ہو رہی ہے

انسپکٹر جمشید بڑبڑائے۔

"بھول!" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں ! بھول ! یہ کوٹھی کسی خاص کاریگر کی بنائی ہوئی ہے ... اس

اس کوٹھی میں چھپنے کی کوئی ایسی جگہ بنائی ہے کہ ہم اس تک نہیں پہنچ پا

ہمیں ذرا حساب کے طریقے سے اس کوٹھی کا جائزہ لینا ہوگا۔"

"جی کیا کہا ... حساب کے طریقے سے۔" مارے حیرت کے ان کے

سے ایک ساتھ نکلا ...

"ہاں ! بالکل یہی بات ہے ... پیمائش کے ذریعے ہم اس جگہ تک پہنچ سکتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"بالکل۔" انسپکٹر جمشید کے چہرے پر جوش تھا۔

اب انہوں نے ایک رسی منگائی ... رسی نواب چانگی کے ہاں سے لانی پڑی ... انہوں نے حیران ہو کر پوچھا تھا۔

"مم ... میں سمجھا نہیں ... چیخنے والے آدمی کی تلاش کے سلسلے میں رسی کی کیا ضرورت پڑ گئی۔"

"یہ تو ابا جان جانیں ... دراصل ہم پوری کوٹھی کی تلاشی لے لینے کے باوجود چیخنے والے کو تلاش نہیں کر سکے ... ابا جان کا خیال ہے اس کوٹھی کی تعمیر میں ضرور کوئی کاری گری دکھائی گئی ہے ... اس لیے وہ رسی کے ذریعے اس کی دیواروں وغیرہ کی پیمائش کرنا چاہتے ہیں۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"اوہ ... اوہ۔" مارے حیرت کے نواب چانگی کے منہ سے نکلا تھا۔

پھر انہوں نے ایک لمبی رسی دے دی۔ فاروق نے رسی لا کر اپنے والد کے حوالے کی ... اب محمود اور انسپکٹر جمشید مل کر کوٹھی کی دیواروں کو ناپنے لگے۔ اس کام میں انہیں ایک گھنٹا لگ گیا ... آخر انہوں نے اعلان کیا ...

"ہمارے چور ڈرائنگ روم کی دیوار کے اندر ہیں ... ڈرائنگ روم کی دیوار اور اس کے ساتھ والے کمرے کی دیوار کے درمیان میں فاصلہ ہے لیکن پیمائش کیے بغیر اس فرق کو نہیں جانا جاسکتا ... اس جگہ دونوں دیواروں

کے درمیان اتنا فاصلہ ضرور ہے کہ اس میں دو چار آدمی سما سکیں ... اور اب ہم اس دیوار کو کھٹکھٹا کر دیکھیں گے اور فوری طور پر بتا دیں گے کہ ہمارا حساب درست ہے یا نہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے خاص انداز میں دیوار کو دھپ دھپایا... ایسا کرتے ہی ان پر جوش سوار ہوگیا... وہ چلا اٹھے۔

''چیخنے والا یہیں ہے ... اور اب تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس دیوار میں راستہ بھی ڈرائنگ روم سے ہی نکلے گا... بلی والے کمرے کی کوئی اہمیت نہیں ہے...''

اب جو انہوں نے ڈرائنگ روم کی ایک قد آور الماری کا جائزہ لیا تو اس میں آسانی سے راستہ مل گیا ... انہوں نے اسے کھولا تو دوسری طرف خفیہ جگہ میں ایک عورت اور ایک لڑکی کے ساتھ چار آدمی نظر آئے۔ ان میں سے عورت، بچی اور ایک مرد کے چہروں پر خوشی نظر آئی ... باقیوں کے چہروں پر مردنی چھا چکی تھی ...

''تو دونوں مرتبہ آپ چیخے تھے۔'' انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا جس کے چہرے پر خوشی نظر آئی تھی۔

''یہ آپ نے کیسے جانا ابا جان ... چیخنے والا تو ان میں سے کوئی بھی ہو سکتا ہے۔''

''ہاں! ہونے کو کیا نہیں ہو سکتا۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''جی کیا مطلب!''

''بھئی خواتین کے علاوہ ان میں سے صرف انہی صاحب کے چہ،

رے پر خوشی ہے ... اور تم نے جو چیخ سنی تھی وہ مردانہ تھی اس لیے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ چیخ انہی کی تھی.... کیوں بھئی میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔''

یہ کہہ کر وہ ان کی طرف مڑے۔

اور پھر ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''ارے! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

یہ کہتے ہی انہوں نے باہر کی طرف چھلانگ لگائی۔

☆☆☆

نن ... نہیں

"جی ... کیا دیکھ رہے ہیں ... مہربانی فرما کر ہمیں بھی دکھا دیں۔"

"وہ ... چھاگل ۔"

یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید کمرے سے نکل گئے ... وہ بیرونی دروازے کی طرف اڑے جا رہے تھے ... انہوں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ، ان کے پیچھے دوڑ پڑے ... جب تک وہ دروازے پر پہنچے انسپکٹر جمشید کوٹھی سے باہر نکل چکے تھے۔ وہ بھی باہر نکل آئے ... وہاں انسپکٹر جمشید ہونقوں کی طرح ادھر ادھر دیکھ رہے تھے ... پھر وہ بڑبڑائے۔ "یہ ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"جی ... کیا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میں نے اسے کمرے سے نکلتے دیکھ لیا تھا ... اسی وقت میں نے بھی باہر چھلانگ لگا دی تھی ... جب میں یہاں پہنچا تو بیرونی دروازہ کھلا ملا ... باہر نکلا تو دائیں بائیں ... اس کا دور دور تک پتا نہیں تھا ... اس لیے میں کہہ رہا ہوں ... یہ کیسے ہو سکتا ہے ... یعنی وہ اس قدر جلد کس طرح غائب ہو سکتا ہے ... جب اس نے دیکھا کہ اس کا پول کھلنے لگا ہے اور جن لوگوں کو اس نے اپنی کوٹھی میں قید کیا تھا وہ تلاش کر لیے گئے ہیں اور اب وہ پکڑا جائے گا تو اس نے دوڑ لگا دی ... سوال یہ ہے کہ اس قدر جلد وہ کس

طرح نظروں سے اوجھل ہو گیا ... خیر میں اس طرف دوڑ لگاتا ہوں ... محمود ... فاروق ... تم اس طرف دوڑ لگاؤ اور کافی دور تک جا کر دیکھ آؤ ... محمود اور فرزانہ تم یہیں ٹھہرو۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے دوڑ لگا دی۔

"یہ ... ہو کیا رہا ہے۔" مارے حیرت کے فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ہونا کیا تھا ... ہمارا تفریحی پروگرام خراب ہو رہا ہے ... ہم نے اس بار یہ سوچا تھا کہ شہر کے ہنگاموں سے دور چلتے ہیں ... جہاں کسی کیس سے واسطہ پڑنے کا دور دور تک کوئی امکان نہ ہو ... لیکن ہو یہ رہا ہے کہ کیس پلے پڑتا نظر آ رہا ہے ... فرزانہ تمہارے کان ہیں یا کیا ہیں۔" محمود نے جھلائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہیں تو کان ہی ... لیکن ہیں ذرا مختلف۔"

"ارے ... ہم اس خفیہ راستے کو تو بھول ہی گئے ... اور ان لوگوں کو بھی ... جو اندر قید ملے ہیں۔"

وہ دوڑ کر اندر آئے ... یہاں صورت حال جوں کی توں تھی ... مرد، بچی اور خاتون حیران پریشان کھڑے تھے لیکن ان کے ساتھ جو تین افراد ملے تھے، وہ غائب تھے ... انہوں نے ادھر ادھر دیکھا ... پھر فرزانہ نے کہا۔"وہ تین کہاں گئے۔"

"جونہی آپ لوگ باہر نکلے ... وہ بھی نکل گئے۔"

"لیکن ہم نے انہیں نکلتے نہیں دیکھا۔" مارے حیرت کے محمود نے کہا۔

"جب پھر ہو سکتا ہے... اس کوٹھی میں پچھلی طرف بھی کوئی دروازہ ہو...
"اوہ ہاں میں دیکھ کر آتی ہوں... محمود تم ان کے پاس ٹھہرو... کہ
یہ بھی فرار کی کوشش نہ کریں۔"

"ہم کیوں ایسی کوشش کرنے لگے... آپ لوگ تو ہمارے محسن ہیں
ورنہ یہ لوگ تو ہمیں جان سے مارنے والے تھے۔"

"اوہ!" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

ادھر فرزانہ نے کوٹھی کی چار دیواری کے ساتھ ساتھ دوڑ لگا دی... اب
وہاں صرف وہ کھڑے رہ گئے... اس وقت محمود نے کہا۔

"اب بتائیں یہ کیا چکر ہے... آپ کون ہیں اور کیوں پیچھے تھے۔"

"ہم... میرا نام معاذ ہے... معاذ۔"

"اچھا... لیکن یہ کیا چکر ہے۔"

"چکر تو خیر میں آپ کو نہیں بتاؤں گا... ہاں اپنے افسران کو ضرور
بتاؤں گا، کیونکہ مجھے نہیں معلوم... آپ کون ہیں؟"

"اچھی بات ہے... آپ اپنے کسی ذمے دار کو یہاں بلا لیں۔"

"میرے پاس موبائل فون نہیں ہے... ان لوگوں نے ہر چیز لے لی
تھی... مہربانی فرما کر مجھے اپنا موبائل دے دیں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔" یہ کہہ کر محمود نے اسے موبائل دے دیا۔

"ایک منٹ ٹھہرو محمود... ابھی اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی کہ یہ
لوگ دوست ہیں یا دشمن... کیا خبر... یہ فون کر کے کسے بلا لیتے ہیں۔

لہٰذا جب تک ہمارے باقی ساتھی نہیں آجاتے، اس وقت تک انہیں فون نہ
کرنے دیں... اباجان بہتر فیصلہ کریں گے۔" دروازے کی طرف سے
فرزانہ کی آواز آئی۔

"اباجان؟ کون ہیں آپ کے اباجان... کیا وہی جو آپ کے ساتھ
تھے۔" معاذ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں وہی ہمارے والد ہیں انسپکٹر جمشید... محکمہ سراغرسانی کے
انسپکٹر جمشید... ہمارے ملک کے نامور ترین سراغرساں۔" فرزانہ نے جلدی
جلدی کہا۔

"اُف مالک... وہ انسپکٹر جمشید تھے۔" معاذ نے پر جوش انداز میں کہا۔

"ہاں تھے تو وہی... کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔"

"میں نے ان کا بہت نام سنا ہے... میں چونکہ زیادہ تر پڑوسی ملک
میں رہتا رہا ہوں... اس لیے مجھے کبھی ان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا
... بہرحال یہ میری خوش قسمتی ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں۔"

"آخر آپ کون ہیں... اب تو اپنے بارے میں بتا دیں۔"

"میں ان کے آنے پر بتا دوں گا... اگر وہ واقعی انسپکٹر جمشید ہیں...
ورنہ اپنے محکمے کے افسران کے ساتھ ہی بات کروں گا۔"

"خیر... انہیں آ لینے دیں۔"

اور اسی وقت انہوں نے انسپکٹر جمشید اور فاروق کو آتے دیکھا... ان
کے چہرے پر ناکامی صاف لکھی تھی۔

''تو چھاگل نہیں مل سکا۔'' محمود مسکرایا۔

''نہیں ... ایسا لگتا ہے کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، دور دور تک پتا نہیں چلا۔''

''تب پھر اس نے آس پاس کہیں پناہ لی ہے ... اور پناہ کی جگہ پہلے سے مقرر ہوگی لہٰذا وہ بے دھڑک وہاں چلا گیا۔''

''ضرور ایسا ہی ہوا ہے ... کیونکہ جو تین افراد رہ گئے تھے وہ بھی اسی طرح غائب ہو گئے ہیں۔''

''کیا ؟؟'' انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

''جی ہاں! ہم آپ کے پیچھے دوڑتے ہوئے گیٹ تک چلے گئے تھے، واپس لوٹے تو وہ جا چکے تھے ... اب لے دے کے یہ تین رہ گئے ہیں اور یہ ان کے ساتھی نہیں ہیں ... بلکہ انہیں ان لوگوں نے پکڑا ہوا تھا۔''

''خیر ہم ان سے حالات تو معلوم کر ہی لیں گے۔''

''لیکن ان صاحب کا کہنا ہے کہ یہ اپنے ادارے کے سربراہ کو ہی حالات سنا سکتے ہیں ... کسی اور کو نہیں۔'' محمود نے کہا۔

''نہیں جناب! یہ اس وقت تک کی بات تھی جب تک مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ آپ لوگ کون ہیں ... اب جبکہ آپ کے بارے میں معلوم ہو گیا ہے تو میں حالات سنا سکتا ہوں کیونکہ اس بات پر ہمارے محکمے کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''نہیں ...'' انسپکٹر جمشید نے زور انداز میں کہا۔

''جی ... آپ نے کیا فرمایا ... نہیں۔''

''نہیں ... بلکہ آپ ایسا کریں ... اپنے ادارے کے سربراہ سے بات کر لیں ... انہیں ساری صورتِ حال بتائیں اور پھر ان سے پوچھیں ... کیا آپ ان حالات میں ہمیں ساری بات بتا دیں ... اگر وہ اجازت دیتے ہیں تو بتا دیں ورنہ ہرگز نہ بتائیں ... اس صورتِ حال میں ہم آپ کو اپنے ساتھ ان تک لے جائیں گے۔''

''ارے بہت خوب! آپ کے بارے میں جیسا سنا تھا، آپ کو اس سے بڑھ کر پایا ... میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر صورت ہے۔''

''ٹھیک ہے آپ انہیں بتا دیں ... یہ موبائل لے لیں۔''

انہوں نے اپنا موبائل معاذ کی طرف بڑھا دیا ... اب اس نے اپنے سربراہ کے نمبر ملائے ... جلد ہی سلسلہ مل گیا ... معاذ نے اپنی کارگزاری سنانا شروع کی اور موجودہ صورتحال تک بتاتا چلا گیا۔

دوسری طرف سے کہا گیا۔ ''ٹھیک ہے ... مناسب ہوگا کہ تم ان کا محکمے کا شناختی کارڈ چیک کرلو ... اگر یہ واقعی انسپکٹر جمشید ہیں تو پھر موجودہ صورتحال سے باخبر رکھنا ہی مناسب ہوگا ... اس طرح تم اور وہ فائل حفاظت سے یہاں تک پہنچ جائے گی۔''

''جی بہتر!'' فون بند کر کے اس نے انسپکٹر جمشید سے کہا: ''اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ کا محکمہ سراغرسانی کا سروس کارڈ چیک کرنا چاہوں گا ... صرف یہ یقین کرنے کیلئے آپ انسپکٹر جمشید ہی ہیں۔''

"ضرور ... کیوں نہیں ..." انسپکٹر جمشید نے تعریفی نظروں سے
طرف دیکھا اور پرس میں سے دونوں کارڈ نکال کر اس کے سامنے
اب معاذ نے اپنی کہانی شروع کی اور آخر تک سنا دی۔ اس کے
ہونے پر انسپکٹر جمشید نے کہا: "وہ فائل اب کہاں ہے؟"
"وہ میں نے ریحانہ صاحبہ کے گھر میں چھپا دی تھی کیونکہ
بات کا زبردست امکان پیدا ہو گیا تھا کہ فائل ہاتھ سے نکل جائے
"آپ نے ٹھیک کیا ... آیئے پہلے وہاں سے فائل لے آئیں
پھر دارالحکومت کا رخ کرتے ہیں۔"
"آپ کا مطلب ہے ... آپ اپنی تفریح درمیان میں چھوڑ
ساتھ جائیں گے۔"
"کوئی بات نہیں ... یہ کام زیادہ اہم ہے ... آخر جو فائل
قربانیاں دے کر حاصل کی گئی ہے ... وہ غیر اہم تو نہیں ہو سکتی
نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ اس فائل میں ہے کیا اور نہ آپ نے
"آپ کہتے ہیں تو بتا دیتا ہوں ... کیونکہ ادارے کے
کسی بات سے روکا نہیں۔"
"آپ نہ بتائیں۔"
"اچھی بات ہے ... کیا اب ہم چلیں۔"
"ہاں! لیکن ان دونوں خواتین کا کیا کریں۔"
"فی الحال ان کا اپنے گھر جانا مناسب نہیں ... وہ گھر دشمن

میں ہے، کہیں وہ غصے میں ان پر حملہ نہ کر دیں، اس لیے ابھی ہم انہیں
نواب صاحب کے ہاں چھوڑ دیتے ہیں ... یہ ان کی بیگم اور بچوں کے ساتھ
قیام کریں گی۔"
"ٹھیک ہے ... آپ دونوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"
"جی ... جی نہیں۔" ریحانہ نے کہا۔
"ویسے اس سلسلے میں آپ دونوں نے بہت مدد کی ... آپ کی زندگی
خطرے میں پڑ گئی ... اس لیے حکومت آپ کی خدمات کا ضرور خیال کرے
گی ... اور آپ کے لیے غور کرے گی۔"
"اس کی کوئی ضرورت نہیں ... جو حالات پیش آئے ان میں ہماری کوئی
کوشش نہیں ... یہ تو حالات کا دھارا تھا اس میں ہم بہتے چلے گئے۔"
"خیر ... آیئے آپ کو نواب صاحب کے ہاں لے چلتے ہیں۔"
وہ نواب صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے ... انہوں نے مسکرا کر ان کا
استقبال کیا ... "کیا رہا۔" انہوں نے پوچھا۔ انسپکٹر جمشید نے تفصیل سے
سارے حالات بتائے ... پھر کہا: "مجرم اور اس کے ساتھی ہاتھ سے نکل
گئے ... اب ہم ایک ضروری کام سے جا رہے ہیں ... یہ دو عدد مہمان آپ
کے حوالے کر رہے ہیں ... یہ چند دن آپ کی خواتین کے ساتھ آپ کے
ہاں ٹھہریں گی ... جب یہ معاملہ ختم ہو جائے گا تو انہیں ہم ان کے گھر چھوڑ
آئیں گے۔"
"آیئے ... میں آپ کو اپنی بیگم اور بچوں سے ملواتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ کوٹھی کے اندرونی حصے میں لے گئے ... تقریباً دس منٹ بعد
ان کی واپسی ہوئی۔ ''بیگم اور بچوں سے انہیں ملوا دیا ہے ... وہ بہت خوش
ہیں ... لہٰذا آپ ان کی طرف سے بے فکر ہو جائیں۔''

''بہت خوب! چلیے معاذ صاحب اب ہم اپنی چیز لے آئیں۔''

''اپنی چیز ... کیا مطلب۔'' نواب چانگی نے حیران ہو کر پوچھا۔

''اس معاملے میں آپ کچھ نہ ہی پوچھیں، اسی میں سب کا بھلا ہے۔''

''ٹھیک ہے ... مجھے تھوڑی دیر کے لیے شہر جانا ہے ... میری تو یہاں
ضرورت نہیں آپ کو۔''

''نہیں ... آپ ہو آئیں۔''

اور پھر نواب چانگی اور وہ ایک ہی وقت میں وہاں الگ الگ روانہ
ہوئے ... خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔ ان کا
رخ ریحانہ اور عظمیٰ کے گھر کی طرف تھا ... معاذ ان کے ساتھ تھا۔

''ویسے معاذ صاحب ... آپ لوگوں کا بھی جواب نہیں ... دشمن ملک میں
اس قدر مصیبتیں اٹھاتے ہیں آپ لوگ۔''

''ہمارا جینا مرنا ... سب اس وطن کے لیے ہے اور بس۔''

''ہم آپ کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔''

''آپ ... مجھے شرمندہ نہ کریں۔'' وہ جھینپ سا گیا۔

اور پھر وہ ریحانہ اور عظمیٰ کے گھر پہنچ گئے ... یہ دیکھ کر انہیں بہت
حیرت ہوئی کہ دروازہ چوپٹ کھلا تھا ... وہ گھبراہٹ کے عالم میں اندر داخل

ہوئے ... معاذ سیدھا اس جگہ کی طرف دوڑا ... جہاں اس نے فائل چھپائی
تھی ... اور پھر اس کے منہ سے مارے خوف اور حیرت کے نکلا۔

''نن ... نہیں۔''

☆☆☆

ہم آ گئے

انہوں نے چونک کر معاذ کی طرف دیکھا... اس کا رنگ اڑ گیا تھا... آنکھیں خوف کے مارے پھیل گئی تھیں... وہ فوراً ہی سمجھ گئے...

''تو فائل غائب ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''جی... جی... ہاں۔'' اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''یہ بہت برا ہوا۔''

''اب... اب کیا ہوگا۔''

''اچھی طرح دیکھ لیں، کہیں آپ رکھنے کی جگہ بھول تو نہیں گئے۔''

''اور دروازہ جو چوپٹ کھلا ملا ہے۔''

''ہاں وہ تو ملا ہے... اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ فائل یہاں سے لے جا چکے ہیں لیکن اگر آپ نے فائل کو چھپانے میں خاص احتیاط کی تھی تو اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ وہ یہاں سے ناکام لوٹ گئے ہوں۔''

''لیکن جگہ یہی تھی، اس الماری میں بیشمار گھریلو بیکار چیزیں پڑی تھیں... ان کے پیچھے میں نے وہ فائل دبائی تھی لیکن اب وہ یہاں نہیں ہے۔''

''ہوں... پھر بھی ہم اس گھر کی اچھی طرح تلاشی۔''

''ابا جان... پہلے ہم الماری پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھا لیں۔''

''اوہ ہاں یہ بہت ضروری ہے۔'' وہ مسکرائے۔

محمود نے فوری طور پر نشان اٹھا لیے اور انہیں محفوظ کر لیا... پھر پورے گھر کی خوب اچھی طرح تلاشی لی گئی اور آخر وہ تھکے تھکے انداز میں گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

وہاں ان کے لیے ایک دوسری حیرت موجود تھی... کوٹھی کے دروازے بھی چوپٹ کھلے ملے تھے... نواب چانگی نے کوئی پہرے دار وغیرہ تو رکھا ہوا نہیں تھا... کھلے دروازے دیکھ کر ان کا ماتھا ٹھنکا... وہ دوڑ کر اندر داخل ہوئے اور پھر دھک سے رہ گئے...

اندر کا منظر ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھا... نواب صاحب کی بیگم اور بچیاں رسیوں سے بندھی پڑی تھیں اور ریحانہ اور عظمیٰ غائب تھیں...

انہوں جلدی جلدی انہیں رسیوں سے آزاد کر دیا۔ ان کے منہ میں بھی کپڑا ٹھونسا گیا تھا اور اس پر ٹیپ لگائی گئی تھی... جب ٹیپ اتاری گئی تو ان کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگیں... لیکن ٹیپ تو اتارنی ہی تھی آخر...

''ہاں اب بتائیں... کیا ہوا تھا۔'' انہوں نے پوچھا۔

''آپ لوگوں کے اور نواب صاحب کے جانے کے بعد دستک ہوئی... میں نے جا کر پوچھا... کون ہے... باہر سے کہا گیا... نواب صاحب نے کچھ چیزیں بھیجی ہیں... میں نے دروازہ کھول دیا... بس جی... ساتھ ہی مجھے ایک زور دار دھکا لگا... میں اندر کی طرف گری... ان لوگوں نے اندر آ کر دروازہ اندر سے بند کر لیا... ہمیں رسیوں سے باندھا اور ان دونوں

کو لے کر چلے گئے۔"

"لیکن کیسے لے کر چلے گئے ... پیدل۔" انہوں نے پوچھا۔

"جی نہیں ... ہم نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی ... اس کا
مطلب ہے ... وہ گاڑی کوٹھی کے اندر لے آئے ہوں گے۔"

انہوں نے اکرام کو فون کیا ... اس کی آواز سن کر بولے۔

"اکرام کہاں تک پہنچے۔"

"جی بس ... ہم سرحدی دیہات میں داخل ہو چکے ہیں۔"

"بس ٹھیک ہے۔"

جلد ہی اکرام وہاں پہنچ گیا ... اسے صورت حال بتائی تو مارے حیرت
اور خوف کے اس کے منہ سے نکل گیا۔ "اوہ ... نن نہیں۔"

"یہ ہو چکا ہے اکرام ... اب تو ہمیں ان لوگوں کو تلاش کرنا ہے۔"

"یہ بیٹھے بٹھائے کیا ہو گیا۔" اکرام نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ایسا لگتا ہے مجرموں کا ہیڈ کوارٹر یا ٹھکانہ آس پاس ہی کہیں ہے کیونکہ
وہ پہلے بھی اسی طرح اچانک غائب ہو چکے ہیں یعنی ساتھ والی کوٹھی سے۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہے ... ہم اطراف کی کوٹھیاں چیک کر لیتے ہیں۔"

"بس تو پھر شروع ہو جاؤ۔"

"جی بہتر!" اکرام نے اپنے ماتحتوں کے ذریعے گھروں کی تلاشی شروع
کی ... ادھر وہ اب نواب صاحب کے گھر میں تھے ... اس دوران نواب
صاحب کوٹھی پہنچے ... اکرام کے ماتحتوں نے انہیں روک لیا تھا لیکن جب

انہوں نے اپنا تعارف کرایا تو انہیں اندر آنے دیا گیا۔ نواب صاحب ان
تک پہنچے تو ان کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ... یہاں کیا ہو رہا ہے۔"

"آپ تو شہر چلے گئے تھے اور ہم معاذ کے ساتھ واپس لوٹے تو یہاں
ایک اور حیرت کا سامنا کرنا پڑ گیا ... ریحانہ اور ان کی بیٹی عظمیٰ کو اغوا کر لیا
گیا تھا ... آپ کی بیگم اور بچیاں رسیوں سے بندھی پڑی تھیں۔" انسپکٹر جمشید
جان بوجھ کر فائل کی بات گول کر گئے تھے۔

"اوہ ... نہیں ..." وہ یک لخت بے حد پریشان ہو گئے۔

"کیا ہوا ... آپ پریشان نہ ہوں ... ہم انہیں تلاش کر لیں گے۔"

"میرے لیے پریشانی کی بات یہ ہے کہ وہ دونوں خواتین میری کوٹھی
سے غائب ہوئی ہیں، اب جب تک وہ مل نہیں جاتیں ... مجھے چین کا سانس
نہیں آئے گا ہاں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

"ہوں آپ کی بات ٹھیک ہے، لیکن اس میں آپ کا کیا قصور ہے۔"

"اللہ کرے کہ وہ جلد مل جائیں۔" نواب چانگی نے کہا۔

"اس سارے معاملے میں یہ بات بھی عجیب ہے کہ ان لوگوں کو اغوا کر
کے آپ کے بالکل ساتھ والی کوٹھی میں لایا گیا جہاں چھاگل نہ جانے کب
سے رہ رہا ہے۔"

"آپ کو ایک بات معلوم نہیں۔" نواب چانگی اداس لہجے میں بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"ساتھ والی کوٹھی دراصل میری ہی کوٹھی ہے۔"
"کیا!!!" انسپکٹر جمشید نے چلا کر کہا۔
"ہاں! لیکن یہ میں نے کرائے پر دی ہوئی ہے۔"
"اور یہ چھاگل اس کوٹھی میں کب آیا۔"
"کافی مدت پہلے اس نے کوٹھی کرائے پر لی تھی ... لیکن اس کی طرف سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی ... وقت پر کرایہ دیتا رہا ... اور کبھی کسی سلسلے میں تنگ نہیں کیا۔"
"اس میں آپ کا کیا قصور ... آپ کو کیا پتا کہ وہ جرائم پیشہ ہے۔"
"لیکن اب مسئلہ ان دو خواتین کی وجہ سے میرے لیے پریشان کن ہو گیا ... آخر انہیں یہاں سے اغوا کیا گیا ہے ... ویسے یہ بات بھی عجیب ہے کہ ان دونوں کو اغوا کرنے کی آخر مجرموں کو کیا ضرورت تھی۔"
"دراصل معاذ صاحب کے پاس ایک ایسی چیز تھی جسے پڑوسی ملک کے ایجنٹ اڑا چکے ہیں ... اب شاید وہ ان خواتین کو ڈھال بنا کر بچ نکلنے کی کوشش کریں گے ... یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں خواتین کی بازیابی کی کوشش میں ہمیں الجھائے رکھنا چاہتے ہیں ... لیکن ہم ایسی باتوں سے الجھنے والے نہیں ... ہماری روزمرہ زندگی ایسی وارداتوں سے بھری پڑی ہے البتہ ان دونوں عورتوں کی پریشانی ضرور ہے، وہ بلاوجہ اس معاملے میں الجھ گئیں۔"
انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک گئے ... انہوں نے جان بوجھ کر نواب چانگی کے سامنے فائل کا ذکر نہیں کیا تھا ... یہ ضرور کہا تھا کہ دشمن کے ایجنٹ معاذ

کی کوئی چیز اڑا لے گئے ہیں۔
"میں بہت پریشانی محسوس کر رہا ہوں۔" نواب چانگی نے کہا۔
"اللہ مالک ہے ... ہم اب ان کی تلاش شروع کرتے ہیں ... آؤ بھئی ذرا اس کمرے کا جائزہ لے لیں جن میں وہ تھیں۔"
"بلکہ میری بیوی اور بچیاں بھی تھیں۔" نواب چانگی بول اٹھے۔
"ہاں! لیکن چونکہ ان کا اس معاملے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ... اس لیے وہ انہیں باندھ کر یہیں چھوڑ گئے۔" خان رحمان نے خیال ظاہر کیا۔
"تعلق تو ان دونوں کا بھی نہیں ہے، لیکن وہ چاہتے ہیں ہم ان کی تلاش کے سلسلے میں الجھ جائیں۔" انسپکٹر جمشید نے جواب میں کہا۔
"اوہ ہاں ابا جان! یہ بہت وزنی خیال ہے ... ان دونوں کو غائب کرنے کی اس کے علاوہ کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔"
"بالکل ٹھیک ... ہماری مجبوری بھی یہی ہے ... ہم ان دونوں کو تلاش کیے بغیر نہیں رہ سکتے ... کیونکہ وہ غریب بہت گھبرا رہی ہوں گی ... انہوں نے ایسے حالات بھلا کب دیکھے ہوں گے۔"
"جی ہاں!"
"بس تو پھر آ جاؤ ... بسم اللہ کرتے ہیں۔"
"بسم اللہ!" محمود، فاروق اور فرزانہ نے ایک ساتھ کہا۔
اب وہ اس کمرے میں آئے ... قدموں کے نشانات اٹھانے لگے ... فرش پر ایک چاقو بھی موجود تھا ... وہ تھا تو نواب چانگی کے باورچی خانے

کا ہی ... لیکن یہاں اس لیے پڑا تھا کہ مجرموں نے گھر کی خواتین
باندھنے کیلئے رسی کاٹی تھی... رسیاں کھولنے کے لیے البتہ محمود کا چاقو استعمال
کیا گیا تھا اور باورچی خانے کے چاقو کو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا تھا، بلکہ
اس پر سے بھی انگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے ... اس پر واضح نشانات
موجود تھے...

ایسے میں ان کی نظر معاذ کے چہرے پر پڑی ... مارے فکر اور پریشانی
کے اس کا بہت برا حال تھا ، کیونکہ اصل محنت تو اس کی تھی اور اس مقام
آکر اس کی محنت کو گویا چرا لیا گیا تھا ... ان حالات میں ظاہر ہے ، اس سے
بڑھ کر کون پریشان ہو سکتا تھا ... یہ بات محسوس کر کے انسپکٹر جمشید نے اس
کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔
ہم ان سے فائل واپس حاصل کریں گے اور ریحانہ اور ان کی بیٹی کو بھی
تلاش کرلیں گے ان شاء اللہ۔''

اس کمرے سے جتنے بھی نشانات مل سکے وہ سب محفوظ کر لیے گئے۔
اس کے بعد وہ گیٹ پر آئے ... اس جگہ سے انہیں گاڑی پر سوار کرا کے
لے جایا گیا تھا ... گیٹ کے اندر فرش پر اس گاڑی کے ٹائروں کے نشانات
بھی موجود تھے ... یہ دیکھ کر انہیں قدرے خوشی کا احساس ہوا... انہوں نے
باہر نکل کر ٹائروں کے نشانات کو دیکھا ... وہ صاف نظر آگئے ... گاڑی
وہاں سے بائیں طرف مڑی تھی اور اس کے بعد سڑک پر چڑھ گئی تھی...

''وہ انہیں یہاں سے زیادہ دور نہیں لے گئے ، آس پاس ہی کسی مکان

میں لے گئے ہیں لہٰذا ہم بائیں طرف چلتے ہیں اور جو گھر راستے میں آئے
گا، اس کے باہر ٹائروں کے نشانات دیکھتے رہیں گے اور آگے ہے سرحد...
سرحد سے آگے تو وہ جا نہیں سکتے، اس لیے ہمیں زیادہ دوڑ دھوپ نہیں کرنا
پڑے گی... نشانات نظر آگئے تو کامیابی ہمارے قدم چھو لے گی۔''

''بہت خوب جمشید۔'' خان رحمان خوش ہو گئے۔

اب انہوں نے وہاں سے پیدل مارچ شروع کیا ... ہر گھر کے سامنے
نشانات چیک کرتے چلے گئے ... آخر بیس منٹ بعد ایک گھر کے باہر انہیں
نشانات نظر آگئے... وہ تو اچھل ہی پڑے ... اس قدر جلد ایسی کامیابی کا تو
انہیں گمان تک نہیں تھا... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... پھر
اس مکان کا جائزہ لیا ... وہ ایک بہت بڑا اور پرانا مکان تھا ... شاید پرانے
زمانے کے کسی دولت مند آدمی نے بنوایا تھا ...

''اس مکان کے اندر کار جا سکتی ہے ... دروازہ بہت چوڑا ہے... انہیں
کار باہر روک کر عورتوں کا نکالنا نہیں پڑا ہوگا ... اس طرح آس پاس
والوں کو شک ہو سکتا تھا۔''

''چلو محمود ... اپنا کام کرو۔'' فاروق مسکرایا۔

محمود نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی ... پھر آگے بڑھ کر دستک دے ڈالی
... ایک منٹ تک کوئی ہل جل محسوس نہ ہوئی تو اس نے زور دار انداز میں
دوبارہ دستک دی ... اس مرتبہ جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دینے لگی ... پھر
دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر عورت نظر آئی ...

"ہاں جی کیا بات ہے۔" اس کا لہجہ ان پڑھوں جیسا تھا۔

"کیا گھر میں کوئی مرد نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میرا خاوند اور بیٹا اندر ہیں لیکن وہ اس وقت سوئے ہوئے ہیں۔"

"یہ سونے کا کون سا وقت ہے۔"

"ان کے سونے کا کوئی وقت نہیں جب نیند آتی ہے، سو جاتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے... انہیں جگا دو... ہمیں ان سے ضروری کام ہے۔"

"لیکن انہوں نے کہا تھا... انہیں نہ جگایا جائے۔"

"جگانا پڑے گا... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"کیا کہا... پولیس... پولیس کا ہمارے گھر کیا کام۔"

"ان دونوں کو جگا دو... ہم بتا دیں گے کہ کیا کام ہے۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا... برے برے منہ بناتی اندر کی طرف مڑ گئی... جلد ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی آنکھیں ملتا ہوا باہر آ گیا۔

"ہاں جی کیا بات ہے۔"

"آپ کو گاڑی چلانی آتی ہے۔" فاروق بول اٹھا۔

"کیا مطلب... کیا آپ کو کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے... ہم کھاتے پیتے لوگ ہیں، ڈرائیوری نہیں کرتے پھرتے۔" اس کا لہجہ کافی اکھڑ تھا۔

"یہ سوال کا جواب نہیں..." انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"سوال تو یہ تھا کہ کیا تمہیں ڈرائیونگ آتی ہے۔"

"ہاں! آتی ہے تو پھر۔" اس نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔

"بس یہی معلوم کرنا تھا... ہمیں اس گھر کی تلاشی لینی ہے۔" یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اسے ایک زوردار دھکا دیا... وہ الٹ کر گرا... ساتھ ہی یہ سب اندر داخل ہو گئے...

"کیا مطلب؟" وہ چلایا... اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا۔

"کس بات کا مطلب؟"

"مجھے دھکا دیا اور بلا اجازت اندر داخل ہوئے، کیا یہ جرم نہیں ہے۔"

"ہاں ہے لیکن قانون توڑنے والوں کے ساتھ ایسا ہی کرنا پڑتا ہے۔"

"کیا مطلب... میں نے قانون توڑا ہے... کس طرح؟" وہ چلا اٹھا۔

"تم نے دو عورتوں کو اغوا کیا ہے... گاڑی میں یہاں تک لائے ہو اور وہ دونوں عورتیں اندر موجود ہیں۔"

"ہا ہا ہا... لگتا ہے... آپ جاگتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہیں۔"

"نہیں... سوتے میں خواب دیکھنے کے عادی ہیں۔" فاروق نے کہا۔

"کیا آپ کے پاس وارنٹ ہیں تلاشی لینے کے۔"

"تم جیسوں کو میں وارنٹ نہیں دکھایا کرتا... خان رحمان اسے زد میں لے لو۔" خان رحمان کے ہاتھ میں فوراً ہی پستول نظر آیا۔

"یہ... یہ آپ اچھا نہیں کر رہے... میں اکیلا نہیں ہوں۔"

"پتا ہے... اندر تمہارا بیٹا موجود ہے۔"

"آپ غلط سمجھے... میرے اور بھی ساتھی ہیں۔"

"یہ جان کر خوشی ہوئی ... انہیں مدد کے لیے بلا لو۔"

"ہم آ گئے ہیں ... روڈو ... فکر نہ کرو۔" ایک آواز ابھری۔

انہوں نے چونک کر نظریں اٹھائیں۔

☆☆☆

ایک اور جھٹکا

وہ سب اس وقت مکان کے صحن میں تھے اور صحن کیا تھا، کھیل کا میدان تھا ... اندر آنے کے بعد انہوں نے مکان کا دروازہ بند نہیں کیا تھا ... لہٰذا ان لوگوں کے اندر آ جانے پر انہیں محسوس ہوا کہ ان سے یہ غلطی ہو گئی ہے ... ایسے میں انہیں گمان تک نہیں تھا کہ وہاں یک دم اتنے بہت سے کاشن کوٹوں والے آ جائیں گے ... لیکن وہ بھی آخر انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی تھے، گھبرانے والے کہاں تھے ... پرسکون انداز میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔ "کیا بات ہے دوستو! کیسے تشریف آوری ہوئی۔"

"اس گھر کے افراد لاوارث نہیں ہیں ... بس یہ بتانے آئے ہیں۔"

"یہ بات معلوم ہو گئی ... آپ جا سکتے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"جائیں گے تو خیر یہاں سے آپ۔" آنے والوں کا سرغنہ ہنسا۔

"ہمیں کیا ضرورت ہے جانے کی ... یہاں اپنا کام کریں گے ہم تو۔"

"یہاں آپ کی مرضی نہیں چلے گی ... وہ ہو گا جو ہم چاہیں گے ... لہٰذا پہلی فرصت میں اس گھر سے نکل جائیں ... اسی میں آپ کی بہتری ہے۔"

"ہم جائیں گے ضرور لیکن جن دو خواتین کو اغوا کر کے یہاں لایا گیا ہے ... انہیں ساتھ لے کر جائیں گے۔"

''اوہو اچھا کمال ہے ... بھئی ذرا انہیں اندر کی صورت حال بتا دو
بے چارے بہت خوش فہمی میں مبتلا ہیں ... ایسے لگتا ہے ... یہ لوگ خوش فہمی
کے پرانے مریض ہیں۔''
''ان کی خوش فہمی آج رفع ہو جائے گی... انسپکٹر جمشید صاحب...
صورت حال یہ ہے کہ اس وقت دونوں ماں بیٹی ہماری زد پر ہیں اور ہم کسی
وقت بھی انہیں گولی کا نشانہ بنا سکتے ہیں... اور درمیانی دروازہ بند ہے...
لہٰذا تم لوگ ہمیں گولی چلانے سے نہیں روک سکتے... اگر تم فوری طور پر
گھر سے نہ نکل گئے تو ہم ان دونوں کو گولی مار دیں گے اور اگر تم دروازہ
توڑ کر اندر آنے کی کوشش کرو گے تو اس سے پہلے ہم انہیں گولی مار چکے
ہوں گے ... اب فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے۔''
وہ دھک سے رہ گئے ... دشمنوں نے ان کے خلاف زبردست قد
اٹھایا تھا ... انہیں بالکل مجبور اور بے بس کر دیا تھا ... وہ چند لمحے تک سوچتے
رہے ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔ ''ٹھیک ہے ... ہم جا رہے ہیں۔''
''اور یہ بھی سن لیں انسپکٹر جمشید ! صرف گھر سے باہر ہی نہیں ... ا
پورے محلے سے باہر نکل جاؤ ... اگر تم لوگوں نے راستے میں کہیں رکنے کی
کوشش بھی کی تو بھی ہم ان دونوں کو گولی مار دیں گے۔''
''ٹھیک ہے ... ہم جا رہے ہیں۔'' انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔
اور وہ وہاں سے نکل آئے ... پھر اس مکان سے دور ہٹتے چلے گئے۔
وہ چاہتے تھے ... ان ماں بیٹی کو کوئی نقصان نہ پہنچے ... ان لوگوں نے ا

دونوں کو ڈھال بنا لیا تھا ... اگر انہوں نے انہیں نشانے پر لیا ہوتا تو وہ کبھی
بھی وہاں سے نہ نکل آتے ... چلتے چلتے وہ بہت دور آ گئے ... اب یہ بات
کہی جا سکتی تھی کہ وہ اس محلے سے نکل آئے ہیں۔
''یہ کیا ہوا ابا جان!''
''یہ ان لوگوں کے ہاتھوں ہماری ایک اور شکست ہے ... یہ لوگ عام
مجرم نہیں ہیں گھاگ لوگ لگتے ہیں ... اب تک ان کی منصوبہ بندی زبردست
رہی ہے ... میرا مطلب ہے انہیں اپنی منصوبہ بندی میں کہیں ناکامی نہیں
ہوئی ... وہ مکمل طور پر کامیاب ہیں اور ہم ناکام۔''
''اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا۔
''فائل بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی اور ہم ریحانہ اور عظمیٰ کو بھی کھو
بیٹھے ... اب جب تک دونوں چیزیں نہیں مل جاتیں اور مجرم گرفتار نہیں ہو
جاتے، مجھے چین نہیں آئے گا۔''
''اللہ اپنا رحم فرمائے ... آپ پریشان نہ ہوں۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا
کیونکہ ان کے والد کبھی بھی اس قدر جذباتی نہیں ہوا کرتے تھے۔
''سوال یہ ہے کہ اب کیا ہوگا۔'' محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔
''ظاہر ہے ... ہمیں اس مکان سے دور کرنے کے بعد انہوں نے وہاں
سے فرار ہونے کی کوشش کی ہوگی۔ اب ہم وہاں جا کر دیکھیں گے، ریحانہ
اور ان کی بیٹی وہاں ہیں یا نہیں ... پھر اگلا قدم اٹھائیں گے۔''
انہوں نے کہا اور اکرام کو فون کرنے لگے ... جلد ہی ان کی ہدایات

کی روشنی میں اس کے ماتحتوں نے اس پورے محلّے کو گھیرے میں لے لیا... پھر انہوں نے اس مکان کا رخ کیا ... مکان کے سامنے پہنچ کر دیکھا، اس کے دروازے چوپٹ کھلے تھے۔ اس کا مطلب ہے، وہ جا چکے تھے...

"خبردار اندر احتیاط سے جانا ... ان کی کوئی چیز ہمیں مل سکتی ہے ... انگلیوں اور جوتوں کے نشانات بھی ہمیں محفوظ کرنا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے ابا جان۔"

وہ اندر داخل ہوئے ... پہلے وہ اندرونی حصے میں سیدھے اندر تک چلے گئے ... مکان کا صحن بہت بڑا تھا ... صحن کے بعد دائیں بائیں اور آمنے سامنے کمرے تھے ... آخر میں یہی کمرے تھے ... انہوں نے ایک ایک کمرے کا جائزہ لیا ... سب سے آخری کمرے میں داخل ہوئے تو فوراً ہی جان لیا کہ ان دونوں خواتین کو اس کمرے میں رکھا گیا تھا کیونکہ وہاں ان کے چپل پڑے نظر آ رہے تھے ... گویا وہ انہیں وہاں سے ننگے پاؤں لے گئے تھے ... فرش پر پیر گھسٹنے کے نشانات بھی تھے ... ایک جگہ خون کا ایک بڑا سا دھبہ بھی نظر آیا ... فرش پر ایک ٹوٹا ہوا بٹن بھی پڑا تھا ... پیروں اور جوتوں کے نشانات تو بالکل صاف نظر آ رہے تھے ... پہلے فرش سے نشانات اٹھائے گئے، پھر انسپکٹر جمشید نے وہ بٹن اٹھا کر جیب میں رکھ لیا ... فرش پر جو خون کا دھبہ تھا، اسے بھی محفوظ کر لیا گیا ...

اکرام کے ماتحت اس پورے محلّے کو پہلے ہی گھیرے میں لے چکے تھے ... انہوں نے ایک ایک گھر کی تلاشی لی لیکن کسی گھر سے بھی وہ دونوں

عورتیں نہ ملیں ... جب محلّے کا کوئی گھر تلاشی لیے بغیر نہ بچا تو وہ مایوس ہو کر نواب صاحب کی کوٹھی میں آ گئے ... ان سب کے چہروں پر تھکن تھی ... ایسے میں ان کی نظر معاذ پر پڑی ... اس کا رنگ بالکل زرد ہو رہا تھا۔

"میرا دل بیٹھا جا رہا ہے ... اس فائل کو حاصل کرنے کے لیے میں نے پورے چھ ماہ کوشش کی تھی ... ایک ماہ تو جیل میں بھی رہا ہوں ..."

"اور فائل آپ نے کہاں چھپائی تھی معاذ انکل۔"

"جیل جانے سے پہلے ہی وہ میں ایک دوست کے پاس بطور امانت رکھ چکا تھا، جیل سے رہا ہونے کے بعد بھی میں نے اس دوست کے گھر کا رخ نہیں کیا تھا ... کیونکہ اس بات کا امکان تھا کہ میری نگرانی کی جا رہی ہو ... جب نگرانی نہ ہونے کا یقین ہوگیا، تب وہاں پہنچا اور اس سے فائل حاصل کی ... پھر میں نے سرحد کے قریب ایک دوست کے ہاں رات گزاری اور رات کی تاریکی میں وہاں سے نکلا ... کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فائل کے لیے اس قدر تگ و دو کی اور دشمنوں کے ہاتھوں سے اور دشمن ملک سے اسے نکال بھی لایا ... لیکن اپنے ملک میں، اپنی سرحد کے اندر آ کر فائل گنوا بیٹھا ... دکھ تو اس کا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر دکھ ہے اس بات کا ہے کہ ہم ریحانہ اور ان کی بیٹی کو گم کر بیٹھے۔"

"پریشان نہ ہوں ... ہم اس پر کام کر رہے ہیں ... آپ آرام کریں، بہت تھک گئے ہیں اور پریشانی بھی بہت محسوس کرتے رہے ہیں ... بس مجھے اپنے انچارج کا نام بتا دیں ... یہ تو میں جان چکا ہوں کہ آپ کا تعلق

خفیہ محکمے سے ہے۔''

''ان کا نام ارسلان غالب ہے۔''

''ارسلان غالب ... بس ٹھیک ہے ... اس کیس کی حد تک آپ کا کام ختم ... فائل حاصل کرنا اور ارسلان غالب تک پہنچانا اب ہمارا کام ہے ... چاہے وہ اس فائل کو دوبارہ شارجستان کیوں نہ لے گئے ہوں ... اگرچہ ابھی وہ ایسا نہیں کر سکے ... اور فائل یہیں کہیں موجود ہے۔''

''جی ہاں ! میرا بھی یہی خیال ہے ... رات ہونے سے پہلے تو وہ سرحد عبور کر ہی نہیں سکتے ... فائل اگر کسی ایسے شخص کے حوالے کی گئی ہے جو اسے شارجستان پہنچائے گا تو وہ رات بارہ بجے سے پہلے سرحد عبور نہیں کرے گا۔'' معاذ نے جلدی جلدی کہا۔

''بالکل ٹھیک ... ہمارا اندازہ بھی سو فیصد یہی ہے ... اور اسی لیے ہمیں یقین ہے کہ ہم فائل حاصل کرلیں گے۔''

''ان شاء اللہ۔'' یہ کہہ کر معاذ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا ...

''پہلے میں سرحد کی طرف جاتا ہوں ... وہاں موجود کمانڈر کو ساری صورتِ حال بتانا ہوگی ورنہ وہ جاسوس سرحد پار کرلے گا۔''

پھر وہ اسی وقت خان رحمان کی گاڑی میں روانہ ہو گئے۔

''ابا جان کے آنے تک کیوں نہ ہم کچھ کام کرلیں ... ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے یہ بہتر رہے گا۔''

''میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔'' فرزانہ کی آواز ابھری۔

''اللہ کا شکر ہے کہ ایک بات تو تمہارے ذہن میں آئی ہے ... ورنہ ایک بھی نہ آتی تو ہم کیا کر لیتے۔'' فاروق نے کہا۔

''ہے کوئی تک ؟'' فرزانہ جل بھن کر بولی۔

''نہیں ہے ... تم بتاؤ ... وہ بات کیا ہے۔''

''آؤ ... اوپر چھت پر چل کر بتاتی ہوں۔''

''حد ہوگئی ... بتانے کیلئے چھت پر جانے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔''

''کوئی تو ضرورت ہے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''تم نے دیکھا محمود ... یہ پراسرار بننے کی کوشش کر رہی ہے۔''

''بننے دو ... ہمارا کیا جاتا ہے ...'' محمود نے منہ بنایا۔

وہ سیڑھیاں چڑھنے لگے ... سیڑھیاں کوٹھی کے صحن سے ہی اوپر جاتی تھیں ... چھت پر انہیں ایک اور زینہ نظر آیا ... وہ ان سیڑھیوں کو عبور کر کے اوپر والی منزل پر پہنچ گئے۔''

''بات بتانے کے لیے اتنا اوپر لے آئی ہو۔''

''ایسا لگتا ہے ... دشمن ہم سے چوہے بلی کا کھیل کھیل رہے ہیں۔''

''ایسا تو اکثر مجرم کرتے ہیں، یہ کون سی نئی بات ہے۔'' فاروق ہنسا۔

''اور وہ ہمارے آس پاس ہی ہیں۔'' فرزانہ سنی ان سنی کر کے بولی۔

''آس پاس ہی۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں ذرا سوچو ... معاذ صاحب نے ریحانہ کے گھر میں پناہ لی تھی ... لیکن جلد ہی مجرم وہاں پہنچ گئے ... آخر کیسے ... چلو یہ بات تو ظاہر ہے ...

شارجستان سے یہاں کے کسی ذمے دار جاسوس کو اطلاع دی گئی تھی کہ ایک اہم ترین فائل چرالی گئی ہے اور اسے سرحد پار لے جایا جا چکا ہے ... لیکن سرحد پار شخص کو یہ تو پتا نہیں تھا کہ معاذ نے کس گھر میں پناہ لی ہے۔''

''بات دلچسپ ہے۔'' محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

''ہے نا ... اسی لیے میں تمہیں اوپر لے آئی ہوں۔''

''بھلا کس لیے؟'' فاروق نے فوراً کہا۔

''شارجستان کی طرف سے اطلاع دی گئی ... وہ اطلاع کسی ایسے شخص کو ہی دی جا سکتی تھی جو سرحد کے آس پاس موجود تھا یعنی ہماری طرف کی سرحد کے آس پاس ورنہ شہر سے یہاں کسی کے آنے میں وقت لگتا... جونہی اس طرف موجود شخص کو اطلاع دی گئی ... وہ کسی ایسی اونچی جگہ پر پہنچ گیا... جہاں سے وہ سرحد کو صاف طور پر دیکھ سکتا تھا اور اس نے معاذ کو آتے اور ریحانہ صاحبہ کے گھر میں پناہ لیتے صاف دیکھ لیا... یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے ماتحتوں کو ریحانہ کے گھر بھیج دیا۔''

''اوہ ... اوہ۔'' دونوں کے منہ سے نکلا پھر محمود نے کہا۔

''واقعی فرزانہ تمہارا جواب نہیں، ہم دونوں تو ہرگز یہ نتیجہ نہ نکال پاتے ... کیوں فاروق۔''

''بھئی تم اپنی حد تک کہہ سکتے ہو ... کیا خبر میں یہ نتیجہ نکال ہی لیتا۔''

اس کا جواب سن کر دونوں مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

''اور اس بات کا امکان بہرحال موجود ہے کہ یوں ہی ہوا ہو گا لیکن

انکل جانگی کی کوٹھی کے اوپر والے حصے میں کھڑے ہو کر اس بات کا جائزہ لے سکتے ہیں کہ وہ راستہ کون سا ہو سکتا ہے یا وہ گھر کون سا ہو سکتا ہے جس سے آنے والے کو دیکھ لیا گیا اور ریحانہ کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے بھی نوٹ کر لیا گیا۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہے ... جب ہمیں اس جگہ سے ریحانہ صاحبہ کا گھر نظر آ جائے ... اب یہاں سے ہم اس مکان کو نہیں دیکھ سکتے ... ہاں اگر اس گھر کی چھت پر فاروق کھڑا ہو اور وہاں سے ہاتھ لہرائے یا ہاتھ میں کوئی کپڑا پکڑ کر ہلائے۔''

''ترکیب زور دار ہے ... ہو سکتا ہے ابا جان کے واپس آنے سے پہلے ہم اس کیس میں پیش رفت میں کامیاب ہو جائیں۔''

''تو اب میں ریحانہ صاحبہ کے گھر جاتا ہوں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''اور وہاں پولیس کا پہرہ ہو گا۔''

''کوئی بات نہیں ... ہوں گے تو انکل اکرام کے ماتحت ہی۔''

''بالکل ٹھیک۔''

فاروق اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا اور اب اس نے نواب جانگی کی کار کے ذریعے سفر کیا ... ان کے پاس کئی کاریں تھیں اور ان کے لیے مکمل طور پر اجازت تھی کہ کسی وقت بھی کوئی گاڑی بھی وہ لے جا سکتے ہیں... وہ جلد ہی ریحانہ کے گھر کے سامنے پہنچ گیا ... کار سے اترا تو اکرام کا ایک ماتحت فوراً اس کی طرف بڑھا۔'' خیر تو ہے فاروق صاحب۔''

"دراصل مجھے مکان کی چھت پر چڑھ کر ایک تجربہ کرنا ہے۔"

"جی... میں ابھی دروازہ کھلواتا ہوں۔"

پھر ایک ماتحت نے دروازہ کھول دیا اور فاروق کو اندر جانے کا اشارہ کیا... وہ سیدھا چھت پر چلا آیا... اوپر والی منزل کافی اونچی تھی... اس کی چھت پر چڑھ کر اس نے نواب چانگی کی کوٹھی کی سمت میں دیکھا... ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہلا دیا... پھر جیب سے رومال نکال کر ہلانے لگا... دور فاصلے پر محمود اور فرزانہ کھڑے نظر آگئے... وہ بھی ہاتھ ہلا رہے تھے... اب انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ لیا... اس جگہ سے دونوں گھروں کی صرف اوپر والی منزلیں نظر آرہی تھی... اور کوئی حصہ نظر نہیں آرہا تھا... اور ان کا مقصد تھا نیچے والا حصہ بلکہ دروازہ نظر آئے... تبھی وہ اپنے خیال پر کام کر سکتے تھے، چنانچہ فاروق نے وہاں سے واپسی کا راستہ اختیار کیا اور تجربے کی ناکامی پر اسے افسوس بھی ہوا... لیکن وہ کر ہی کیا سکتا تھا... جلد ہی ان دونوں کے پاس پہنچ گیا...

"کچھ بھی نہیں ہوا، لہٰذا ڈھاک کے وہی تین پات۔"

"کوئی بات نہیں... تجربہ ہی تو تھا فیل ہوگیا تو کیا ہوا۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن اس کے باوجود میرا خیال اپنی جگہ موجود ہے کہ یہاں کوئی عمارت ضرور ہے جس سے وہ راستہ دیکھا جا سکتا ہے۔" محمود نے کہا۔

"پھر اس کا ایک اور طریقہ ہے۔" فرزانہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"فاروق آس پاس کے کسی بلند ترین درخت کے اوپر چلا جائے، اس قدر اونچا کہ کوئی سوچ بھی نہ سکے اور اس پر چڑھ کر یہ جائزہ لیا جائے۔"

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"ہاں! تم تو کہو گے تمہیں کون سا درخت پر چڑھنا پڑ رہا ہے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں درخت پر چڑھ جاتا ہوں۔"

"بس رہنے دو۔" فاروق نے جل کر کہا اور چاروں طرف کا جائزہ لینے لگا... آخر اس نے کہا۔ "وہ دیکھو اس طرف ایک درخت ہے... اس سے اونچا کوئی درخت آس پاس نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تم اس پر چڑھ جاؤ اور بتاؤ تم نے کیا دیکھا۔"

"اچھی بات ہے تم بھی کیا یاد کرو گے۔" اس نے خوشگوار انداز میں کہا۔

جلد ہی وہ اس درخت کا رخ کر رہا تھا اور پھر انہوں نے اسے اس پر چڑھتے دیکھا... اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ انتہائی تیزی سے درختوں پر چڑھ جاتا تھا اور اس فن میں وہ ان سب سے تیز تھا... دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت کی چوٹی پر نظر آیا... وہ کافی دیر تک سرحد کی طرف کے اور اس کے آس پاس کے مکانات کا جائزہ لیتا رہا... اور وہ دونوں اسے دیکھتے رہے... آخر انہوں نے اسے اترتے دیکھا... پھر وہ تیر کی طرح ان کی طرف آیا... آخر وہ چھت پر آگیا... اس کے نزدیک آتے ہی فرزانہ نے پوچھا:

"ہاں! کیا رہا۔"

"میرا خیال ہے... یہ معاملہ یہاں حل نہیں ہوگا... اس کے لیے ہمیں

سرحد پر جانا پڑے گا ... سرحد کے کسی اونچے درخت پر چڑھ کر آس پاس
کے مکانات کا جائزہ لینا ہوگا ... تب شاید ہمیں بہت کچھ نظر آجائے۔''
''چلو پھر سرحد پر چلتے ہیں ... وہ کون سا دور ہے ساتھ تو سرحد ہے۔''
تینوں سرحد کی طرف چل پڑے ... ان کے پاس کاغذات تھے اور ان
کے ہوتے ہوئے انہیں اپنے فوجیوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا ... سرحد کے
نزدیک پہنچے تو ایک فوجی نے انہیں روک لیا: ''رک جائیں ... آپ کون ہیں
اور اس طرف کیوں چلے آئے ہیں۔''
محمود نے فوراً اپنا کارڈ نکال کر اس کے آگے کر دیا ... اور ساتھ ہی
خصوصی اجازت نامہ بھی اسے تھما دیا۔ اس نے دونوں چیزوں کو پڑھا،
پھر بولا۔ ''ٹھیک ہے ... آپ کیا چاہتے ہیں۔''
''ایک اونچے درخت پر چڑھ کر سرحد پر واقع مکانات کو دیکھنا چاہتے
ہیں ... تاکہ معلوم ہو سکے ... کوئی غیر ملکی جاسوس یا اپنے ملک کا جاسوس
کس راستے سے داخل ہو سکتا ہے کیونکہ ایسا ہو چکا ہے۔''
''آپ جس درخت پر چاہیں چڑھ جائیں، میں نیچے کھڑا ہو جاؤں گا۔''
''شکریہ۔'' یہ کہہ کر فاروق پہلے ایک درخت پر چڑھا ... اس درخت
سے اس نے سب سے اونچا درخت تلاش کیا، پھر نیچے اتر کر وہ اس درخت
کی طرف چلا ... محمود، فرزانہ اور وہ فوجی ساتھ تھے ... اب فاروق اس
درخت پر چڑھ گیا ... اس نے کافی دیر تک سامنے کے مکانات کا جائزہ لیا
... پھر نیچے اتر کر بولا: ''یہاں سے تو ریحانہ صاحبہ کا مکان اور انکل نواب

چانگی کا مکان بالکل صاف نظر آیا ہے کیونکہ یہ دونوں مکان ہی بہت اونچے
ہیں اور کوئی مکان واضح نہیں ہے لہٰذا اس طرح یہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا
ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا ہوگا۔''
''آؤ واپس چلیں ... ابا جان سے مشورہ کرتے ہیں۔'' فرزانہ نے کہا۔
انہوں نے اس فوجی کا شکریہ ادا کیا اور نواب چانگی کی کوٹھی میں چلے
آئے۔ نواب چانگی اس وقت اپنے باغ میں بیٹھے نظر آئے۔ ان کے قدم
بھی ان کی طرف اٹھ گئے کیونکہ آخر وہ ان کے میزبان تھے اور وہ یہاں
آئے بھی تفریح کے لیے تھے ... یہ اور بات ہے کہ ایک بار پھر ان کی
تفریح نے جاسوسی کا روپ دھار لیا تھا ...
''لگتا ہے اس معاملے نے آپ لوگوں کو کچھ زیادہ ہی الجھا لیا ہے۔''
''جی ہاں انکل ... کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔''
''کامیابی کا امکان زیادہ ہے یا ناکامی کا ...''
''ابھی تک ناکامی ہے ... لیکن ہم اسے کامیابی میں بدلنے کی فکر میں
ہیں، اب یہ معلوم نہیں کہ ہم ایسا کر پاتے ہیں یا نہیں ... ہمارا کام تو بس
کوشش کرنا ہے ... کامیابی اور ناکامی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔''
''جی ہاں ... آج رات نصف رات کے آس پاس شاید وہ چیز دوسری
طرف لے جانے کی کوشش کی جائے گی جو انہوں نے معاذ انکل کے پاس
سے اڑائی ہے ... ادھر ہم ان کی کوشش کو ناکام بنانے کی کوشش کر رہے ہیں
... ابا جان بھی جلد آجائیں گے کیونکہ آج رات ہم سب کی سرحد پر موجودگی

بہت ضروری ہے۔"

"لیکن۔" نواب چانگی کہتے کہتے رک گئے۔

"لیکن کیا انکل؟"

"لیکن ضروری نہیں کہ وہ لوگ آج رات ہی سرحد پار کرنے کی کوشش کریں... آپ کی تیاریاں اور سرگرمیاں آخر ان کی نظروں میں ہوں گی۔"

"جی ہاں! اس کا بھی امکان ہے... خیر جب تک ہم وہ چیز حاصل نہیں کرلیتے... ہم بھی سرحد پر ڈیوٹی دیں گے۔"

"ویسے وہ ہے کیا چیز؟"

"سوری انکل... آپ محسوس نہ کیجیے گا... لیکن یہ ہم ابا جان کی اجازت کے بغیر آپ کو نہیں بتا سکتے۔"

"میں اس سلسلے میں ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔" نواب چانگی مسکرائے۔

"ضرور انکل کیوں نہیں، آپ شوق سے مشورہ دیں۔" فاروق بولا۔

"آپ یہاں سے شہر چلے جانے کا ڈراما رچائیں... اس بات کو کافی مشہور کر دیں اور پھر چلے بھی جائیں یعنی آج یا کل... اور پھر کچھ دیر کے بعد خفیہ طور پر واپس آجائیں... دشمن یہ خیال کرے گا کہ آپ لوگوں نے مایوس ہو کر واپسی اختیار کرلی ہے... اس طرح وہ بے خوف ہو جائے گا جب کہ آپ میک اپ میں واپس سرحد پر آجائیے گا۔"

"ترکیب تو اچھی ہے... ہم ابا جان کے سامنے رکھیں گے۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

"لیکن ابا جان اب تک آئے کیوں نہیں... میں فون کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر محمود نے ان کے نمبر ملائے... لیکن فون بند تھا... ایسے میں فرزانہ کو ایک خیال آیا...

"اور انکل... ہم معاذ صاحب کا کیا کریں گے... میرا مطلب ہے آپ کی اس ترکیب پر اگر عمل کیا جائے گا تو معاذ صاحب کہاں ہوں گے۔"

"انہیں آپ لوگ یہیں رہنے دیں۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

عین اس لمحے فرزانہ کے بدن کو ایک زوردار جھٹکا لگا... اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں... محمود اور فاروق نے اس بات کو فوراً محسوس کرلیا... ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... "خیر تو ہے فرزانہ۔"

ایسے میں دروازے کی گھنٹی بجی...

☆☆☆

کہانی

بارڈر رینجرز کے کمانڈر میجر جنرل نسیم نے انسپکٹر جمشید کو حیران ہو کر دیکھا۔ پھر ان کے ہونٹ ہلے۔

''اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ انسپکٹر جمشید ہیں۔''

''آپ نے درست پہچانا۔'' وہ مسکرائے۔

''خوشی ہوئی آپ سے مل کر لیکن حیرت بھی ہوئی... آپ یہاں کیسے؟''

''ایک بہت سنگین معاملہ ہے... ویسے ہم یہاں تفریحی دورے پر آئے ہوئے ہیں... ہمارے تو وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں ایسے کسی کیس میں الجھ جائیں گے... اور کیس بھی خفیہ ایجنسیوں کا۔''

''کیا مطلب۔'' وہ چونکے۔

''پہلے میں آپ کو پوری بات تفصیل سے بتا دوں کیونکہ اس معاملے میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی زبردست گڑبڑ ہے۔''

''ضرور بتائیں اور اطمینان سے بتائیں... میں جلدی میں نہیں ہوں۔''

''شکریہ! دراصل ہمارے ملک کے ایک جاسوس شارجستان میں اپنی ڈیوٹی پر تھے... ان کا نام معاذ ہے... وہ وہاں سے ایک اہم ترین سرکاری رازوں کی ایک فائل اڑانے میں کامیاب ہوگئے... فائل انہوں نے عارضی

طور پر اپنے ایک ساتھی جاسوس کے پاس رکھوا دی... لیکن اس دوران وہاں کی انٹیلی جنس کو کسی وجہ سے معاذ پر شک گزرا اور اسے پکڑ لیا گیا لیکن ایک ماہ کی تفتیش کے بعد بھی وہ اس سے فائل برآمد نہ کر سکے اور یہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ بڑی مشکلات کے بعد آخر اس نے سرحد عبور کر لی... سرحد عبور کر کے ایک گھر میں پناہ لی اور وہاں سے اپنے بڑوں سے رابطہ کیا... اس دوران دشمن کے ایجنٹ بھی اس کے تعاقب میں اس گھر تک پہنچ گئے... دراصل ان سے بچنے کی ہی غرض سے معاذ نے اس گھر میں پناہ لی تھی... جب پولیس آئی تو دروازہ کھول دیا... لیکن دروازہ کھولنے سے پہلے معاذ نے فائل اس گھر میں کہیں چھپا دی تھی... پھر وہ پولیس کی گاڑی میں بیٹھ گئے، لیکن وہ پولیس والے نقلی تھے... یعنی پڑوسی ملک کے مقامی ایجنٹ پولیس کے بھیس میں پہنچ گئے تھے۔''

''اوہ۔'' میجر جنرل کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں! وہ اسے پولیس اسٹیشن بھلا کیوں لے جاتے... ایک کوٹھی میں لے گئے اور اس کے ساتھ اس گھر کی مکین ماں بیٹی کو بھی جہاں معاذ نے پناہ لی تھی... وہاں معاذ سے فائل کے بارے میں اگلوانے کے لیے انہوں نے ظلم شروع کیا... ایسے میں معاذ کے منہ سے ایک بہت بلند چیخ نکل گئی... اس قدر بلند کہ میری بچی فرزانہ نے وہ چیخ سن لی... اس لیے کہ اتفاق سے ہم اس کے ساتھ چانگی صاحب والی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے ہیں... معلوم ہوا کہ کوٹھی کا کرائے دار چھاگل ایک پرانا جرائم پیشہ ہے...

بعد میں علم ہوا کہ وہ کوٹھی بھی نواب چانگی کی ملکیت تھی اور انہوں نے کرائے پر چھاگل کو دے رکھی تھی کیونکہ وہ چھاگل کی اصلیت سے واقف نہ تھے ... لیکن چھاگل کا کہنا تھا کہ اب وہ جرائم سے توبہ کر چکا ہے لیکن جلد ہی اس کی یہ بات جھوٹ ثابت ہوگئی کیونکہ وہاں ہمیں معاذ بھی مل گیا ... وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار ہوگیا ... ہم معاذ کو ساتھ لے آئے اور ساتھ ہی دونوں خواتین کو بھی ... اب ہم نے معاذ کی ساری کہانی سنی ... فائل لینے اسی گھر میں گئے لیکن دشمن وہاں سے فائل پہلے ہی لے اڑے تھے۔''

''کیا !!!'' میجر جنرل نسیم حیران رہ گئے۔

''جی ہاں اور جب ہم واپس پہنچے تو وہاں سے یعنی نواب چانگی کی کوٹھی سے مجرم ان ماں بیٹی کو بھی اغوا کر چکے تھے ... نواب صاحب اس وقت کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے ...

''اوہ ... اوہ۔''

''اب اس وقت خوفناک ترین صورت حال یہ ہے کہ فائل دشمن کے ہاتھ لگ چکی ہے ... وہ ماں بیٹی بھی ان کے قبضے میں ہیں ... اور آج رات دشمن ضرور اس فائل کو واپس سرحد کے اس پار لے جانے کی کوشش کرے گا ... میں آپ کے پاس بس اس لیے آیا ہوں اور خود میں بھی سرحد پر ڈیوٹی دوں گا... میرے ساتھی بھی سرحد پر رہیں گے۔''

''ٹھیک ہے ... میں اسی وقت بارڈر فورس کو الرٹ کر دیتا ہوں۔ پوری کوشش کی جائے گی کہ انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کر لیا جائے۔''

''شکریہ ! اب اسی سلسلے میں مجھے چند گھنٹوں کیلئے دارالحکومت جانا ہے ... رات ہونے سے پہلے میں واپس آجاؤں گا۔''

''ضرور جائیں ... لیکن اپنا موبائل نمبر دیتے جائیں ... آپ سے رابطے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔'' میجر جنرل نسیم نے فوراً کہا۔

''آپ سرحد پر ابھی سے انتظامات شروع کر دیں... میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نو بجے کے قریب سرحد پر آجاؤں گا ... اور یہ رہا میرا نمبر۔''

''شکریہ ... اور یہ میرا نمبر ہے۔''

''اور کیا یہ ممکن ہے کہ آج کی رات قانونی طور پر بھی کوئی سرحد کے اس پار نہ جا سکے۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''اوہ اچھا ! ہم یہ بھی کریں گے۔''

وہ ان سے رخصت ہو کر باہر نکلے اور گاڑی میں بیٹھ گئے ... اب ان کا رخ اپنے شہر کی طرف تھا ... انہیں رہ رہ کر اس بات کا خیال آ رہا تھا کہ ان سے اس کیس کے سلسلے میں کوئی غلطی ہو رہی ہے ... لیکن کیا غلطی ہو رہی ہے ... یہ وہ ابھی تک نہیں جان سکے تھے ... اور آخر وہ شہر پہنچ گئے ... انہیں ارسلان غالب کے محکمے کا پتا تھا... اور چونکہ اب عصر کے بعد کا وقت ہو چکا تھا، اس لیے ارسلان غالب کا دفتر میں ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا ... دونوں کی کئی بار ملاقات ہو چکی تھی ، لیکن ایسے تعلقات بھی نہیں تھے انہیں کبھی ایک دوسرے کے موبائل نمبروں کی ضرورت پیش آئی ہو ... ورنہ اگر نمبر ہوتا تو وہ فون کر کے ان سے ملاقات کا وقت طے

مگر پھر اکرام سے ان کا ایڈریس معلوم کر کے وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔

ارسلان غالب کا گھر سادہ اور مختصر سا تھا حالانکہ وہ کافی بڑے آفیسر تھے۔۔۔ دستک کے جواب میں انہوں نے خود ہی دروازہ کھولا اور انہیں دیکھ کر حیران رہ گئے۔۔۔ ''میں جانتا ہوں کہ معاذ آپ تک پہنچ چکا تھا۔۔۔ اس نے مجھ سے ہی فون پر آپ کو ساری بات بتانے کی اجازت لی تھی۔۔۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ معاذ آپ کے ساتھ نہیں ہے۔۔۔ لگتا ہے کوئی اہم اور خوفناک مسئلہ پیش آگیا ہے، ورنہ آپ اکیلے ہی میری طرف کیوں آتے۔''

''آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔''

''بس تو پھر انسپکٹر جمشید۔۔۔ دیر کس بات کی۔۔۔ بتائیں کیا مسئلہ ہے۔''

''فائل بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہے!!!''

''نن نہیں!!۔'' ارسلان غالب چلائے۔

''البتہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ فائل کو ابھی سرحد کے دوسری طرف نہیں لے جایا سکا۔''

''اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

''کیا معاذ قابل اعتماد ہے۔''

''سو فیصد۔''

''چلیے! یہ تو اطمینان ہوا۔۔۔ اب میں اپنا خیال ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ جیسے ان کے سرحدی قصبوں میں ہمارے ایجنٹ کام کر رہے ہیں، اسی طرح ہمارے حساس سرحدی علاقوں میں ان کے کچھ ساتھی موجود ہیں۔۔۔ فائل اب

ان کے پاس ہے۔۔۔ جب معاذ نے سرحد پار کی تو ان لوگوں کو دوسری طرف سے اطلاع مل گئی تھی اور وہ معاذ کے پیچھے لگ گئے تھے۔۔۔ انہوں نے اسے دیکھ لیا تھا اور اسی لیے وہ اس گھر تک پہنچ گئے تھے جس میں معاذ پناہ لیے ہوئے تھا۔۔۔ ہمیں ان غداروں کا پتا چلانا ہے اور فائل ان سے حاصل کرنی ہے۔۔۔ میں یہاں دراصل معاذ کے سلسلے میں آیا تھا کیونکہ میں اس سے ذاتی طور پر واقف نہیں ہوں۔''

''وہ غدار نہیں!!'' ارسلان غالب نے پر یقین انداز میں کہا۔

''بس میں یہی اطمینان چاہتا تھا۔۔۔ اب ہم ان غداروں کو دیکھ لیں گے۔۔۔ میں بس اسی لیے آیا تھا۔''

یہ کہہ کر انہوں نے غور سے ارسلان غالب کو دیکھا۔۔۔ وہ کچھ سوچ رہے تھے۔۔۔ اپنے اس خیال کی ان کے پاس ایک اہم وجہ بھی تھی۔۔۔ اور اگر ان کا خدشہ درست تھا تو پھر فائل بھلا کیوں واپس سرحد پار نہیں جائے گی۔۔۔ اس صورت میں تو بہت آسانی سے جا سکتی ہے۔

وہ وہاں سے نکل کر سرحد کی طرف روانہ ہوئے۔۔۔ کچھ ہی دور گئے تھے کہ اچانک گاڑی کا اگلا ٹائر ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔۔۔ گاڑی زوردار انداز میں لڑکھڑائی۔۔۔ ادھر انہوں نے بہت ہی مہارت سے بریک لگا کر گاڑی کو الٹنے سے بچایا۔۔۔ ساتھ ہی گاڑی پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی گئی۔۔۔ وہ فوراً سیٹ پر لیٹ گئے۔۔۔ سمجھ گئے تھے کہ وہ برے پھنسے ہیں۔

نیچے جھکے جھکے انہوں نے پستول نکال لیا اور جس طرف سے گولیاں آ

رہی تھیں اس طرف تین بار فائر جھونک دیے... ایسا کرنے سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دشمن جان لے کہ ان کے پاس بھی اسلحہ موجود ہیں، لیکن اس کے ساتھ ہی انہیں خطرے کا احساس ہوا... انہوں نے محسوس کر لیا کہ وہ گاڑی میں محفوظ نہیں ہیں... گاڑی پر کسی وقت بھی بم پھینکا جا سکتا ہے... اس خیال کے ساتھ ہی انہوں نے دوسری طرف کا دروازہ کھولا اور اس سے اتر گئے... اترنے کے ساتھ ہی وہ لوٹ لگا گئے اور سڑک سے نیچے اتر کر درختوں کے درمیان آگئے... اب ان کا کام آسان تھا... وہ ایک درخت کی اوٹ لینے میں کامیاب ہو گئے تھے... سیدھے کھڑے ہو کر انہوں نے گاڑی کی طرف دیکھا... عین اس وقت ایک خوفناک دھماکا ہوا، گاڑی کئی فٹ اوپر اٹھ گئی اور جونہی گری... اس میں آگ لگ گئی... اس کے ٹکڑے ادھر ادھر بکھر گئے... اسی وقت جنگل کی طرف گولیوں کی بارش شروع ہو گئی... انہوں نے جان لیا، دشمن اب درختوں کے اس جھنڈ کا رخ کرے گا اور اس طرف چونکہ درخت بہت گھنے اور قریب قریب تھے، اس لیے وہ اور زیادہ محفوظ تھے اور دشمن کی فائرنگ کا جواب آسانی سے دے سکتے تھے... لیکن درختوں کی اوٹ لینے کے بعد ابھی تک انہوں نے کوئی فائر نہیں کیا تھا... اس طرح انہیں پتا چل جاتا کہ وہ کس درخت کے پیچھے ہیں اور وہ اکیلے تھے جب کہ ان کے اندازے کے مطابق دشمن پندرہ کے قریب ہو سکتے تھے... گولیوں کی بوچھاڑ سے انہوں نے یہی اندازہ لگایا تھا... انہوں نے یہ بات بھی محسوس کر لی تھی کہ اس جگہ رکے رہنے میں ان کے لیے خطرہ

بڑھ سکتا تھا... چنانچہ وہ درخت پر درخت بدلتے چلے گئے اور اس طرح سڑک سے دور ہوتے گئے... جنگل گھنا تھا... پندرہ آدمیوں کے لیے انہیں جنگل میں تلاش کر لینا آسان نہیں تھا۔

اب انہوں نے سوچا کہ جب تک وہ ان میں دو چار کو ڈھیر نہیں کریں گے... ان کے حوصلے بلند ہی رہیں گے... انہوں نے دم سادھ لیا... انتظار کرتے رہے... دشمن بھی اب انہیں گم کر چکا تھا... وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہیں... انہیں بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ جنگل میں کہاں کہاں ہیں... اب جو بھی فائر کرتا... اس کی سمت کا اندازہ ہو جاتا...

اس طرح کافی دیر گزر گئی... دشمن فائر کرنے کے لیے تیار نہیں تھا اور اس طرح ان کا وقت ضائع کر رہا تھا... یہ سوچ کر انہوں نے ایک بار پھر درخت پر درخت بدلنے شروع کر دیے... اس کے علاوہ ایک دائرے میں سفر کر رہے تھے... یہ دائرہ انہیں کافی آگے سڑک پر لے جاتا... اور اس طرح وہ ان کے جال سے نکل سکتے تھے... کافی دور جا کر سڑک پر آگئے... پھر جونہی ایک کار آتی نظر آئی انہوں نے لفٹ لینے کا اشارہ کر دیا... کار والے نے گاڑی روک لی۔

"جی... کہاں جانا ہے آپ کو۔"

"آپ جہاں تک جائیں گے میں وہیں اتر جاؤں گا، یہاں تو کوئی ٹیکسی ملنے کا امکان بھی نہیں ہے۔"

"لیکن آپ پیدل یہاں کیسے آگئے... یہ جگہ تو شہر سے کافی دور ہے۔"

"میں گڑگاواں جا رہا تھا لیکن گاڑی کو ایک حادثہ پیش آ گیا۔"

"تب پھر گاڑی کہاں ہے۔"

"اسے آگ لگ گئی... میری کار کو روکنے کیلئے شاید کوئی کیمیکل پھینکا گیا تھا جو گرتے ہی آگ پکڑ گیا۔"

"اوہ... بہت افسوس ہوا... لیکن آپ کو تو غالباً شہر واپس جانا چاہیے... پولیس میں رپورٹ بھی کروانی ہوگی اور تباہ شدہ گاڑی کا انتظام بھی تو کرنا ہوگا... جبکہ میں تو سرحد کی طرف جا رہا ہوں۔"

"جن لوگوں نے کار تباہ کی... ان سے بچنے کے لیے بھاگنا پڑا۔"

"اوہ... تو وہ لوگ آپ کو لوٹنا چاہتے تھے۔"

"جان اور مال کے ڈاکو کہاں نہیں ملتے۔"

"آئیے بیٹھ جائیں۔" اس کے لہجے میں پہلی بار ہمدردی محسوس ہوئی۔ اور وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"آپ اگلی سیٹ پر کیوں نہیں بیٹھتے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"تاکہ میرے دشمن مجھے دیکھ نہ لیں۔"

"اگر ایسا کوئی خطرہ ہے... تب میں آپ کو نہیں لے جاتا۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن اگر میں خود کو کار میں چھپا لیتا ہوں تو پھر وہ کار کو نہیں روکیں گے۔"

"ہوں... آپ اتنا اور کریں گے کہ نیچے جھک جائیں اور بس۔"

"آپ کہتے ہیں تو میں ڈگی میں بیٹھ جاتا ہوں۔"

"اس طرح آپ کو تکلیف ہوگی۔"

"مجبوری ہے... میری وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچے، یہ مجھے پسند نہیں۔"

کار والا سوچ میں پڑ گیا۔ وہ کوئی سمجھ دار اور محتاط آدمی تھا... آخر اس نے کہا۔ "ٹھیک ہے آپ ڈگی میں بیٹھ جائیں، جب آپ کی کار کے پاس سے گزر جاؤں گا تو آپ کو اندر بٹھا لوں گا۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" انہوں نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا... انہیں یہ بھی تو اندازہ لگانا تھا کہ کہیں وہ انہیں دھوکا نہ دے دے... انہوں نے اس کی آنکھوں میں ایسی کوئی بات محسوس نہ کی... لہٰذا نیچے اتر کر ڈگی میں بیٹھ گئے اور اس نے ڈگی بند کر دی... جلد ہی کار روانہ ہوئی... کوئی پانچ منٹ بعد کار رک گئی... انہوں نے ڈگی کھلتے دیکھی...

"آپ کی تباہ شدہ گاڑی پیچھے رہ گئی... اب آپ ڈگی سے نکل کر میرے ساتھ بیٹھ سکتے ہیں... میں آپ کو گڑگاواں کے پاس اتار دوں گا۔"

"آپ بہت اچھے انسان ہیں... میں آپ کا نام جان سکتا ہوں۔"

"میرا نام عبدالغفور ہے... سرحد پر میرا جنرل اسٹور ہے... گھر والے شہر میں رہتے ہیں... ان سے ملنے کے لیے گیا تھا۔"

اب وہ اگلی سیٹ پر بیٹھ گئے تھے۔ دورانِ سفر خوشگوار انداز میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے... ایسے میں عبدالغفور کو خیال آیا:

"آپ نے میرا نام تو پوچھ لیا اور میں نے نام کے ساتھ کام بھی بتا دیا، لیکن آپ نے اپنا نام بتایا نہ کام۔"

"میں آپ کو اپنا کارڈ دے دیتا ہوں ... کوئی کام آ پڑے یا میری ضرورت محسوس کریں تو فون کر دیجیے گا، بندہ مدد کے لیے پہنچ جائے گا ... ویسے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے آپ کو محفوظ رکھے۔"

"آمین! ویسے آپ کا مطلب ہے، آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں ... ان شاء اللہ!" انہوں نے فوراً کہا۔

"لیکن مدد کر سکتے ہیں صرف شہر میں؟"

"یہ بات نہیں ... اگر آپ کو سرحدی علاقے میں کوئی کام ہو تو میں اس میں بھی آپ کی مدد کروں گا۔"

"آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔"

"میرا نام جمشید احمد ہے ... انسپکٹر جمشید۔"

کیا کہا آپ نے ... آپ انسپکٹر جمشید ہیں ... کیا واقعی۔" اس کی آنکھوں میں زمانے بھر کی حیرت دوڑ گئی۔

"جی ہاں! میرا نام یہی ہے۔"

"لیکن ... میں نے تو آپ کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے جبکہ اس وقت آپ دشمنوں سے بھاگ رہے ہیں۔"

"اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا اس وقت سرحد پر ہونا بہت ضروری ہے... جب کہ دشمن چاہتا ہے ... میں سرحد سے دور الجھا رہوں۔"

"اوہ ... اس لیے آپ وہاں سے نکل آئے۔"

"ہاں! اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں ان کا مقابلہ کرتا اور ہرگز نہ بھاگتا

"ارے ہاں ایک کام تو میں بھول ہی گیا۔" انہوں نے چونک کر کہا۔

اب انہوں نے سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ملائے، سلسلہ ملنے پر کہا:

"اکرام ... دارالحکومت سے سرحد کی طرف چلیں تو راستے میں ایک جگہ بری تباہ شدہ گاڑی نظر آئے گی ... اس کے آس پاس مجھے دشمنوں نے گھیرا تھا لیکن میں ان کے جال سے نکل کر سرحد کی طرف جانے میں کامیاب ہو گیا ہوں ... شاید وہاں سے قدموں کے نشانات وغیرہ ملیں گے ... کیونکہ اگر ہم ان تک پہنچ جاتے ہیں تو سرحد والا معاملہ بھی شاید حل ہو سکتا ہے۔"

"رائٹ سر ... میں بہت جلد آپ کو رپورٹ دوں گا۔"

ان کا سفر جاری رہا ... آخر وہ سرحد کے پاس پہنچ گیا۔

"آپ نے نواب چانگی کی کوٹھی دیکھی ہے۔"

"جی ہاں بالکل۔"

"بس آپ مجھے وہاں اتار دیں ... اور صبح مجھ سے وہاں ضرور ملیں۔"

"جی ... وہ کس لیے۔"

"آپ سے کچھ باتیں کریں گے شاید ہمیں آپ سے کچھ اہم معلومات حاصل ہو جائیں ... ویسے آپ کی دکان یہاں کب سے ہے۔"

"کافی پرانی دکان ہے ... پندرہ سال تو ہو ہی گئے ہوں گے۔"

"آپ پندرہ سال سے یہاں ہیں تو ہمیں بہت کچھ بتا سکیں گے۔"

"معلوم نہیں آپ کیا پوچھیں گے، جو معلوم ہوا آپ کو بتا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے اگر اس وقت جلدی میں نہ ہوتا تو آپ کو جانے

"چائے صبح سہی ۔" اس نے ہنس کر کہا اور آگے بڑھ گیا۔

اب انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ انہوں نے فوراً ہی قدموں کی آواز سنی ... پھر فرزانہ آتی نظر آئی۔ اس کے پیچھے محمود ، فاروق ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی تھے ... جونہی ان کی نظر فرزانہ پر پڑی ... چونک اٹھے۔

"لگتا ہے ... کوئی خاص بات پیش آگئی ہے ۔"

"جی ... جی ہاں ... میں نے ابھی ابھی پھر چیخ کی آواز سنی ہے ... لیکن اس مرتبہ آواز مردانہ نہیں زنانہ تھی ۔"

"اس کا مطلب ہے ... وہ چیخ ریحانہ یا ان کی والدہ کی ہے ۔" یہ کہتے ہوئے وہ بے چین ہو گئے ... پھر جلدی سے بولے۔

"آؤ ... چھاگل کی کوٹھی میں چلیں ... اس کا مطلب ہے ... وہ خفیہ طور پر واپس آگیا ہے ... اور دونوں عورتیں اب پھر اس کوٹھی میں ہیں ... اگر اس نے ان دونوں کے ساتھ برا سلوک کیا ... ان پر ظلم کیا ہے تو میں اس سے بہت سخت انتقام لوں گا ... کیوں کہ ان دونوں کا تو اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے ... وہ بے چاریاں تو بلاوجہ پھنس گئی ہیں ۔" یہ کہتے ہی وہ چھاگل کے دروازے کی طرف بڑھے ...

انہوں نے دیکھا ... دروازہ باہر سے بدستور تھا ... انہوں نے جو تالا لگایا ہوا تھا ... وہ جوں کا توں لگا ہوا تھا ...

"تالا کھول دو محمود ۔"

اس تالے کی چابی محمود کے پاس ہی تھی ... انہوں نے ہی تالا لگایا تھا

... فوراً ہی تالا کھل گیا اور وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گئے ... انہوں نے آن کی آن میں کوٹھی کی تلاشی لے ڈالی ... وہ خفیہ جگہ بھی دیکھ ڈالی ... جس میں چھاگل کے آدمی معاذ اور دونوں خواتین کے ساتھ ملے تھے ... لیکن اب وہاں کوئی نہیں تھا ... پوری کوٹھی بھائیں بھائیں کر رہی تھی ...

"میرا خیال ہے ، ایک بار پھر تلاشی لیتے ہیں ۔" انہوں نے کہا۔

"جی اچھا ... آپ انکل اکرام کو بھی بلا لیں تو بہتر ہو گا ۔"

"وہ اس وقت شہر اور سرحد کے درمیان ایک جگہ ڈیوٹی دے رہا ہے ... اور وہ جگہ وہ ہے ... جہاں مجھ پر ابھی تھوڑی دیر پہلے حملہ ہوا تھا ۔"

"کیا کہا آپ نے ... حملہ ہوا تھا ۔"

"ہاں ! لیکن یہ وقت اس کی تفصیل میں جانے کا نہیں ... یہ تفصیل میں تمہیں بعد میں سنا دوں گا ... فی الحال تو ہمیں چیخ کا سراغ لگانا ہے ۔"

"چیخ ... چیخ ۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"کیا چیخ چیخ کر رہے ہو ۔" محمود نے منہ بنایا۔

"ہم ... میرا مطلب ہے چیخ کا سراغ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے ۔"

"توبہ ہے تم سے ۔" محمود جھلا اٹھا۔

"اچھا بڑے بھائی ۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا اچھا بڑے بھائی ۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"توبہ ہے مجھ سے ۔" فاروق مسکرایا۔

"دھت تیرے کی ۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

انہوں نے اس کوٹھی کی ایک بار پھر بہت اچھی طرح تلاشی لی... لیکن وہاں کوئی نہ ملا... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"فرزانہ! کہیں تمہارے کانوں کو دھوکا تو نہیں ہوا۔"

"میرا خیال ہے اس کے کان بجے ہوں گے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"میرے نہیں، کان بجے ہوں گے تمہارے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"تو کیا اس کوٹھی میں کوئی اور بھی خفیہ جگہ موجود ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اس خیال کے تحت بھی جائزہ لے لیتے ہیں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"لیکن اس بار آپ ذرا اپنے آلات کے ذریعے چیک کر لیں۔"

"اچھی بات ہے جمشید۔"

وہ سب بیٹھ گئے... جب کہ پروفیسر داؤد اپنا کام کرنے لگے... انہوں نے ایک ایک جگہ کا جائزہ لیا... آخر انہوں نے کہا۔

"اس کوٹھی کے نیچے تہہ خانہ ہے اور ہمیں اس کا راستہ تلاش کرنا ہوگا۔"

"اوہ۔" ان سب کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا...

عین اسی لمحے فرزانہ بہت زور سے اچھلی۔

☆☆☆

ان کے رخ فرزانہ کی طرف ہو گئے...

"آج تم نے اچھلنے کا ٹھیکہ تو نہیں لے لیا۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اور آج تم نے اپنا جملہ کیوں بدلا..." خان رحمان ہنسے۔

"ہاں واقعی، تم تو کہا کرتے ہو.. یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے..." پروفیسر داؤد بھی رہ نہ سکے۔

"کہنا تو یہی چاہتا تھا لیکن ساتھ ہی خیال آ گیا... یہ کسی ناول کا نام نہیں ہو سکتا... اس لیے جملہ بدل دیا۔" فاروق نے وضاحت کی۔

"تم بڑوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہو۔" انسپکٹر جمشید جھلا اٹھے۔

"اسی میں تو مزہ ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد ہنسے۔

"ایک تو آپ نے انہیں سر پر چڑھا لیا ہے۔"

"نن... نہیں تو۔" پروفیسر داؤد نے گھبرا کر اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"حد ہو گئی... اصل بات رہی جاتی ہے۔" انسپکٹر جمشید تلملا اٹھے۔

"اصل باتوں میں یہی بات تو بری ہے، جب دیکھو رہی جاتی ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"ہے کوئی تک۔" محمود نے اسے گھورا۔

''بالکل نہیں ہے ....'' فرزانہ نے اس کی تائید کی۔

''ہم تو بھول ہی گئے ... ہاں فرزانہ ... اس بار تم کیوں اچھلی ہو۔''

''ہاں واقعی ... اس کیس میں بار بار اچھلنا پڑ رہا ہے۔''

''چلو ... وجہ بتاؤ ... زیادہ پھولو نہیں۔'' فاروق جل گیا۔

''ٹھیک ہے ... اب نہیں پھولوں گی ... پھولنے کا موقع تمہیں دیتی ہوں ... بات صرف یہ ہے کہ ابھی ابھی میں نے ایک آواز سنی ہے ... وہ آواز کچھ دیر پہلے سنائی دی گئی عورت کی آواز نہیں بلکہ کوئی اجنبی آواز ہے۔''

''بس تو سمجھو بن گیا کام ... تہہ خانے کے راستے کو تلاش کرنا مشکل نہیں ہوگا ... اس طرح ہم مجرموں تک آسانی سے پہنچ جائیں گے۔''

پروفیسر داؤد صاحب کے پاس کچھ ایسے آلات تھے جن کی وجہ سے وہ تہہ خانوں کا سراغ لگا لیا کرتے تھے یعنی ان کے آلات یہ بتا دیتے تھے کہ اس عمارت کے نیچے خلا موجود ہے ... یہ بات تو ان کے آلات بتا چکے تھے ... اب تو انہیں تہہ خانے کا راستہ تلاش کرنا تھا ... اور راستہ تلاش کرنے کے سلسلے میں آلات ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے تھے۔ اب انہوں نے ایک ایک کمرے کی دیوار کو چیک کیا، ہر کمرے کے فرش کو چیک کیا، دیواروں کو بجا کر دیکھا، آتشدانوں کو غور سے دیکھا ... دیواروں پر لگے فریموں کو ہٹا ہٹا کر دیکھا، قد آور الماریوں کو اندر سے دیکھا۔ تمام کمروں کو چیک کرنا اتنا آسان نہیں تھا لیکن ایسے کام وہ کرتے ہی رہتے تھے اور کرتے ہوئے بور نہیں ہوتے تھے لہٰذا کام میں مصروف رہے لیکن سر توڑ کوشش کے باوجود

راستہ تلاش نہ کر سکے اور تھک ہار کر ڈرائنگ روم میں جمع ہوئے۔

''نہیں فرزانہ! اس کوٹھی میں تہہ خانہ نہیں ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے پُریقین انداز میں کہا۔

''تو کیا میرے کانوں کو دھوکا ہوا تھا لیکن اس سے پہلے بھی تو میں نے دو مرتبہ چیخ کی آواز سنی تھی ... وہ تو دھوکا ثابت نہیں ہوا تھا ... اور پھر کیا پروفیسر انکل کے آلات بھی ہمیں دھوکا دے گئے۔''

''تمہارے کانوں کو دھوکا نہیں ہوا ... ہم سے کوئی غلطی ہو رہی ہے۔''

''اب پھر ابا جان! آپ ہمارے ایک تجربے کی تفصیل سن لیں۔''

''تجربے کی تفصیل ... کیا مطلب؟'' وہ چونکے۔

''ہم نے ایک رائے قائم کی تھی ... پھر اس رائے کو ایک تجربے کے ذریعے آزمایا تھا ... ہم چاہتے ہیں ... آپ وہ سن لیں۔''

''ضرور ... سناؤ۔''

''ہمارا خیال یہ ہے کہ جب معاذ نے سرحد عبور کی تھی تو سرحدی دیہات میں کوئی پہلے سے تیار تھا اور اس نے اسے ریحانہ اور عظمیٰ کے گھر میں پناہ لیتے ہوئے دیکھا تھا ... تو ہمارے ذہنوں میں یہ سوال ابھرا تھا کہ کوئی شخص معاذ کو آتے ہوئے اور ریحانہ صاحبہ کے گھر میں داخل ہوتے کس جگہ سے دیکھ رہا تھا۔''

''اوہ!'' انسپکٹر جمشید کی آنکھوں میں دلچسپی کے آثار ظاہر ہوگئے۔

''ہم نے آس پاس کے بلند درخت پر چڑھ کر اس گھر کے بارے میں

اندازہ قائم کرنے کی کوشش کی ... لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

''بہت اچھے جا رہے ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

''اب آپ غور کریں ... کیا اس سلسلے میں ہم کوئی اور تجربہ کر سکتے ہیں یا نہیں ... اس تجربے کی ضرورت ہے یا نہیں۔''

''میرا خیال ہے ... ہم یہ تجربہ ایک بار پھر کر سکتے ہیں۔''

عین اس لمحے موبائل کی گھنٹی بجی ... فون اکرام کا تھا اور وہ پرجوش انداز میں کہہ رہا تھا: ''السلام علیکم سر! جنگل میں جہاں آپ کی تباہ شدہ گاڑی ملی ہے ... وہاں سے چند چیزیں بھی ملی ہیں ... ان میں ایک زنجیر بھی ہے جو کلائی میں پہننے والی زنجیر جو غنڈہ طبیعت لوگ پہن لیتے ہیں اور ایسی ایک زنجیر دس سال سے ہمارے ریکارڈ میں موجود ہے جس پر اس زنجیر کی طرح انگریزی کا حرف J کندہ ہے۔''

''کیا!!!'' ان کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں ایسی زنجیر جانو کاکا استعمال کرتا تھا ... وہ آخری بار دس سال پہلے گرفتار ہوا تھا لیکن اس پر جرم ثابت نہیں ہو سکا تھا ... تحقیقاتی افسر کا خیال تھا کہ شاید اس کی رہائی کیلئے عدالت میں پیسہ چل گیا تھا اور پہلے وہ ضمانت پر رہا ہوا، پھر کچھ ہی دنوں بعد عدالت نے اسے عدم ثبوت پر بری کر دیا تھا ... شاید ہم اس پر ہاتھ ڈال اس شخص یا گروہ کا نام معلوم کر سکتے ہیں جس کے لیے وہ آج کل کام کر رہا ہے۔''

''بہت شاندار اکرام ... تم نے بہت کام کی خبر سنائی ... اب اس

کاکا کی کیا خبر ہے ... یہ کہاں پایا جاتا ہے۔''

''اس کا ٹھکانا سرحدی علاقوں کے گھنے جنگلوں میں ہوتا ہے ... جنگل سے وہ صرف اپنے کام کے لیے نکلتا ہے ... ویسے اطلاعات یہ ہیں کہ اس نے گروہ بھی بنا رکھا تھا ...''

''سوال یہ ہے کہ پولیس نے اس جنگل پر چھاپہ کیوں نہیں مارا۔''

''چونکہ اس پر کوئی مقدمہ درج نہیں ہے یعنی وہ پولیس کو کسی بھی مقدمے میں مطلوب نہیں ہے اس لیے ہم بھی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتے۔''

''گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمیں خود ان کی گرفتاری کے لیے میدان میں اترنا ہوگا۔''

''جی ہاں ... لیکن قانونی طور پر نہیں ... کیونکہ اس کے خلاف فی الحال کوئی کیس درج نہیں ہے۔''

''لیکن اس بار ہم عام پولیس کو ساتھ ملائیں گے ہی نہیں ... تمہارے ماتحت ہوں گے یا خفیہ فورس ... دوسرے یہ کہ کسی کو بھی پہلے سے بتایا نہیں جائے گا کہ کہاں جانا ہے ... اگرچہ ہمارے ساتھی بالکل پاک صاف ہیں ... ان میں کوئی ذرا برابر بھی غداری نہیں کر سکتا ... لیکن تم نے سنا ہوگا کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں ... ہوتے ہیں نا۔''

''جی بالکل ...'' اکرام جھینپے ہوئے انداز میں مسکرایا۔

''بس تو پھر تم سب سے وقت طے کر لو ... ہمیں بھی وہ وقت بتا دو ... وقت مقررہ پر کس جگہ جمع ہونا ہے یہ بھی طے کر لو ... سب لوگ عین اس

وقت وہاں پہنچ جائیں گے ... اور اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جائیں گے
اگر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی تو ہم ضرور جانو کاکا کو پکڑلیں گے اور پھر اس
سے یہ پوچھنا زیادہ مشکل کام نہیں ہو گا کہ وہ کس کے لیے کام کر رہا ہے
کہ کس نے اسے یہ کام سونپا تھا کہ مجھے گھیر کر مار ڈالے۔''

''ٹھیک ہے بس یہ بتا دیں ... آپ کس وقت یہ کام کرنا چاہتے ہیں۔''

''آج ہی ... کیونکہ اس حملے میں ناکام ہونے کے بعد تو وہ اپنے
ٹھکانے کا ہی رخ کریں گے ... کیا خیال ہے۔''

''خیال تو یہی ہے سر۔''

''بس تو تیاری کرو۔''

''تو آپ سرحد والی مہم چھوڑ دیں گے۔''

''ہرگز نہیں ... اس پر کام ہو رہا ہے ... کام جاری ہے اور اگر جنگل
میں ہماری ضرورت نہ ہوئی تو ہم فوری طور پر سرحد پر واپس آجائیں گے ...
بلکہ تمہیں بھی ادھر لے آئیں گے۔''

فون بند کر کے وہ اپنے ساتھیوں کی طرف مڑے: ''اگرچہ یہاں ہماری
موجودگی بہت ضروری ہے لیکن جانو کاکا کی گرفتاری بھی اس معاملے کی تہہ
تک پہنچنے کیلئے اتنی ہی ضروری ہے ورنہ وہ یہاں آکر گڑبڑ کر سکتا ہے۔''

''جیسا آپ مناسب سمجھیں۔''

اور پھر وہ تیاریوں میں لگ گئے ... ایک گھنٹے بعد اکرام کا فون ملا ...
اس نے انہیں خفیہ الفاظ میں بتایا کہ کہاں اور کس وقت تک پہنچنا ہے ... یہ

لوگ اسی وقت تیار ہو گئے ... اور تھوڑی دیر بعد خان رحمان کی گاڑی میں
وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نکلتے وقت انسپکٹر جمشید بولے:

''تم لوگ بھی خاص دھیان رکھنا ... ہمارا کوئی تعاقب تو نہیں کر رہا۔''

''جی ابا جان۔''

''اور تعاقب کرنے والے پیچھے ہی نہیں آگے بھی ہو سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے ... ہم آگے کا بھی دھیان رکھیں گے۔''

ان کا سفر جاری رہا ... یہاں تک کہ وہ ایک مقام پر پہنچ کر رک گئے
... اکرام تیر کی طرح ان کی طرف آیا ...

''ہم سب تیار ہیں ... یہی وہ جگہ ہے جہاں سے اسے گھیرا جا سکتا ہے
... اسے چاروں طرف سے گھیرنا تو ہمارے بس میں نہیں ... تاہم جہاں تک
ہو سکتا ہے ... ہم نے گھیرے میں لے لیا ہے ...''

''ٹھیک ہے ... ہم ایک سیدھی لائن میں آگے بڑھیں گے لیکن سب کے
سب درختوں کی اوٹ لے کر ... اس طرح ہم کسی کو بھی نظر نہیں آئیں گے
کہ کوئی جنگل میں آگے ہی آگے بڑھ رہا ہے۔''

''جی بہتر۔''

اب ان سب نے ہدایت کے مطابق درختوں کی اوٹ لے لی ... اور
اس طرح وہ ایک سیدھی لائن میں کھڑے تھے ... انسپکٹر جمشید کے اشارے
پر وہ ایک ایک درخت کر کے آگے بڑھنے لگے ... یہ کام اس قدر خاموشی
سے ہو رہا تھا کہ کسی قسم کی کوئی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی اور اس

فوج کی کمان خان رحمان اور انسپکٹر جمشید کر رہے تھے ... وہ انہیں اشاروں سے آگے بڑھا رہے تھے ... یہ عمل کافی دیر تک جاری رہا ... ادھر سورج غروب ہونے کے قریب تھا ... ان کا پروگرام بھی اندھیرے میں دشمن پر جا پڑنے کا تھا ... یہاں سے فارغ ہونے کے بعد انہیں سرحد پر بھی پہنچنا تھا ... کیونکہ آج رات اس کا بہت ہی زیادہ امکان تھا کہ فائل سرحد پار لے جائی جائے گی۔ انہوں نے سوچا یہ تھا کہ اگر وہ لوگ جنگل میں کہیں چھپے ہوئے ہیں تو آخر رات کے وقت کچھ روشنی تو کریں گے ... تمام رات اندھیرے میں تو بسر نہیں کر سکیں گے ... بس روشنی دیکھتے ہی ان کے اڈے کی نشاندہی ہو جائے گی۔ ان کا ایک ایک درخت کر کے آگے بڑھنے کا عمل اب بھی جاری تھا ... پھر رات کی تاریکی بڑھنے لگی ... اب وہ رات میں دیکھنے والے گاگلز کے ذریعے اندھیرے میں آگے بڑھ رہے تھے اور رابطے کے لیے موبائل فون ٹیکسٹ میسج کے ذریعے کام لے رہے تھے ...

ایسے میں انسپکٹر جمشید نے ان سب کو رک جانے کا حکم دیا ... وہ سب رک گئے تو انہوں نے فاروق کو پیغام دیا ...

"فاروق اپنے درخت پر چڑھ جاؤ ... اور چاروں طرف دیکھو ... روشنی کی کوئی ہلکی سی کرن بھی نظر آتی ہو تو اطلاع دو۔"

"جی بہتر!" اس نے جواب آیا اور پھر کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی ... آخر فاروق کا پیغام ملا۔" میں اس وقت اس درخت کی انتہائی اونچائی پر ہوں اور اگر اس سے زیادہ اونچائی پر جانے کی کوشش کروں گا تو شاخ

ٹوٹ جائے گی۔"

"ابھی ٹھیک ہے ... یہیں سے چاروں طرف کا جائزہ لو۔"

"وہ میں شروع کر چکا ہوں ... چاروں طرف اندھیرے کی حکمرانی ہے ... دور تک ..." فاروق کہتے کہتے رک گیا۔

"دور تک کیا؟"

"دور تک ... میں کہنے والا تھا کہ دور تک کوئی روشنی نہیں ہے ... لیکن اب میں یہ بات نہیں کہوں گا۔"

"اچھا تو اب تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"سامنے کی سمت میں روشنی کی ایک کرن سی کبھی کبھی نظر آتی ہے ... ہمیں کچھ آگے جانا ہوگا پھر شاید قدرے واضح روشنی دکھائی دے جائے۔"

"نیچے آجاؤ ... ہم آگے چل کر پھر تمہیں اوپر چڑھنے کیلئے کہیں گے۔"

"لیکن کیوں ابا جان ... آپ محمود سے بھی تو کہہ سکتے ہیں۔"

"وقت بچانے کے لیے ... تمہاری رفتار ہم سب سے زیادہ ہے۔"

"خیر ... میں آپ سے زیادہ تیز رفتار تو نہیں ہو سکتا۔"

"تم مجھ سے کسی طرح کم نہیں ہو یعنی درختوں پر چڑھنے میں۔"

"جی ... جی اچھا۔" اس کا میسج آیا۔

وہ آگے بڑھنے لگے ... کچھ دور جا کر انہوں نے فاروق کو لکھا۔

"ہاں فاروق۔"

"جی اچھا۔"

فاروق پھر ایک اونچے درخت پر چڑھنے لگا... اوپر پہنچ کر اس نے اس سمت میں نظریں گاڑ دیں... جس طرف سے روشنی کی کرن دکھائی دی... وہ یہ دیکھ کر چونک اٹھا کہ اب روشنی زیادہ صاف نظر آ رہی تھی...

''روشنی بڑھ گئی ہے ابا جان۔''

''گڈ... ہمارا سفر درست سمت میں ہو رہا ہے... نیچے آ جاؤ۔''

اب وہ جلدی جلدی آگے بڑھنے لگے کیونکہ اب انہیں اوٹ لے کر آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں رہی تھی... دشمن کا پڑاؤ کافی آگے جا کر تھا... تاہم وہ ہر ممکن احتیاط کر رہے تھے... ان کا یہ سفر مزید آدھ گھنٹے تک جاری رہا... پھر انہیں روشنیاں صاف نظر آنے لگیں... ان پر جوش سوار ہو گیا... انہوں نے جان لیا تھا کہ وہ جانو کاکا کے پڑاؤ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں... اس جگہ انسپکٹر جمشید نے ان سے سرگوشی میں کہا۔

''پہلے میں آگے جا کر حالات کا جائزہ لے آتا ہوں... اس کے بعد ہم آگے بڑھیں گے اور میرا خیال ہے یہ ایک مشکل مرحلہ ہو گا۔''

''اللہ مالک ہے...'' ان کے منہ سے نکلا اور انسپکٹر جمشید درختوں کی اوٹ لیتے آگے بڑھنے لگے... یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

☆☆☆

زنجیر

آدھ گھنٹے بعد ان کی واپسی ہوئی... سب ان کے آس پاس آ گئے... اس وقت انہوں نے بتایا: ''یہ علاقہ سرحد سے بہت نزدیک ہے... اس جگہ تقریباً سات جھونپڑے نما کچے مکان ہیں... ان میں سے دو میں عورتیں اور بچے بھی ہیں... کل ملا کر بیس آدمی ہیں... گویا جانو کاکا نے یہاں اپنی ذاتی کالونی بنا رکھی ہے... دو طرف دو پہرے دار موجود ہیں... اس وقت سب لوگ سو رہے ہیں حالانکہ ہمارے حساب سے یہ سونے کا وقت نہیں ہے... لیکن شاید یہ لوگ اس وقت اس لیے سوتے ہیں کہ رات بارہ بجے کے قریب اٹھ کر نئی واردات کیلئے خود کو تازہ دم رکھ سکیں... اب اگر ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ لوگ ہتھیار ڈال دیں اور خود کو قانون کے حوالے کر دیں تو یہ فائرنگ شروع کریں گے اور جب یہ فائرنگ کریں گے تو ہمیں بھی مجبوراً فائرنگ کرنا پڑے گی... اس طرح عورتیں اور بچے بھی زد میں آئیں گے... لیکن میں یہ نہیں چاہتا۔''

''تو پھر کیا کریں جمشید؟'' خان رحمان نے کہا۔

''جب یہ لوگ واردات کرنے کے لیے یہاں سے نکلیں تو انہیں ایک ایک دو دو کو الگ الگ گرفتار کریں گے... اس طرح عورتیں اور بچے محفوظ

رہیں گے اور جانو کاکا اور اس کے صرف وہ ساتھی پکڑے جائیں گے جو
واردات کرنے کے لیے یہاں سے جائیں گے۔"

"ترکیب زبردست ہے جمشید۔" خان رحمان نے ان کی تائید کی۔

"تو پھر ٹھیک ہے... ہم انتظار کریں گے۔"

"لیکن ابا جان... اگر وہ آج رات واردات کے لیے نہ نکلے تو؟"

"تب پھر... تم ترکیب بتاؤ۔"

"کیوں نہیں... ترکیب کا اور اس کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے۔"
فاروق جلے بھنے انداز میں بولا۔ اور وہ مسکرانے لگے۔

"میری تجویز یہ ہے کہ رات کے ابتدائی حصے میں یہ لوگ سوتے ہیں
اس وقت انہیں خاموشی سے گرفتار کر لیا جائے۔"

"میرا خیال ہے... یہ بہترین ترکیب ہے۔" خان رحمان مسکرائے۔

"اچھی بات ہے... یونہی سہی۔" انسپکٹر جمشید نے ان کی تائید کی۔

اور جب رات کے دس بج گئے اور جانو کاکا کی آبادی میں مکمل سکوت
طاری ہو گیا تو وہ آگے بڑھے... ان کے پاس بے ہوش کرنے والے
رومال تھے اور رسیاں بھی تھیں... بائیں ہاتھ میں پستول بھی تھے... آگے ہی
آگے بڑھتے ہوئے آخر ان تک پہنچ گئے... پہلا مسئلہ پہرے داروں کا تھا
... ان کی ذمے داری انسپکٹر جمشید اور خان رحمان نے لی... وہ بے ہوش
کرنے والے رومالوں کے ساتھ زمین پر رینگتے ہوئے ان کی طرف بڑھنے
لگے... نزدیک پہنچ کر وہ ان کی کمر کی طرف سے آئے اور پھر یکدم

دونوں نے رومال ان کے ناک سے لگا دیے... پیچھے سے انہوں نے ان
دونوں کو قابو میں بھی کیا تھا... اس طرح دونوں آن کی آن میں بیہوش
ہو گئے اور انہیں زمین پر لٹا دیا گیا... اب ان کے سب ساتھی آگے بڑھے
اور جانو کاکا اور اس کے ساتھیوں کو رومال سنگھاتے چلے گئے... اس طرح
سب بے ہوش ہو گئے... اگر فائرنگ کا سہارا لیا جاتا تو عورتیں اور بچے
ساتھ مرتے... اب ان بے ہوش لوگوں کو باندھ لیا گیا... گرفتار کیے جانے
والے مردوں میں جانو کاکا بھی تھا... اب ان کو گرگاواں لایا گیا کیونکہ
وہی نزدیک ترین قصبہ تھا اور اتنا وقت نہ تھا کہ وہ دارالحکومت جا کر رات
بارہ بجے سے پہلے واپس اس سرحدی گاؤں آ سکتے۔ نواب صاحب کی حویلی
میں ان سب کو لایا گیا... مردوں کو ہوش میں لایا گیا... عورتوں اور بچوں
کو حویلی کے اندرونی حصے میں آرام سے رکھا گیا... انہیں کھانے پینے کی
چیزیں دی گئیں... ان تمام انتظامات میں نواب چانگی نے خوب حصہ لیا...
ان کی خدمات کو دیکھ کر انسپکٹر جمشید نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا:

"ہم آپ کو ضرورت سے زیادہ تکلیف دے رہے ہیں، ہمیں اس کا
کوئی حق نہیں پہنچتا۔"

"یہ تو خیر نہ کہیں... کیا ہم دوست نہیں ہیں ہاں۔"

اب جانو کاکا کو سامنے لایا گیا... انسپکٹر جمشید اور اکرام اس کے سامنے
بیٹھ گئے... پھر وہ بولے: "جانو کاکا... تمہارے تمام ساتھی گرفتار کر لیے
گئے ہیں... عورتیں اور بچے ہمارے پاس ہیں... تم ذرا سچ سچ بول دو کہ

وہ دو عورتیں کہاں ہیں... اور فائل کہاں ہے۔"

"کون سی دو عورتیں اور کون سی فائل۔" اس نے انہیں گھورا۔

"یہ دیکھو... اس زنجیر کو پہچانتے ہو نا۔"

اس نے زنجیر کو دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ "ہاں یہ میری ہے۔"

"بس تو پھر یہ ہمیں وہیں سے ملی ہے... جہاں تم نے مجھ پر حملہ کیا تھا اور حملہ اس لیے کیا تھا کہ تم مجھے کسی کے حکم پر یہاں واپس آنے سے روکنا چاہتے تھے... اب بھی اگر تم نے نہ بتایا تو پھر ہم تم سے اچھا سلوک نہیں کریں گے... اس وقت تک ہم نے بہت ہی نرم سلوک کیا ہے... تم لوگوں کی عورتوں اور بچوں کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔"

"وہ تو ہم روز ہی کسی نہ کسی کو روک کر لوٹتے ہیں... آج تم سامنے آگئے... ہمیں کیا پتا تھا کہ وہ کار تمہاری ہے۔"

"بہت اچھے... لیکن لوٹنے کیلئے تو کار کو روکا جاتا ہے... براہ راست حملہ نہیں کر دیا جاتا... گاڑی کو آگ لگا کر اور مجھ پر جان لیوا فائرنگ کر کے تمہیں کیا مل سکتا تھا... اس طرح تو تمہیں کچھ بھی نہ ملتا... نہ کار، نہ سامان، نہ روپے اور نہ میرا موبائل فون... اب بولو..."

"ہم نے تو روکا تھا... تم نے دیکھا ہی نہیں اور نہ ہی رکے... اس لیے ہم نے کیمیکل پھینک کر آگ لگا دی۔"

"میں جانتا ہوں تم نے کونسا کیمیکل استعمال کیا تھا... لیکن کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہارے پاس وہ کیمیکل آیا کہاں سے..." وہ مسکرائے۔

"او یہ بھی کوئی بات ہوئی... بازار سے ملا... اور کہاں سے۔"

"یہی تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ... بازار میں تو یہ ملتا نہیں... مل ہی نہیں سکتا... پھر تم کو کہاں سے ملا... کس نے دیا..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"بتاؤ کہاں سے آیا یہ کیمیکل... کس نے دیا یہ کیمیکل... کون لایا یہ کیمیکل... کس کا ہے یہ کیمیکل..." فاروق فلمی انداز میں کہتا چلا گیا۔

"کیا آج پھر علاؤالدین صاحب کی روح حلول کر گئی ہے۔" فرزانہ نے اسے بری طرح گھورا...

"نہیں ایسے موقعوں پر خواہ مخواہ ہی یاد آ جاتا ہے۔"

"بات دراصل یہ ہے پیارے جانو کاکا... یہ کیمیکل صرف اور صرف پڑوسی ملک میں ہی بنتا ہے اور وہاں کی فوج کے پاس ہی ہوتا ہے... نہ وہ اسے بازار میں فروخت کرتے ہیں... بلکہ صرف اپنے ایجنٹوں کے حوالے کرتے ہیں... ایسے ہی کیمیکل سے ہڑتالوں وغیرہ کے دنوں میں بسوں اور گاڑیوں کو آگ لگائی جاتی ہے... یہ ہوا لگتے ہی آگ پکڑ لیتا ہے... اب یہ تمہارے پاس ہونے کا مطلب یہی نکلتا ہے تم دشمن ملک کے ایجنٹ ہو... اور اسی لیے انہوں نے یہ کیمیکل تم کو دیا ہے... اب کیا کہتے ہو..." انسپکٹر جمشید ایک ہی سانس میں کہتے چلے گئے۔

اب انہوں نے دیکھا... جانو کاکا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"م... میں نے تو ایک بیچنے والے سے خریدا تھا... اس نے کہا تھا کہ تم لوگ جنگلوں میں رہتے ہو... بارش کے موسم میں خود کو گرم رکھنے کیلئے

لکڑیاں تو جلاتے ہی ہو گے ... اس کیمیکل سے لکڑیاں فوراً جل اٹھیں گی۔ بس میں نے اس سے خرید لیا ... اتنی سی بات ہے ...''

''نہیں چلے گی کانو جا کا ...'' فاروق مسکرایا۔

''کک ... کیا کہا ... کانو جا کا ...'' فرزانہ نے آنکھیں پھاڑیں۔

''بس ... تم تو زبان ہی پکڑا کرو ...'' فاروق جل بھن کر بولا۔

''ختم کرو ...'' انسپکٹر جمشید نے یک لخت سرد لہجے میں کہا۔ پھر بولے:

''ہاں تو جانو کا کا ... ایسے تو تم بچ نہیں پاؤ گے ... ہم تمہیں فوج کے حوالے کر دیں گے کیونکہ اس کیمیکل کا تمہارے پاس ہونا دراصل انہی کا کیس بنتا ہے ... اور وہ تمہیں گولی مار کر بارڈر پر پھینک دیں گے ... یہ کہہ کر ... یہ جاسوس تھا اور سرحد پار کرتے ہوئے گولیوں کا نشانہ بن گیا۔''

جواب میں جانو کا کا صرف تھوک نگل کر رہ گیا ...

''ہاں تو اب شرافت سے بتا دو کہ تم نے کس کے کہنے پر مجھ پر حملہ کیا تھا اور کیوں ... اور یہ بھی کہ ان دونوں خواتین کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہے ... اور اب وہ کہاں ہیں ...''

''ہم ... ہم نے انہیں باس کے حوالے کر دیا تھا ... اور بس ... اب کہاں ہیں ... یہ ہم نہیں جانتے ...''

''باس کے حوالے کیا تھا ... کہاں ؟؟۔''

''جنگل میں اپنے ڈیرے پر ... وہ انہیں ہمارے ڈیرے سے لے گیا تھا ... وہ کہاں ہے ... یہ بات باس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

''اچھی بات ہے ... باس کا نام پتا بتاؤ۔''

''اس کا نام چھاگل ہے ... سرحدی دیہات گڑگاواں میں رہتا ہے۔''

''کیا !!!'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں !'' اس نے کہا۔

اب وہ لگے اسے گھورنے ... کیونکہ چھاگل تو پہلے ہی غائب تھا اور یہاں آ کر تفتیش کا راستہ ایک بار پھر رک گیا تھا ... آخر انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''لیکن تم اس جنگل میں کیوں رہتے ہو۔''

''یہ بھی چھاگل کا حکم ہے ... دراصل ہم میں سے کچھ جیلوں سے بھاگے ہوئے ہیں اور کچھ کو اس نے ہی جیل سے نکلوایا تھا۔''

''کیا مطلب ... یہ تم نے کیا کہا ... جیل سے نکلوایا تھا۔'' انہوں نے انجان بن کر کہا ... حالانکہ اکرام انہیں پہلے ہی یہ بتا چکا تھا۔

''ہاں ! کئی سال پہلے اس نے جیل میں ہم سے ملاقات کی تھی ... اس نے کہا تھا ... تمہیں جیل سے نکلوا سکتا ہوں لیکن ہمیں اس کے لیے ایک کام کرنا پڑے گا اور یہ کام مفت نہیں لیا جائے گا۔ بہت اچھا معاوضہ ملا کرے گا ... اب آپ تو سمجھ ہی سکتے ہیں جیل انسان کے لیے کس قدر تکلیف دہ چیز ہے ... جیل میں جانے والا شخص چاہتا ہے کہ وہ کسی طرح یہاں سے نکل جائے ... سو ہم نے اس کی بات مان لی اور ہم جیل سے نکل آئے۔''

''ہم ... مگر کیسے ؟''

''یہ ہمیں نہیں معلوم ... نہ اس نے کبھی بتایا۔''

"لیکن تم یہ تو بتا ہی سکتے ہو ... جیل سے تم کس طرح باہر آئے تھے ... کسی نے تمہیں خود جیل سے نکالا تھا یا تمہاری ضمانتیں ہوئی تھیں۔"

"ہماری ضمانتیں ہوئی تھیں ... وکیل نے ہماری ضمانتوں کے کیس لڑے تھے اور ضمانتیں ہوگئی تھیں۔"

"تو کیا پھر تم لوگ کبھی عدالتوں میں پیش نہیں ہوئے کیونکہ عدالتوں سے ضمانتیں ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ کیس ختم ہو جاتے ہیں۔"

"جی ہاں! لیکن یعنی چھاگل نے ہمیں بتایا تھا کہ اب تم لوگوں کو عدالتوں میں نہیں جانا پڑے گا ... کیس اندر ہی اندر ختم ہو جائیں گے۔"

"اوہ!" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا ... اب انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ اس کیس کی جڑیں بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں ... انہوں نے ان سب کے نام نوٹ کیے جن تاریخوں میں ان کی ضمانتیں ہوئی تھیں، وہ تاریخیں بھی نوٹ کرلیں ... آج رات تو انہیں بہرحال سرحد پر گزارنی تھی، اس لیے واپس سرحد پر آگئے ... لیفٹیننٹ کرنل نسیم سے ملاقات کی ... انہوں نے بتایا۔ "سرحد کو مکمل طور پر سیل کر دیا گیا ہے۔"

"آپ تمام رات جاگ کر ڈیوٹی دیں گے اور آپ کے ماتحت بھی ... ہم بھی تمام رات آپ کے ساتھ جاگیں گے۔"

"آپ کی خوشی! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"شکریہ۔"

وہ تمام رات انہوں نے آنکھوں میں کاٹی۔ پھر نصف رات کے قریب

سرحد پر زور دار دھماکا ہوا ... لیکن سب لوگ اپنی جگہ پڑے رہے ... کوئی ہلچل نہ مچ سکی ... پھر رات کے تیسرے پہر شارجستان کی فوج نے ایک جگہ دھواں دھار فائرنگ شروع کر دی ... فائرنگ کا بھرپور جواب دیا گیا لیکن ایسا نہیں کیا گیا کہ ادھر ادھر سے فوجی وہاں آجاتے ... سب لوگ اپنی اپنی جگہ پڑے رہے یہاں تک کہ فائرنگ خود ہی رک گئی ... اور پھر صبح ہوگئی... اب انسپکٹر جمشید نے لیفٹیننٹ کرنل نسیم سے ملاقات کی ...

"ہمیں کچھ ضروری کام نمٹانے ہیں ... اس لیے دن کے وقت ہم اجازت چاہیں گے ... رات کو پھر آجائیں گے ... رات تو وہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکے لیکن آج پھر کوشش کریں گے۔"

"ہم پوری طرح چوکس ہیں۔"

پھر وہاں سے وہ نواب چانگی کی کوٹھی پر آگئے۔ نواب صاحب ابھی تک سوئے ہوئے تھے ... بیرونی دروازے کی چابی ان کے پاس تھی، اس لیے انہوں نے گھنٹی نہیں بجائی تھی ... دروازہ کھول لیا تھا ... کوٹھی میں مکمل طور پر خاموشی تھی ... اس کا مطلب تھا ان کے گھر والے بھی سوئے پڑے ہیں ... انہوں نے انہیں اٹھانا مناسب نہیں جانا ... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ سب یہیں رہیں گے ... اور ادھر میرا شہر جانا بہت ضروری ہے ... مجھے دیکھنا ہے کہ جانو کاکا اور اس کے ساتھیوں کی ضمانت کس نے کرائی تھی۔ وہ انہیں وہاں چھوڑ کر وہ دارالحکومت چلے آئے .... اکرام کو ساتھ لے کر عدالت کی متعلقہ شاخ میں پہنچ گئے ... انہوں نے عملے سے اپنا تعارف

کرایا... انہیں دو تاریخیں بتائیں... اور انہیں بتایا کہ وہ کیا چاہتے ہیں...
عملے کے دو آدمی ان کے کام میں مصروف ہو گئے... وہ ایک طرف بیٹھ
کر انتظار کرنے لگے۔

''معاملہ کچھ لمبا ہوا چلا ہے سر۔'' اکرام کی آواز ابھری۔

''لگتا ہے شارجستان کے ایجنٹ ہمارے ہر شعبے میں سرائیت کر گئے ہیں
... ارے ہاں... ارسلان غالب سے بات کر کے دیکھتے ہیں شاید کوئی نئی
بات پتہ چل جائے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے ارسلان غالب کے نمبر ملائے،
فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

''ارسلان غالب بات کر رہا ہوں۔''

''اور یہ میں ہوں انسپکٹر جمشید۔''

''اوہ اچھا... فرمائیے۔''

''فائل کا معاملہ ہر لمحے پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے... اس کیس میں ایک بالکل
نئی اور انوکھی بات سامنے آئی ہے۔''

''اور وہ کیا؟'' ارسلان غالب نے چونک کر کہا۔

''یہ کہ دشمن کے ایجنٹوں کے لیے مقامی جرائم پیشہ لوگوں کا ایک گروہ
کام کر رہا ہے... اس گروہ کا سرغنہ جانو کاکا ہے... کوئی دس برس پہلے یہ
لوگ جیل میں تھے... چھاگل نامی جرائم پیشہ نے انہیں جیل سے ضمانتوں پر
نکلوایا تھا... آج تک ان کے کیس پھر عدالت میں نہیں لگے... جانو کاکا کو
ہم نے گرفتار کر لیا ہے اور یہ معلومات ہمیں اسی سے موصول ہوئی ہیں...

اب ہم اس عدالت کے دفتر میں موجود ہیں جس میں جانو کاکا اور اس کے
ساتھیوں کا کیس لگتا رہا ہے... ہم جاننے کی کوشش میں ہیں کہ آخر ضمانتوں
پر رہا ہونے والوں کے کیس پھر آگے کیوں نہیں بڑھے۔''

''واقعی یہ تو بہت عجیب بات ہے۔''

''جی ہاں! لیکن ہمیں امید ہے... عدالت کے ریکارڈ دیکھنے کے بعد
ہم اصل مجرم تک ضرور پہنچ جائیں گے... ان لوگوں کی ضمانت کس نے لی
تھی... بس اس کا نام سامنے آنے کی دیر ہے۔''

''جب آپ کو معلوم ہو جائے تو مجھے بھی بتا دیجیے گا۔''

''جی... کیا کہا آپ نے۔'' انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی...

''جونہی آپ کو ضامنوں کا نام معلوم ہو... مجھے بھی بتا دیجیے گا۔''

''لیکن آپ اس کا نام جان کر کیا کریں گے۔''

''اس طرح ہو سکتا ہے... میں آپ کے کام آ سکوں۔''

''اچھی بات ہے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... تقریباً نصف
گھنٹے بعد عدالت کا ریکارڈ کیپر آتا نظر آیا... ان کے قریب آ کر بولا:

''ضمانت لینے والے کا نام ہے نہ وہ فائلیں موجود ہیں... رجسٹروں میں
ان کا اندراج بھی نہیں ہے... یعنی وہاں سے اڑا لیا گیا ہے اور یہ کام
عدالت کے کسی ذمے دار کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔''

''اوہ! آپ کا مطلب ہے... اس وقت یہاں کوئی ایسا شخص موجود تھا
جس نے ان فائلوں کو غائب کیا ہے۔''

''ہاں! بالکل۔''

''لیکن اب ہم یہ کس طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ ضمانت کس نے دی۔''

''جن کاغذات سے معلوم کر سکتے تھے... وہی نہیں رہے۔''

''تو کیا عدالتوں میں ایسے کام بھی ہو سکتے ہیں۔''

''یہاں تو محکموں میں نجانے کیا کیا ہوتا ہے، یہ تو معمولی بات ہے... ہمارے ملک میں نہ جانے کتنے کام غیر قانونی طور پر ہوتے ہیں... کوئی بھی کسی کو شارع عام پر قتل کر دیتا ہے اور اس کا کچھ بھی نہیں بگڑتا بلکہ اس مقتول کے رشتے داروں پر دباؤ ڈال کر معاوضہ دے دلا کر کیس ختم کروا دیا جاتا ہے اور قاتل ہنستا مسکراتا بائے بائے کرتا باعزت طریقے سے ملک سے باہر چلا جاتا ہے... کیا ایسا نہیں ہوا۔''

''ہاں بالکل... ایسا ہوا ہے۔'' انہوں نے تسلیم کیا۔

''بس تو پھر... یہاں آپ کو کچھ نہیں ملے گا۔''

''خیر کوئی بات نہیں... آپ کو ہم نے بہت زحمت دی۔''

''مجھے افسوس ہے، میں آپ کے کام نہ آسکا۔''

''کوئی بات نہیں... اس میں آپ کا کیا قصور۔''

وہ وہاں سے نکل آئے... ارسلان غالب کو صورتِ حال بتائی اور سرہد کی طرف روانہ ہو گئے... راستے میں ہی تھے کہ محمود کا فون آیا... اس نے انہیں ایک نئی اطلاع دی اور چھاگل والی کوٹھی کی چھت پر آنے کیلئے کہا۔

وہ سب بھی اس وقت وہیں موجود تھے... پھر جب وہ نواب چاگی کی کوٹھی

کے قریب پہنچے تو دوپہر ہو چکی تھی... جونہی وہ دروازے پر پہنچے، انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا... ان کے کان کھڑے ہو گئے...

☆☆☆

آواز

انسپکٹر جمشید کے جانے کے بعد وہ لوگ کوٹھی کے باغ میں آکر بیٹھ گئے ... نواب صاحب بھی وہیں تھے اور اخبار پڑھ رہے تھے ... انہوں نے ان پر ایک نظر ڈالی اور گویا ہوئے ...

''کیا رہا آپ کے اس جاسوسی چکر کے سلسلے میں ... ویسے میں تو سخت بوریت محسوس کر رہا ہوں ... آپ لوگ آئے تھے تفریحی دورے پر اور پڑ گئے کیس کے پیچھے۔''

''لیکن بھائی جانکی ! اس میں ہمارا کیا قصور۔'' خان رحمان نے کہا۔

''قصور تو نہیں ہے ... لیکن میزبان بے چارے کا بھی کیا قصور۔''

''ہمارا خیال ہے ... انسپکٹر جمشید اس کیس سے بہت جلد فارغ ہونے والے ہیں ... ویسے اس کیس میں آپ کی ذات کی حد تک یہ بات کافی عجیب ہے کہ چھاگل ایک جرائم پیشہ آپ کے ساتھ والی کوٹھی میں رہتا تھا ... اور آپ کو پتا بھی نہ چل سکا کہ وہ کون ہے ... کیا کرتا ہے۔''

''دراصل میں اپنے کام سے کام رکھنے والا شخص ہوں ... کسی کے معاملے میں کبھی ٹانگ نہیں اڑاتا۔''

''لیکن اب تو آپ کو معلوم ہو گیا ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''اب ... اب کیا فائدہ ... چھاگل غائب ہے۔''

''اس بارے میں آپ فکر نہ کریں، ایک راستہ بند ہوتا ہے تو ہم لوگ دوسرا راستہ تلاش کر لیا کرتے ہیں ... ہم چھاگل تک ضرور پہنچیں گے۔''

''میری دعا ہے ... جلد ایسا ہو جائے۔'' نواب صاحب مسکرائے۔

''آمین۔''

''آپ کی اس سے آتے جاتے ملاقات تو ہوتی رہی ہوگی۔''

''ایک دو بار سے زیادہ ایسا نہیں ہوا ... نہ ہی اس کے گھر والے کبھی ہمارے ہاں آئے ... نہ میرے گھر والے ادھر گئے ... دراصل جب انہوں نے کوٹھی کرائے پر لی تھی ... اس وقت انہیں پہلے ہمارے گھر آنا چاہیے تھا ... وہ آئے نہیں تو میری بیوی اور بچے بھی ان کے ہاں نہیں گئے اور اب میں سوچتا ہوں ... اچھا ہی ہوا ... ہم نہیں گئے۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

ایسے میں فرزانہ کے کان کھڑے ہو گئے ...

اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اس طرف کوئی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' مارے حیرت کے نواب صاحب کے منہ سے نکلا۔

''میرا مطلب ہے ... چھاگل والی کوٹھی میں کوئی ہے۔''

''آپ یہیں ٹھہریں ... ہم دیکھ آتے ہیں جا کر کیونکہ پہلے بھی ہم یہ بات محسوس کر چکے ہیں ... لیکن وہاں کوئی نظر نہیں آیا۔''

''اللہ رحم فرمائے ... نہ جانے کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے والا ہے۔''

"فکر نہ کریں۔"

انہوں نے کہا اور باہر کی طرف دوڑ لگا دی۔

"لگتا ہے... ہم اس کیس میں دوڑتے دوڑتے تھک جائیں گے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اگر اللہ کو یہی منظور ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔" محمود مسکرایا۔

"لیکن مجھے مزہ آرہا ہے۔" فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"تمہارے کان جو بار بار بج رہے ہیں... ویسے اس کیس کا اور تمہارے کانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔" خان رحمان ہنسے۔

"آپ کو تو میرے کانوں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔"

"واقعی... فرزانہ کے کانوں تمہارا شکریہ۔" پروفیسر داؤد پٹ سے بولے

اسی وقت وہ باہر نکل آئے... اور چھاگل والی کوٹھی میں داخل ہوئے... عین اس لمحے فرزانہ کو ایک خیال آیا۔ اس نے چلتے چلتے کہا:

"اس کا بھی تو امکان ہے... کوئی ہمیں الجھانے کے لیے اور پریشان کرنے کے لیے آوازیں نکال رہا ہے۔"

"لیکن کون... سوال تو پھر یہ بھی ہے۔" محمود بولا۔

"لیکن کوئی اسے آتے جاتے دیکھتا کیوں نہیں۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں! اس کا مطلب ہے وہ کسی خفیہ راستے سے آتا جاتا ہے... اور ہم ابھی تک وہ خفیہ راستہ تلاش نہیں کر سکے... اس لحاظ سے یہ کیس ہمارے لیے لوہے کے چنے چبانے کے برابر مشکل ثابت ہوا ہے... ہم لوگ خفیہ

راستوں کی تلاش میں ماہر ہیں... بس اس کیس میں کامیاب نہیں ہو سکے۔"

"ہم کوشش میں ہیں اور اب ایک بار پھر یہی کوشش کرنے چلے ہیں۔"

وہ اندر داخل ہو گئے... پہلے تو انہوں نے پوری کوٹھی کی تلاشی لی، پھر خفیہ راستے کی تلاش شروع کر دی... یہ کام وہ یہاں پہلے ہی کر چکے تھے لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی... ایسے میں فرزانہ کو ایک خیال آیا...

"ہم نے اس کوٹھی کی چھت کا جائزہ نہیں لیا، کیونکہ ہمارے ذہنوں میں یہ بات ہے کہ چھت پر کوئی خفیہ راستہ نہیں ہو سکتا... لیکن اب تھک ہار کر چھت کا جائزہ بھی لے ہی لیا جائے۔"

وہ چھت پر پہنچے... کوٹھی کی چھت بہت اونچی تھی اور اس جگہ سرحد کا بہت بڑا حصہ نظر آتا تھا... نواب چانگی کی کوٹھی بھی اس کوٹھی کے برابر اونچی تھی... جب انہوں نے درخت کے ذریعے سرحد کی طرف دیکھنے کی کوشش کی تھی... اس وقت اس چھت کا خیال نہیں آیا تھا... اب وہ اس چھت کو پہلی بار دیکھ رہے تھے... انہوں نے چھت کا غور سے جائزہ شروع کیا۔

"بالکل سیدھی سادی چھت ہے... اس میں کوئی خفیہ راستہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ہوں... لیکن چیک کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں... تم یہ نہ بھولو کہ ہم دو تین مرتبہ اس کوٹھی میں سے آتی آوازیں سن چکے ہیں۔"

"آواز ہم نے نیچے سنی ہے... اوپر نہیں۔" فاروق بولا۔

"اچھا تم تھوڑی دیر کے لیے چپ رہو۔"

"مجھے ... چپ ... چپ ... چپ۔" فاروق چپ آگے کچھ نہ کہہ سکا۔

"کیا ہوا ... لفظ چپ پر تمہاری آواز رک کیوں گئی؟"

"مم ... میں نے۔" فاروق ہکلایا۔

"کہو بھی ... کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"مم ... میں نے پا لیا۔"

"میں نے پا لیا ... کیا پا لیا ... خفیہ راستہ۔" محمود نے مذاق اڑایا۔

"نہیں۔" وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا۔

"تو پھر؟"

"میرے نزدیک آجاؤ اور جس طرف میں دیکھ رہا ہوں ... تم بھی اس سمت میں دیکھو اور اگر کان کی طرح تمہاری آنکھیں تیز نہیں ہیں تو میری آنکھوں سے دیکھ لو۔" فاروق جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

"ہمارا کیا جاتا ہے ... دیکھ لیتے ہیں، کیوں فرزانہ۔"

"ضرور ... کیوں نہیں۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

اور پھر وہ اس کی طرف مڑے ... وہ سرحد کی طرف منہ کیے کھڑا تھا اور غور سے اس سمت میں دیکھ رہا تھا ... انہوں نے اس کے دائیں اور بائیں کھڑے ہو کر اس سمت میں دیکھا لیکن کوئی خاص بات نظر نہ آئی ... بس سرحد کے پاس فوجی کھڑے نظر آئے اور یہ وہ پہلے بھی دیکھ چکے تھے۔

"ہمیں تو کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔" محمود بڑبڑایا۔

"دیکھنے کے لیے آنکھیں ہونی چاہییں۔"

"تو کیا تمہیں ہمارے چہروں پر بٹن نظر آ رہے ہیں۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"یہ تم جانو ... آنکھیں تمہاری ہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"زیادہ شیخی نہ بگھارو اور بتاؤ تمہیں کیا نظر آیا ہے۔"

"وہی جو ہم دیکھنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"حد ہو گئی ... ہے کوئی تک۔" فرزانہ جھلا اٹھی۔

"بالکل نہیں ہے۔" خان رحمان نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

"انکل آپ تو ایسا نہ کہیں۔" فاروق نے گلہ کیا۔

"تو تم بتا کیوں نہیں دیتے ... کیا نظر آ رہا ہے تمہیں۔"

"بتا دوں انکل۔" فاروق نے شریر انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

"ضرور بتا دو ... یہ مجھے ان دونوں کے تیور خطرناک نظر آ رہے ہیں۔" پروفیسر داؤد ہنسے۔

"کیا کہہ رہے انکل ... کیا یہ مجھ پر حملہ کر دیں گے۔" فاروق ہنسا۔

"ہاں بالکل۔"

"آپ کہتے ہیں تو بتا دیتا ہوں، ورنہ آج اچھا موقع ہاتھ لگا تھا۔"

"کس بات کا موقع۔"

"ان سے بدلے چکانے کا ... ایسے موقعوں پر یہ دونوں اور خاص طور پر فرزانہ تو خوب تنگ کرتی ہے۔"

"فرزانہ۔" پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"جی انکل۔"

"فوراً وعدہ کر لو ... اب تم فاروق کو تنگ نہیں کرو گی۔"

"جی اچھا چلیے انکل! ہم وعدہ کرتے ہیں۔"

"لیکن اس میں کہیں چلنے کی کیا ضرورت ہے۔" فاروق گھبرا گیا۔

"اب تم بلا وجہ بات کو طول دے رہے ہو۔" خان رحمان بھنا گئے۔

"جی اچھا انکل ... اب لمبا نہیں کروں گا ... میری آنکھوں کی سیدھ میں سرحد کی طرف دیکھیے۔"

"وہ تو ہم پہلے ہی دیکھ رہے ہیں ..." محمود نے تنگ کر کہا۔

"اب اس جگہ کھڑے کھڑے ذرا سا ترچھے ہو کر ریحانہ صاحبہ کے گھر کی طرف دیکھیں۔"

"ریحانہ کے گھر کی طرف ..." وہ ایک ساتھ بولے۔

"جی ہاں! اسی چیز کی تو ہم تلاش میں تھے ... تو معاذ کو سرحد سے آتے ہوئے یہاں سے دیکھا گیا تھا۔"

اب انہوں نے اس حساب سے سرحد کی طرف اور پھر ریحانہ کے گھر کی طرف دیکھا ... راستہ بالکل سیدھا نظر آیا ... اس وقت جب معاذ نے سرحد عبور کی تو یہاں موجود دشمن اور غالباً چھاگل نظریں جمائے کھڑا تھا کیونکہ اسے پہلے ہی شارجستان کی طرف سے یہ اطلاع مل چکی تھی کہ فائل اڑا لی گئی ہے ... اور سرحد سے اس طرف لائی جانے والی ہے ... لہٰذا نظریں جما دی گئیں اور جب معاذ نے سرحد عبور کی تو اسے دیکھ لیا گیا ... پھر جب معاذ ریحانہ کے گھر میں داخل ہوا تو غداروں نے اسے بھی دیکھ لیا اور وہاں

پولیس کی وردیوں میں پہنچ گئے۔

"لیکن مسئلہ یہ ہے کہ کیس پھر چھاگل پر آ کر رک گیا ہے ... اور ہم ابھی تک اسے تلاش نہیں کر سکے۔" فاروق نے پریشان لہجے میں کہا۔

"یہ تو ہم پہلے سے ہی جانتے ہیں کہ اس کوٹھی کے مکین یعنی چھاگل اور اس کے ساتھی ہی مجرم ہیں ... البتہ یہ بات بالکل صاف ہو گئی کہ اس پورے علاقے میں یہی ایک مقام ہے جہاں سے سرحد پر نظر رکھی جا سکتی ہے۔"

"یہ سب باتیں تسلیم ... سوال تو میرا یہی ہے کہ اب ہم کیا کریں۔"

"اب ہم ابا جان کو فون کرتے ہیں ... وہ فوراً یہاں آ جائیں ... کیونکہ مجرم ہمارے آس پاس ہی موجود ہے ... اور وہ کسی وقت بھی ہم پر وار کر سکتا ہے، کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ اب ہم اس کا سراغ لگا کر ہی چھوڑیں گے۔" فرزانہ کہتی چلی گئی۔

"ٹھیک ہے ... محمود ... جلدی سے جمشید کو فون کرو۔"

محمود نمبر ڈائل کرنے لگا ... سلسلہ ملنے پر ان کو نئی صورتِ حال سے آگاہ کیا ... پھر فون بند کر کے جیب میں رکھا ہی تھا کہ عین اس لمحے ان پانچوں نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی ... وہ چونک کر مڑے۔

☆☆☆

سرحد

انسپکٹر جمشید نواب چانگی کے گیٹ پر پہنچ کر گاڑی سے اترے اور پیدل چھاگل کی کوٹھی کی طرف بڑھے ... انہوں نے دیکھا، دروازہ اندر سے بند تھا ... انہوں نے دباؤ ڈالا، لیکن دروازہ نہ کھلا ... پھر گھنٹی کا بٹن دبایا اور دباتے ہی چلے گئے ... لیکن کوئی دروازہ کھولنے کے لیے نہ آیا ... ان کی چھٹی حس انہیں خبردار کرنے لگی ... اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ کسی طرح چھت پر پہنچ جائیں ... دروازہ کھلوانے یا توڑنے میں دیر لگ جاتی، لہٰذا انہوں نے نواب چانگی کی کوٹھی کا رخ کیا ... گھنٹی کا بٹن دبایا تو ایک بچی کی آواز سنائی دی۔

''بیٹی ! میں انسپکٹر جمشید ہوں ... نواب صاحب نہیں ہیں شاید۔''

''جی انکل، وہ تو گھر میں نہیں ہیں، میں دروازہ کھول دیتی ہوں۔''

''شکریہ بیٹی !''

کلک کی آواز آئی ... اور دروازہ کھل گیا ... یہ نیا انتظام نواب چانگی نے آج ہی کروایا تھا ... خواتین کے اغوا کے بعد وہ بے حد محتاط ہو چلے تھے۔

وہ اندر داخل ہوئے تو بچی سامنے ہی برآمدے میں کھڑی نظر آئی۔

''اوپر جانے کا زینہ یہی ہیں نا'' انہوں نے دائیں طرف اشارہ کیا۔

''جی ہاں ! کیا آپ اوپر جانا چاہتے ہیں۔''

''ہاں بیٹی ! دراصل مجھے ساتھ والی کوٹھی میں جانا ہے ... اس کا صدر دروازہ بند ہے اور اندر سے کوئی کھول نہیں رہا جبکہ میرے بچے اور ساتھی اندر ہی تھے۔''

''اوہ ... آپ اوپر چلے جائیں ... ہماری چھت سے چھاگل انکل کی چھت پر اترنا مشکل کام نہیں ہے۔''

''شکریہ بیٹی؟'' انہوں نے کہا اور تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے۔

چھت کافی اونچائی پر تھی ... وہ رکے بغیر اوپر چڑھتے رہے ... برابر والی چھت کا فاصلہ یہاں سے کم از کم بیس فٹ تو رہا ہی ہوگا ... اس کا مطلب تھا کہ اب انہیں لانگ جمپ کا مظاہرہ کرنا تھا ... بیس فٹ کا فاصلہ معمولی نہیں ہوتا اور اس قدر لمبی چھلانگ کے لیے اتنی ہی دور سے دوڑ کر بھی آنا پڑتا ہے۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ نواب چانگی کی چھت کی لمبائی تیس فٹ سے زائد تھی ... کام مشکل تھا اور فاصلہ بھی غیر معمولی ... اندازے کی ذرا سی بھی غلطی ہڈی پسلی ٹوٹنے کا سبب بن سکتی تھی ... لیکن اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا ... وہ چھت کے مخالف سرے پر پہنچ گئے ... پھر انہوں نے دوڑنا شروع کیا اور دیوار تک پہنچنے سے پہلے ہی چیتے کی طرح جست لگائی اور پھر اڑتے ہوئے دوسری چھت پر جا اترے ...

لیکن ذرا ہی نہ رکے بلکہ اسی رفتار سے دوڑتے چلے گئے ... اگر وہ ایسا

نہ کرتے تو رکنے کی کوشش میں لڑھکتے چلے جاتے ... چھاگل کی چھت پر اترنے کے بعد انہوں نے ادھر ادھر دیکھا ... وہاں کوئی نہیں تھا ... وہ تیزی سے سیڑھیاں طے کرتے ہوئے نیچے پہنچے ... لیکن نیچے بھی ان پانچوں کا کوئی پتا نہیں تھا ... وہ کہیں بھی موجود نہیں تھے ... انہوں نے انہیں چند بار آوازیں بھی دیں ... لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

اس لمحے انہوں نے ہلکی سی گھبراہٹ محسوس کی، کیونکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی انہوں نے محمود سے فون پر بات کی تھی۔ اس وقت وہ چھاگل والی چھت پر موجود تھے، لیکن اب وہاں نہیں تھے اور نہ ان کی آواز ان تک پہنچ رہی تھی ... نہ وہ چھاگل کی کوٹھی میں نیچے تھے نہ اوپر ...

تب پھر وہ کہاں تھے ... انہیں موبائل کا خیال آیا تو لگے باری باری ان کے نمبر ڈائل کرنے ... لیکن ان سب کے موبائل بھی بند تھے ... اب تو انہیں یقین ہوگیا کہ وہ کسی مشکل میں پھنس گئے ہیں ... اس کوٹھی کے نیچے تو انہیں پہلے ہی کوئی خفیہ راستہ نہیں ملا تھا ... آخر وہ پھر اوپر چھت پر آئے اور چھت کا غور سے جائزہ لیا ... ان کی نظر بہت دور ریحانہ کے مکان پر پڑی ... وہ وہاں سے بالکل صاف نظر آرہا تھا ... اور اس کی سیدھ سے سرحد بھی نظر آرہی تھی ...

دونوں چھتیں برابر تھیں ... جس طرح چھاگل کی چھت سے محمود وغیرہ کو یہ دونوں چیزیں نظر آئی تھیں اسی طرح سے انہیں اس چھت سے نظر آگئی تھیں انہوں نے بھی ریحانہ کا گھر اور سرحد کو دیکھ لیا ... لیکن یہ بھی چھت کی صرف

ایک جگہ سے ممکن تھا ... اس جگہ سے ذرا سا سرکتے ہی ریحانہ کا گھر اور سرحد دونوں نظر آنے بند ہو جاتے تھے ... انہوں نے منڈیر کا غور سے جائزہ لیا ... وہاں ان کے کھڑے ہونے کے آثار موجود تھے ... اس جگہ کا انہوں نے اور باریک بینی سے جائزہ لیا ...

نیچے کچھ ایسے نشانات بھی نظر آئے جیسا کہ کسی کو گھسیٹا گیا ہو ... اب تو وہ بے چین ہوگئے ... انہوں نے گھسیٹے جانے کے رخ کی طرف دیکھا ... ان کا دل بہت زور سے دھڑکا ...

انہیں وہ راستہ نظر آگیا تھا جس کے ذریعے انہیں چھت سے لے جایا گیا تھا ... اب تو ان پر جوش سوار ہوگیا ... بظاہر وہ چھت پر خوبصورتی کے لیے تعمیر کیا گیا ایک گنبد نما مینار سا تھا ... جیسے کسی مسجد کا مینار ہوتا ہے ... پہلے انہوں نے اس مینار کی طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی ...

اب جو ان کے جوتوں اور گھٹنے کی سمت نے اشارہ کیا تو دھیان دیا ... قریب جا کر دیکھا تو ایک بلاک اپنی جگہ سے کھسکا ہوا سا محسوس ہوا ... انہوں نے انگلیاں پھنسا کر ہلایا تو وہاں ذرا سی جھری نمودار ہوگئی ... پھر اس جھری کو نمایاں کرنے میں انہیں بھلا کیا دیر لگتی ... جھری کے پیچھے لوہے کا دروازہ تھا ...

انہوں نے ہاتھ سے دباؤ ڈالا تو اس کے پٹ کھلتے چلے گئے ... اندر ایک زینہ اور اس میں سیڑھیاں صاف نظر آ رہی تھیں ... سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں ... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... اترتے چلے گئے ... سیڑھیاں گہری

تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں ... اس قدر تاریکی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا ... انہوں نے سوچا، وہ موبائل کی ٹارچ روشن کریں یا نہ کریں ... ذہن نے یہی کہا کہ نہ کرو، بس اسی طرح سیڑھیاں اترتے چلے جاؤ ... انہوں نے ایسا ہی کیا ... اترتے چلے گئے یہاں تک کہ اچانک دھڑام سے گرے ... دراصل سیڑھیاں ختم ہوگئی تھیں اور آخری سیڑھی کے بعد نیچے ایک گڑھا تھا اور وہ اس گڑھے میں گرے تھے ... یہاں کچھ بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا ... انہوں نے گڑھے سے نکلنے کی کوشش کی لیکن دیواریں عمودی تھیں ترچھی نہیں تھیں ... کھردری نہیں بلکہ سپاٹ اور چکنی تھیں ... یعنی یہ گڑھا انسانی کوشش کا شاہکار تھا اور اس کی دیواروں پر سیمنٹ کا پلستر بھی کیا گیا تھا۔

اسی لمحے کوئی چیز ان کے اوپر گری ... انہوں نے جلد ہی جان لیا ان کے اوپر گرنے والی چیز ایک جال تھا ... اب وہ جال میں پھنسے اس گڑھے میں پڑے تھے۔ آخر انہوں نے منہ سے آواز نکالی۔ ''محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان، پروفیسر صاحب کیا آپ لوگ یہاں موجود ہیں۔''

لیکن انہیں اپنی آواز کا کوئی جواب نہ ملا ... انہوں نے پھر ہانک لگائی لیکن بے سود ... ہاتھ پیر مارے تو جال ان پر لپٹنے لگا اور وہ اس میں الجھ چلے گئے۔ اب وہ گلے کا پورا زور لگا کر چلائے:

''محمود، فاروق، فرزانہ ... تم آس پاس موجود ہو تو جواب دو۔''

''ہم یہاں ہیں لیکن معلوم نہیں کہاں ہیں۔'' فاروق کی آواز ابھری۔

''اوہ اچھا تم میری آواز کی سمت سرکنے کی کوشش کرو، لیکن غور سے سنو ... میں ایک گڑھے میں ہوں، گڑھے میں ... سنا تم نے ... ہاتھوں اور پیروں سے ٹٹول ٹٹول کر آنا ... ایسا نہ ہو کہ تم بھی گڑھے میں آ گرو۔''

''جی اچھا ... ہم آ رہے ہیں ... لیکن آپ ہمارے مہربانوں سے یہ تو پوچھ لیں کہ آخر وہ ہم سے چاہتے کیا ہیں۔''

''کیوں بھئی مہربانو! ... کیوں ہمیں پریشان کر رہے ہو ... کہاں ہو جہاں بھی ہو ... ہمیں آواز دو ہم یاد کرتے ہیں۔''

''لیجیے! آپ تو شاعری کرنے لگے۔'' محمود کی آواز ابھری۔

''تم یہ بتاؤ ... میری آواز کی طرف آ رہے ہو یا نہیں۔''

''جی ہم آ رہے ہیں۔''

''گڑھے کے کنارے پہنچ کر تم یہ جال اوپر کھینچ لینا۔''

''جال ... کیا مطلب ... یہ جال یہاں کہاں سے آٹپکا۔''

''تو تم لوگ جال میں نہیں ہو۔''

''جی ... جی نہیں ... اللہ کی مہربانی سے ہم جال میں نہیں ہیں۔''

''بس ٹھیک ہے ... سرکتے چلے آؤ۔''

اور وہ گڑھے کے کنارے پہنچ گئے ...

''ہم یہاں آگئے ہیں ابا جان۔''

''ٹھیک ہے ... گڑھے میں ہاتھ لٹکا دو تاکہ میں پکڑ کر باہر آسکوں۔''

''اوہ اچھا!''

جلد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ گڑھے میں چند ہاتھ لٹک آئے ہیں۔ انہوں نے ان ہاتھوں کو ٹٹولنا شروع کیا ... آخر ان کے ہاتھ خان رحمان کے ہاتھ سے چھو گئے ... انہوں نے ہاتھ کو پکڑ لیا۔

"خان رحمان! کیا یہ تمہارا ہاتھ ہے۔" ایک آواز ابھری۔

"نہیں جمشید ... یہ میں ہوں۔" پروفیسر داؤد کی آواز ابھری۔

"اوہ اچھا ... مہربانی فرما کر خان رحمان کو ہاتھ لٹکانے دیں۔"

"ہاں بھئی میں بوڑھا ہو چلا ہوں ... میری مدد تم کیوں لو گے بھلا۔"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا ... دراصل آپ کا وزن میرے وزن سے کم ہے ... اس لیے سائنس کے اصول کے تحت آپ میرا وزن سہار نہیں سکیں گے، جب تک کہ آپ خود کسی وزن دار شے سے بندھے ہوئے نہ ہوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے ... مان لیتا ہوں۔" ان کی آواز ابھری۔

"شکریہ پروفیسر صاحب ... کہاں ہو تم خان رحمان ..."

"میں ہاتھ لٹکا چکا ہوں میرے دوست۔"

"بہت خوب! گڑھے کی دیوار سے ہاتھ لگا دو ... میں دیوار سے ہاتھ سرکاتا ہوا آ رہا ہوں۔"

"اچھا جمشید۔"

اور پھر ان کے ہاتھ خان رحمان کے ہاتھ سے لگ گئے ...

"کیا تم مجھے اوپر کھینچ سکتے ہو خان رحمان۔"

"کوشش تو کر ہی سکتا ہوں۔"

"ویسے میں کوشش کروں گا کہ تمہیں زیادہ زور نہ لگانا پڑے۔"

"اللہ مالک ہے۔"

اور پھر خان رحمان نے اوپر کی طرف زور لگانا شروع کیا ... ادھر انسپکٹر جمشید کو اپنی کوشش کرنا پڑی ... اس طرح آخر وہ گڑھے سے نکل آئے لیکن وہاں اب بھی گھپ اندھیرا تھا ... ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ پھر انہیں جال سے آزاد کیا گیا۔

"ہمیں بہت افسوس ہے۔" محمود کی غمگین آواز سنائی دی ...

"افسوس! کس بات کا افسوس۔"

"اس بات کا افسوس کہ ہماری وجہ سے آپ بھی یہاں آ پھنسے۔"

"افسوس کی بات نہیں ... یہ بتاؤ کیا تم بھی گڑھے میں گرے تھے۔"

"جی نہیں ہمیں معلوم نہیں کہ ہم یہاں کس طرح پہنچے ... جب ہم آپ سے بات کر رہے تھے تو عین اس وقت ہم نے اپنے پیچھے قدموں کی آواز سنی تھی ... بس ادھر ہم مڑے ... ادھر بے ہوش ہو گئے۔"

"کیا تم اپنے پیچھے کسی کو دیکھ سکے تھے۔"

"جی نہیں، ایک بہت خوفناک بُو محسوس کی تھی اور گرتے چلے گئے تھے۔"

عین اس لمحے وہاں روشنی ہو گئی ... انہوں نے دیکھا جسے وہ گڑھا سمجھ رہے تھے، وہ ایک چوکور کنواں تھا، لیکن اس کی گہرائی زیادہ نہیں تھی اور وہ اس وقت چھوٹے سے چوکور کمرے میں تھے ...

ان سیڑھیوں کا اختتام اس کمرے کے ایک کونے میں ہوتا تھا ...

اندھیرے میں اوپر سے نیچے آنے والا شخص ظاہر ہے، اس کے اندر ہی
گر سکتا تھا ... اور چونکہ اس قدر گہرا تو تھا ہی کہ خود انسان اپنے ہاتھ بلند کر
کے اس کے سرے پر نہیں جما سکتا تھا، اس لیے باہر نہیں نکل سکتا تھا
البتہ اونچی چھلانگ لگا کر سرے کو پکڑ سکتا تھا ... لیکن اندھیرے میں انھیں
اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ کتنی گہرائی میں موجود ہیں۔ اس وقت ایک
آواز ابھری۔

"پانی کی موت مبارک ہو انسپکٹر جمشید۔"

"پانی کی موت سے کیا مطلب ... ویسے یہ کسی ناول کا بہترین نام ہو
سکتا ہے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"پانی کی موت ... کیا کہنا چاہتے ہو اور تم ہوتے کون ہو ہمیں پانی کی
موت کا ڈراوا دینے والے۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"جو باتیں کرنی ہیں کر لو، مسکرانا ہے مسکرا لو... پانی کی موت لمحہ بہ لمحہ
تمہاری طرف بڑھ رہی ہے۔"

"کیا مطلب ... کہاں ہے پانی کی موت۔"

"جس گڑھے میں تم گر گئے تھے اس پر ایک نظر ڈال لو ساری بات سمجھ
میں آجائے گی، لیکن جب تک سمجھ میں آجائے گی تب تک پانی سر سے اونچا
ہو چکا ہو گا لیکن محاورۃً نہیں حقیقت میں۔" پھر طنزیہ لہجے میں کہا گیا۔

انہوں نے فوراً اس خانے کو دیکھا ... اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے
کہ اس میں بہت تیزی سے پانی اوپر ہو رہا تھا ... ساتھ ہی انہوں نے

خوف محسوس کیا۔ پھر انہوں نے یہ کہتے ہوئے سیڑھیوں پر چھلانگ لگا دی:

"میں دیکھ لیتا ہوں کہ سیڑھیوں والا دروازہ بند ہے یا نہیں۔"

"تو پھر یہ لے لیجیے۔" محمود نے چاقو ان کی طرف اچھال دیا...
انہوں نے چاقو کیچ کر لیا اور اوپر کی طرف دوڑے، ساتھ ہی وہ چلائے۔

"تم لوگ بھی چھلانگیں لگا کر سیڑھیوں پر آجاؤ۔"

"پروفیسر انکل ... کیا آپ چھلانگ لگا لیں گے ..."

"ابھی لو ..." پروفیسر نے کہا اور چھلانگ لگا دی ... وہ آسانی سے
سیڑھیوں پر آ گئے۔ اس کے بعد باقیوں نے بھی چھلانگیں لگا دیں اور پھر اوپر
کی طرف چڑھتے چلے گئے ... عین اس لمحے خانہ بھر گیا اور پانی تیزی سے
کمرے میں بھرنے لگا۔

اوپر پہنچے تو بند دروازہ ان کا منہ چڑا رہا تھا... وہ دھک سے رہ گئے۔

"کمرہ بھرنے میں دیر نہیں لگے گی جمشید۔" خان رحمان نے کہا۔

"اگر دروازہ نہ ٹوٹا تو ..." پروفیسر داؤد نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن کیوں نہیں ٹوٹے گا۔"

"ہاں واقعی ... ان شاء اللہ ٹوٹے گا۔"

وہ انسپکٹر جمشید کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے... پانی کی سطح لمحہ بہ لمحہ
بلند ہو رہی تھی اور اب اس کمرے کا مقصد بھی ان کی سمجھ میں آ گیا تھا۔

"اس جگہ اس طریقے سے یہ لوگ نہ جانے کتنے لوگوں کو موت کے
گھاٹ اتار چکے ہوں گے۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"اُف مالک ... کس قدر خوفناک موت ہوگی۔"

"اور اگر ہمارے پاس چاقو نہ ہوتا تو۔" فاروق نے کہا۔

"لیکن ابھی کیا کہا جا سکتا ہے ... پتا نہیں چاقو سے کام بنتا ہے یا نہیں۔"

"ہمارے میزبانوں کو ہمارے چاقو کی خصوصیات کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ... اس لیے امید ہے کہ چاقو کام کر ڈالے گا ... کیوں ابا جان۔"

"امید تو ہے ... ویسے لوہے کی کافی موٹی شیٹ سے بنایا گیا ہے یہ دروازہ ... چاقو کو دانتوں پسینہ نہ آ جائے۔" انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری۔

"تو کیا ہوا ابا جان ... ہمارا پیارا چاقو پہلے بھی لوہے کو کاٹتا رہا ہے۔"

"ہاں! بالکل۔" "تم پریشان نہ ہو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا ... وہ چاقو کے ذریعے دروازے کو کاٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"پانی کے اوپر ہونے کی رفتار بہت تیز ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"آپ اندازہ لگائیں ... یہ کتنی دیر میں ہم تک آ جائے گا۔"

"بالکل درست اندازہ نہیں لگا سکتا کیونکہ دیواروں کی اونچائی معلوم نہیں نہ پانی کی سطح بلند ہونے کی رفتار کا اندازہ ہے۔" انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"لیکن ابا جان ... آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" فاروق بولا۔

"اس لیے کہ دروازہ کٹنے کی رفتار کا پانی بلند ہونے کی رفتار سے موازنہ کر سکوں۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ چاقو کام کر رہا ہے لیکن پانی کی سطح بھی بلند ہو رہی ہے ... ایسا نہ ہو کہ دروازہ کٹنے میں دیر ہو جائے اور پانی ہمارے سر تک آ جائے۔"

"ہاں! میں بھی خطرہ محسوس کر رہا ہوں۔"

"تو ابا جان ... پورا زور لگا دیں نا۔" فرزانہ نے جلدی سے بولا۔

"اور تمہارا کیا خیال ہے میں نصف یا تین چوتھائی زور لگا رہا ہوں۔" انہوں نے جھلا کر کہا اور انہیں اس حالت میں بھی ہنسی آ گئی۔

"الحمد للہ! دروازہ کٹنے میں کافی تیزی آ گئی ہے۔"

"لیکن پانی کے بلند ہونے کی رفتار میں بھی تیزی آ گئی ہے۔"

"اوہ ... اوہ۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"اوہ اوہ کرنے سے کچھ نہیں بنے گا جمشید، مجھے اپنا کام کر لینے دو۔" انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"جی کیا مطلب ... ارے ہاں ... واقعی ... چاقو کی نسبت آپ کا بم یہ کام فوری طور پر کر سکتا ہے .. لیکن جب یہ آپ کے پاس تھا تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"میں حساب کتاب میں لگ گیا تھا کہ پانی کتنی دیر تک اوپر پہنچے گا۔"

"پروفیسر صاحب ... آپ بھی حد کرتے ہیں۔" خان رحمان جھلا گئے۔

"اچھا ... آئندہ حد نہیں کروں گا ... وعدہ رہا۔"

"ویسے بھی پروفیسر صاحب نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا۔"

"ہاں شاید یہی بات ہے... غالباً اسی لیے دماغ نے کام نہیں کیا۔"

"اچھا اب آپ بم تو نکالیں... پانی اب ہمارے پاؤں چھو رہا ہے۔"

"تو کیا خیال ہے پانی کو معاف کیوں نہ کر دیا جائے۔" فاروق بولا۔

"کیا بات ہوئی۔" فرزانہ نے اسے بری طرح گھورا۔

"جب کوئی پاؤں چھوئے تو معاف کر دینا چاہیے نا..."

"دھت تیرے کی..." محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"ہٹ جاؤ جمشید... چاقو اپنے ہاتھ میں لے لو... کہیں دروازے کے ساتھ چاقو بھی نہ ٹوٹ پھوٹ جائے۔" پروفیسر داؤد نے اعلان کیا۔

"اوہ ہاں۔"

وہ چند سیڑھیاں نیچے اتر گئے... پانی اب ان کے گھٹنوں سے اوپر آچکا تھا... پروفیسر داؤد نے ان سب کو اور پیچھے ہونے کا اشارہ کیا... پھر خود بھی کافی حد تک پیچھے آگئے... اور جیب سے ایک ننھا سا بٹن نما بم نکال کر دروازے پر دے مارا... ایک زور دار دھماکے کی آواز گونجی اور انہوں نے دروازے کو دوسری طرف گرتے دیکھا۔

"وہ مارا۔" فاروق چلّایا۔

انہوں نے فوراً اوپر کی طرف دوڑ لگا دی... پھر یک دم ایک جھٹکے سے رک گئے... ان کی آنکھیں مارے خوف اور حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں... اب جو منظر ان کے سامنے تھا، اس کی امید انہیں ایک فیصد بھی نہیں تھی... ان کے سامنے دیوار سے کمر لگائے دس کے قریب نقاب پوش کھڑے تھے...

اور ان کے ہاتھوں میں کلاشن کوفیں تھیں اور ان کی انگلیاں ان کلاشن کوفوں کے ٹریگروں پر تھیں... اور ان کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹیں تھیں... پھر ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا۔

"اسے کہتے ہیں... آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔"

☆☆☆

ارے باپ رے

''کون آسمان سے گرا اور کھجور میں اٹکا...'' انسپکٹر جمشید نے بے فکری کے انداز میں کہا۔

''تم لوگ اور کون... ہم تو آسمان سے گرنے سے رہے اور کھجور میں اٹکنے سے بھی رہے...'' ان میں سے ایک نے ہنس کر کہا۔

''چاہتے کیا ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''صرف اور صرف تم لوگوں کا خاتمہ۔''

''اس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا... تمہاری گرفتاری تو اب ہو کر رہے گی... بچ تو اب تم سکتے نہیں لہٰذا ہمیں مار کر بھی نہیں بچ سکو گے۔''

''ہم بچے بچائے ہیں، تم اپنی کوشش کر کے دیکھ لو بلکہ آخری کوشش۔''

''ہم کر چکے ہیں... موت ہمارے سروں پر نہیں تمہارے سروں پر ناچ رہی ہے... کیوں پروفیسر صاحب۔''

''بالکل ٹھیک... یہ بے وقوف لوگ ہیں... بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے... لیکن جمشید تم انہیں آخری موقع ضرور دے دو کیونکہ ہم لوگ بلاوجہ خون بہانے کے عادی نہیں ہیں... یہ بات ہمارے دوست بھی جانتے ہیں اور دشمن بھی... اب یہ معلوم نہیں کہ یہ تازہ دشمن جانتے ہیں یا نہیں۔''

''ان کی جان جانے سے پہلے ہم جان ہی لیں گے۔''

''ہمیں بے وقوف بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔''

''نہیں... ویسے کیا تم نے دیکھا نہیں... لوہے کا دروازہ کس طرح ٹوٹ کر اس طرف آ گرا ہے... تم لوگ کیا لوہے سے زیادہ سخت ہو۔'' پروفیسر داؤد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس سوال کا جواب ان سے نہ جڑ سکا... انہوں نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا... اور یہی وہ لمحہ تھا... جب پروفیسر داؤد نے ان پر بھی بم پھینک مارا... پہلے کی نسبت زیادہ خوفناک دھماکا ہوا... دھوئیں کا بگولہ اٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے دس کے دس نقاب پوش درخت کے کٹے ہوئے تنے کی مانند پٹ پٹ گرتے چلے گئے... اور ساتھ ہی انہوں نے پانی ٹوٹے ہوئے دروازے میں سے نکل کر چھت پر پھیلتے دیکھا۔

''ارے باپ رے... نکلو یہاں سے۔'' پروفیسر داؤد چلائے۔

''اس کی ضرورت نہیں... اس چھت پر... پانی کا اب کوئی خطرہ نہیں رہا... وہ بہتا ہوا باہر گلی میں چلا جائے گا اور نالیوں کے راستے نکلنا شروع ہو جائے گا... اس وقت تک تو ہم تلاش کر ہی لیں گے کہ یہ پانی کہاں سے پمپ کیا جا رہا ہے... غالباً کافی بڑی موٹر لگائی گئی ہے۔''

''اب واپس کیسے جائیں گے۔'' خان رحمان نے پوچھا۔

''جیسے تم لوگ آئے تھے... سیڑھیوں سے اتر کر...''

''اور تم کس راستے سے آئے تھے جمشید...'' پروفیسر بولے۔

"میں تو اڑتا ہوا آیا تھا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا... اڑتا ہوا..." خان رحمان چیخنے والے انداز میں بولے۔

"ہاں خان رحمان... نواب چاکی کی چھت سے چھلانگ لگا کے..."

خان رحمان منڈیر کی طرف دوڑے... برابر والی چھت سے فاصلے کا اندازہ کرنے کی کوشش کی... پھر سر ہلا کر بولے: "ناقابل یقین!!"

"ہاں واقعی ابا جان... بیس فٹ کی چھلانگ بہت مشکل ہے۔"

"تم بھی کوشش کرو تو باآسانی کر سکو گے... سارا کھیل توازن اور جسم کو صحیح رخ پر رکھنے کا ہے۔"

"یہ تو میرے لیے بھی ناممکن ہے۔" فاروق بول اٹھا۔

"ناممکن کچھ بھی نہیں... اللہ کی مدد ہو تو انسان سب کچھ کر سکتا ہے۔"

"اچھا... خیر مشکل تو ہے ہی..." فاروق نے مسمسی صورت بنا کر کہا...

اور انسپکٹر جمشید ہنس پڑے... پھر بولے: خیر... اب نیچے چلتے ہیں۔"

"اور دو دو من کے ان دس بوروں کا کیا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے... ان لوگوں کو بھی گھسیٹ لے چلتے ہیں۔"

انہوں نے ایسا ہی کیا... ان سب کو گھسیٹ کر نیچے تک لے آئے... پھر وہ عمارت سے باہر آگئے۔ نیچے کافی مقدار میں پانی ادھر ادھر پھیل چکا تھا اور یہ منظر دیکھ کر کچھ پڑوسی جمع ہو چکے تھے... ایک نے پوچھا:

"یہ... یہ کیا ہو رہا ہے جناب۔"

"کچھ لوگ کے شرم سے ڈوب مرنے کا انتظام..." فاروق بڑبڑایا۔

"پہلے ہمیں پانی بند کرنے دیں... پھر بتائیں گے... یہ کیا ہو رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید ان سے بولے۔ فاروق کا جملہ ان کے کانوں تک تو نہ پہنچا لیکن شاید ایک بزرگ پڑوسی نے سن لیا تھا اور وہ فاروق کو گھور کر دیکھ رہے تھے۔

محمود، فرزانہ اور خان رحمان نے دشمنوں کی کلاشنکوفیں سنبھال لیں۔

"یہ لوگ کون ہیں اور ان کو ہوا کیا ہے۔" کسی نے پوچھا۔

"یہ پڑوسی ملک کے جاسوس ہیں... آپ ان کا دھیان رکھیں... یہ ہوش میں آ کر فرار ہونے کی کوشش کریں گے... اس سے پہلے ہی آپ انہیں باندھ لیں... ویسے ابھی ہمارے محکمے کے لوگ یہاں آنے والے ہیں... وہ انہیں خود ہی قابو میں کر لیں گے۔"

"کیا آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔" ایک نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"پھر آپ فکر نہ کریں... ان لوگوں کو ہم قابو کر لیں گے۔"

"انہیں باندھنا ہی مناسب ہوگا۔"

"جی اچھا، ہم اپنے گھروں سے رسیاں لا کر انہیں باندھ دیتے ہیں۔"

اور پھر وہ فوراً عمارت میں گھس گئے... یہاں کوئی نہیں تھا... پانی کا پمپ ان کو کہیں نظر نہ آیا... شاید وہ پانی کے اندر رہ کر چلنے والا موٹر پمپ تھا اور اندر اس کمرے میں یا گڑھے کے نیچے کہیں نصب تھا... اس کا مطلب یہ تھا کہ اب اسے بند کرنے کیلئے ان کو ایک بار پھر اندر جانا پڑتا

اور یہ اس وقت تک ناممکن تھا جب تک کہ کمرہ پانی سے خالی نہ ہو جاتا ... اور کمرہ پانی سے صرف اس وقت خالی ہو سکتا تھا جب ٹنکی میں پانی ختم ہو جائے یا موٹر بند ہو جائے:

"کیوں نہ ہم بجلی کا مین سوئچ بند کر دیں۔" فرزانہ چونکی۔

"واہ ... یہ تو کام بن گیا ... شاباش فرزانہ!!" خان رحمان بولے۔

مین سوئچ ایک اسٹور روم کے ساتھ نصب تھا ... اور وہ اس وقت اسٹور روم کے سامنے ہی کھڑے تھے ... جیسے ہی محمود نے نظریں ادھر ادھر دوڑائیں اسے مین سوئچ نظر آ گیا ... اس نے جھٹ اسے بند کر دیا ... بجلی کی رو منقطع ہوگئی ... اسٹور روم میں جو بلب روشن تھا وہ بجھ گیا۔ وہ فاتحانہ انداز میں باہر نکلا تو فاروق بولا: "چل تو ایسے رہے ہو جیسے تم نے شارجستان کی بجلی بند کر دی ہے۔"

"تم کیوں جلے بھنے جا رہے ہو ... تم کر لیتے بند۔"

"تم سے کس نے کہا تھا کہ بلب بجھانا ہے ... اصل کام تو یہ تھا کہ پانی کا موٹر پمپ بند کرتے۔"

"وہ بھی ساتھ ہی بند ہو گیا ہوگا ..." اس نے باہر جھانکا۔

"اگر بند ہوا ہوتا تو پانی بہنے کی رفتار میں کمی آ چکی ہوتی۔"

"ہاں محمود، پانی اسی رفتار سے باہر آ رہا ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

اب وہ پھر باہر آئے ... محلے والے ابھی ان دس افراد کو باندھ بھی نہیں پائے تھے ...

"ابا جان ... پانی بند نہیں ہو رہا مین سوئچ بند کرنے کے باوجود ..." باہر نکلتے ہی محمود نے انسپکٹر جمشید کو بتایا۔

"کیا!!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے حیرت زدہ سی آواز نکلی۔

"جی ابا جان ... شاید یہ موٹر کسی اور سوئچ سے بند ہوتی ہو ... لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ سوئچ ہے کہاں یا ہوگا کہاں ..." محمود نے جواب دیا۔

"اوہ ... یہ بات بہت اہم ہے ... حیرت انگیز ہے ... پراسرار ہے۔"

"ایسے جملے تو جاسوسی ناول لکھنے والے اپنی کتابوں کے اشتہارات میں لکھتے ہیں ... فلاں فلاں کے دلچسپ، حیرت انگیز، پراسرار، ہنگامہ آرا، مزاح اور جاسوسی سے بھرپور سنسنی خیز ناول ... ہر ماہ کی میں تاریخ کو ..." فاروق ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

"تمہیں تو بس ... جاسوسی ناولوں کے سوا کچھ سوجھتی ہی نہیں ..." فرزانہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"یہ کہو نا .. اپنے مطلب کے ناولوں کی سوجھتی ہے۔" فاروق مسکرایا۔

"سوال یہ ہے، اگر پمپ یہاں سے نہیں چلتا تو کہاں سے چلتا ہے۔" انسپکٹر جمشید پریشانی سے بھرپور لہجے میں بولے۔

"پاؤں سے ہی چلتا ہوگا ... ہاتھوں کے بل تو چلنے سے رہا ... پمپ بھی آخر انسان ہے۔" فاروق کسی طرح بھی چپ ہونے کو تیار نہیں تھا۔

ب کو باندھنے کے بعد وہ انہیں ایک کمرے میں لے آئے۔

انسپکٹر جمشید اکرام کو اطلاع کر چکے تھے ... جلد ہی وہ بھی پہنچ گیا ...

اب انہیں ہوش میں لایا گیا ... انہوں نے آنکھیں کھولیں تو ان میں حیرت
اور خوف کے سوا کچھ بھی نہیں تھا ...

"امید ہے اب تم سچ کہو گے اور سچ کے سوا کچھ نہیں کہو گے ... کیونکہ
اب ہم کسی تفریح کے موڈ میں نہیں ہیں ... اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہم
بہت خوفناک موڈ میں ہیں اور جب ہم خوفناک موڈ میں ہوتے ہیں اور
ہمارے ملک کی عزت داؤ پر لگی ہوتی ہے تو ہم دشمن کو بے دردی سے ختم
کرنے سے بھی نہیں چوکتے ... بس اب بہت ہوگیا ... اب تمہارے سامنے دو
راستے ہیں ... سچ بول دو ورنہ جہنم کی فلائٹ تیار کھڑی ہے اور تمہاری نہ
صرف یہ کہ سیٹیں بک ہیں بلکہ بورڈنگ کارڈ بھی جاری کیے جا چکے ہیں ...
حالانکہ ہمیں تم کو پانی میں غرق کر سکتے تھے ... بس اتنا کرتے کہ تم کو اٹھا کر
مینار کی سیڑھیوں سے نیچے لڑھکا دیتے لیکن افسوس کہ ہم نے تمہیں مرنے کے
لیے چھوڑ نہیں دیا ... لہٰذا اب یہ بتا دو کہ یہ سب آخر چکر کیا ہے۔"

"چکر کا ہمیں پتا نہیں ہوتا، ہمیں جو حکم ملتا ہے، ہم وہ کرتے ہیں۔"
ان میں سے ایک نے بے خوف ہو کر کہا۔

"چلو ... اتنا بتا دو ... وہ حکم کیسے ملتا ہے۔"

"موبائل پر۔"

"اس کا نمبر۔"

اس نے موبائل کا نمبر نکال کر ان کے سامنے کر دیا ... اب انہوں نے
اسی موبائل سے حکم دینے والے کو ڈائل کیا لیکن اس کا فون بند تھا ... تھک

ہار کر ان دس قیدیوں کو میجر جنرل نسیم کی تحویل میں دے دیا۔

پھر وہ نواب چاگی والی کوٹھی میں آئے ... انہوں نے مسکرا کر ان کا
استقبال کیا، پھر بولے: "کیا رہا ... آپ لوگ کچھ آوازیں سن کر چھاگل
والے مکان کی طرف گئے تھے ... کیا رہا۔"

"حیرت ہے آپ کو علم نہیں ہوا ... اس طرف تو کافی گڑبڑ ہوئی، ہمیں
تو مجرموں نے پانی میں ڈبو ہی دیا تھا، وہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوگئی۔"

"دراصل میں کسی کام سے باہر چلا گیا تھا ... چند منٹ پہلے ہی واپس
لوٹا ہوں ... البتہ یہ ڈبونے والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اب آپ کو پوری تفصیل ہی سنانی پڑے گی۔" انہوں نے کہا اور
چھاگل کی چھت والے خفیہ راستے کی ساری تفصیل سنا دی ... نواب صاحب
حیرت سے منہ کھولے سنتے رہے ... آخر ان کے خاموش ہونے پر انہوں نے
کہا: "اس کا مطلب ہے ... کامیابی اب بھی دور ہے۔"

"جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔" وہ مسکرا دیے۔

رات کے کھانے کے بعد وہ اپنے کمروں میں آگئے ... وہ اس وقت
شدید بے چینی محسوس کر رہے تھے:

"میرا خیال ہے ہم سے اس کیس میں کوئی بہت بڑی بھول ہو رہی ہے
... فائل ابھی اس طرف ہی ہے ... لیکن ایک ہزار میل طویل سرحد پر ہر جگہ
باڑ موجود نہیں ہے اور آج نہیں تو کل ... کل نہیں تو پرسوں، وہ فائل بھیجنے
میں کامیاب ہو جائیں گے۔" خان رحمان ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔

"تم ایک بات بھول رہے ہو خان رحمان ... دشمن کے لیے اس فائل
کی اتنی اہمیت نہیں ... اہم یہ تھا کہ فائل ہمارے ہاتھ نہ لگ پائے ... اور وہ
اس ارادے میں کامیاب ہو چکے ہیں، وہ اگر فائل لے جانے میں کامیاب
نہ ہو پائیں تو بھی ان کا کچھ نہ بگڑے۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ فائل نہ لے جا سکنے کی صورت میں
وہ خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے یا روپوش ہو جائیں گے۔" فرزانہ بولی۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ اس فائل میں ایسا کچھ ضرور ہے جس کی وجہ
سے فائل کو سرحد پار لے جانا ان کیلئے ضروری ہے ... عام طور پر اس قدر
اہم فائلوں کی نقل تیار نہیں کی جاتی کیونکہ اس طرح فائل چوری ہونے کا
امکان دو گنا ہو جاتا ہے بلکہ کچھ فائلوں کی تو الیکٹرونک کاپی بھی نہیں بنائی
جاتی کیونکہ اس طرح فائل کی چوری ای میل وغیرہ کے ذریعے بھی ممکن ہو
جاتی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے خیال ظاہر کیا۔

"یعنی فائل سرحد پار لے جائے بغیر ان کے پاس کوئی چارہ نہیں۔"
خان رحمان نے یہ کہتے ہوئے طویل سانس لی۔

"ہاں بالکل!!"

"اس کے باوجود میں یہی کہوں گا کہ ہم سے کوئی بھول ہو رہی ہے اور
اگر ہم نے اپنی بھول کو جان نہ لیا تو شاید فائل نکل جائے گی۔"

"میں کچھ کہوں۔" فرزانہ نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"ضرور کیوں نہیں۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

"سرحد پر اس طرف مجرموں کے کچھ گھر ہیں ... وہ ان گھروں کی مدد
سے ہمیں چکر پر چکر دے رہا ہے ... اگر ہم ان سب گھروں کی تلاشی لے
لیں تو شاید کامیاب ہو جائیں۔"

وہ سوچ میں ڈوب گئے ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"فرزانہ کی بات دل کو لگتی ہے۔"

"اچھی بات ہے ... ہم یہ کام ابھی کر لیتے ہیں ... صبح تک انتظار
نہیں کریں گے۔" یہ کہہ کر انہوں نے اکرام سے رابطہ کیا، اسے ہدایات
دیں ... تھوڑی دیر بعد اس محلے کو گھیرے میں لے لیا گیا۔

"ایک بات اور ... تلاشی ہم خود لیں گے ... انکل اکرام کے ماتحتوں
کے ذریعے نہیں لیں گے ... وہ صرف گھیرا ڈالے رہیں گے۔" فرزانہ نے
تجویز پیش کی۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک رہے گا۔"

انہوں نے باری باری ایک ایک گھر کی تلاشی شروع کی ... انہیں اس
بات کا بھی احساس تھا کہ وہ اس طرح لوگوں کو بے آرام کر رہے ہیں ...
کیونکہ رات کا وقت ہو گیا تھا ... لیکن وہ بھی مجبور تھے ... اس کیس میں
بس ایک ناکامی ہی ان کے آڑے آئی تھی ... اور ان کی بے چینی برابر بڑھ
رہی تھی ... وہ اس فائل کے لیے بہت زیادہ فکر مند تھے ...

تلاشی کے دوران ہی انہوں نے میجر جنرل نسیم سے رابطہ کیا ... ان کی
آواز سنائی دی تو پوچھا ... "السلام علیکم ... سرحد کی کیا رپورٹیں ہیں۔"

"میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم نے کسی کو سرحد عبور کرنے نہیں دی نہ کوئی اس طرف آسکا، نہ ہی دوسری طرف جا سکا۔"

"بس ٹھیک ہے... آج رات بھی بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم نے مجرم کے گرد گھیرا بہت تنگ کر دیا ہے... اب وہ گھبرا کر سرحد عبور کرنے کی کوشش ضرور کرے گا... یا پھر کوئی چکر دے گا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔"

"شکریہ جنرل صاحب۔"

"اس میں شکریے کی کون سی بات ہے... یہ تو ہمارا فرض ہے۔"

"جی اچھا۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا... اس طرف سے ان کا اطمینان ہوگیا تھا، اب وہ اور زیادہ تسلی سے تلاشی کا کام کر سکتے تھے... انہوں نے اپنے مقرر کردہ تمام مکانات دیکھ لیے... بس ایک رہ گیا!!

"یہ ایک مکان رہ گیا۔" فاروق نے کہا۔

"لیکن... یہ تو نواب انکل کا ہے... یعنی جہاں ہم ٹھہرے ہیں۔"

"تو کیا ہوا... ہمارا اصول ہے... کسی کو شک سے بری نہ سمجھو۔" فرزانہ نے کہا۔

"لیکن ہم نے ایک بار پہلے بھی اس محلے کی کوٹھیوں کی تلاشی لی تھی اس وقت یہ اصول کیوں یاد نہیں آیا تھا۔"

"وہ ہماری غلطی تھی... لیکن اب ہم اس غلطی کو نہیں دہرائیں گے۔"

"بات تو ٹھیک ہے... آؤ پھر انکل کی کوٹھی کی بھی تلاشی لے لیں۔"

محمود نے آگے بڑھ کر دروازے کی گھنٹی بجائی... حالانکہ وہ دستک دیے بغیر بھی اندر جا سکتے تھے، کیونکہ نواب صاحب کی طرف سے انہیں اجازت تھی اور انہوں نے ایک چابی بھی دے رکھی تھی کہ وقت بے وقت آنا ہو تو باہر کھڑے رہ کر دروازہ کھلنے کا انتظار نہ کرنا پڑے... گھنٹی کی آواز سن کر نواب صاحب باہر نکلے اور حیران ہو کر بولے۔

"یہ کیا... آپ لوگوں نے گھنٹی کیوں بجائی... ایسے ہی آ سکتے تھے۔"

"اس وقت ہمیں گھنٹی بجا کر ہی آنا چاہیے تھا۔" خان رحمان مسکرائے۔

"وہ کیوں خان صاحب؟"

"اس لیے کہ ہم سرکاری کام کی بجا آوری کے لیے آئے ہیں... ہم کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب۔" وہ زور سے اچھلے۔

"ہم نے کہا ہے... ہم کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"بھلا یہ کیا بات ہوگئی..." انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"کیوں نواب صاحب... بات کیوں نہیں ہوئی... ہم نے تلاشی کے لیے ایک دائرہ مقرر کیا تھا... اس دائرے میں آنے والے تمام مکانات کی ہم تلاشی لے چکے ہیں... لیکن آپ کی کوٹھی کی نہیں لی... اور جب سے یہ کیس یہاں سے شروع ہوا ہے... ہم نے اس کوٹھی کو نہیں دیکھا بھالا۔"

"لیکن میں آپ لوگوں کا دوست ہوں۔" انہوں نے کہا۔

"اس میں شک نہیں۔"

"کس میں۔"

"یہ کہ آپ ہمارے دوست ہے لیکن..." انسپکٹر جمشید مسکرائے... پھر بولے: "لیکن... ہمارا ایک اصول ہے... اور یہ ہمارا بہت ہی پرانا اصول ہے اور یہ بہت پرانا اصول بہت ہی مفید ہے۔"

"کیسا اصول!! آپ مجھے الجھن میں کیوں مبتلا کر رہے ہیں۔"

"ہم آپ کو الجھن سے نکالنا چاہتے ہیں، جب ہم آپ کی کوٹھی کی تلاشی لے لیں گے اور آپ کو شک سے بری کر دیں گے تو یہ بات آپ کے حق میں جائے گی یا آپ کے خلاف۔"

"حق میں تو جائے گی... لیکن یہ میری توہین ہے۔" انہوں نے کہا۔

"بس تو پھر... اپنے آپ کو شک سے بری کرا لیں۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ لوگ مجھ پر بھی شک کریں گے۔"

"ہم آپ پر شک نہیں کر رہے۔"

"کیا بات ہوئی... تلاشی بھی لے رہے ہیں اور شک نہیں کر رہے۔"

"ہم صرف اپنے اصول کا تقاضہ پورا کر رہے ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"اصول کا تقاضہ۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں کہہ دو... یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فرزانہ جل گئی۔

"میرا خیال ہے... نام نہیں ہو سکتا۔" فاروق مسکرایا۔

"اللہ کا شکر ہے... تم نے یہ تو کہا۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ یہ کسی جاسوسی ناول کا نہیں، معاشرتی ناول کا

نام ہو سکتا ہے۔" محمود نے بھنا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"لعنت تیرے کی۔"

"حد ہو گئی... اپنی باتیں شروع کر دیں۔" خان رحمان جھلا اٹھے۔

"ہاں تو نواب صاحب... ہم تلاشی شروع کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے لے لیں تلاشی... بھلا مجھے کیا پریشانی۔"

اب انہوں نے کوٹھی کے ایک ایک کمرے کی تلاشی شروع کی... ایک کمرے کے دروازے پر تالا نظر آیا... "اسے بھی کھول دیں۔"

"یہ میرا تلاوت وغیرہ کا کمرہ ہے... نفلی عبادات میں اس میں بیٹھ کر کرتا ہوں کیونکہ تنہائی میں بہت یکسوئی ہوتی ہے۔"

"یہ تو ہے... لیکن عبادت کا کمرہ اگر ہم دیکھ لیتے ہیں تو اس میں آپ کا کیا نقصان۔"

"نہیں کوئی نقصان نہیں۔"

"بس تو کھول دیں... اسے بھی دیکھ لیں۔"

"اچھی بات ہے..." انہوں نے بے فکری کے انداز میں کہا۔

پھر چابی لگا کر تالا کھول دیا... وہ اندر داخل ہو گئے... نواب صاحب اس دروازے کے باہر ہی کھڑے رہ گئے...

"آپ باہر کیوں رک گئے... آپ بھی اندر آ جائیں۔"

"میں آپ کے کام میں خلل نہیں ڈالنا چاہتا... پھر آپ کہیں گے، میں نے کوئی گڑبڑ کر دی۔" انہوں نے منہ بنایا... اب وہ کافی ناخوش نظر

آ رہے تھے... شاید کوٹھی کی تلاشی لینا انہیں بہت ناگوار گزر رہا تھا۔

انہوں نے کمرے پر ایک نظر ڈالی ... غور سے دیکھتے رہے ... ایسے میں انہیں ایک خیال آیا... اب انہوں نے اس خیال کے تحت نظریں دوڑائیں... آخر انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔'' حیرت ہے، کمال ہے۔''

'' تو افسوس کیوں نہیں ہے۔'' فاروق نے چٹ سے کہا۔

'' کیا مطلب ... کیا کہا؟'' نواب صاحب نے فاروق کی طرف دیکھا۔ انداز میں حیرانی نمایاں تھی۔

'' یہ کہا کہ اگر حیرت ہے اور کمال ہے تو پھر افسوس کیوں نہیں ہے۔''

لیکن نواب چانگی اب بھی کچھ نہ سمجھ پائے تو انسپکٹر جمشید کو کہنا پڑا:

'' وہ دراصل میں نے چونکہ یہ کہا ہے، حیرت ہے، کمال ہے... اس لیے یہ کہہ رہے ہیں جب یہ دونوں ہیں تو پھر افسوس کیوں نہیں ہے۔''

'' اوہ! اب بات سمجھ میں آئی ... ''نواب صاحب مسکرائے۔

''شکر ہے بات آپ کی سمجھ میں آگئی ورنہ۔'' فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

'' ورنہ کیا۔''نواب صاحب نے اسے گھورا۔

''ورنہ آپ تو ہم سے ناراض ہو جاتے۔''

''ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں ... لیکن ایسی کیا بات ہوئی کہ آپ کو حیرت ہوئی۔''نواب چانگی پہلے فرزانہ اور پھر انسپکٹر جمشید سے بولے۔

''نواب صاحب، دراصل ایک بات عجیب محسوس کی ہے... اسی سلسلے یہ کہنا پڑا... حیرت ہے، کمال ہے۔''

''اور وہ بات کیا ہے۔''

'' یہ آپ کی عبادت کا کمرہ ہے، تلاوت کا کمرہ ہے ... لیکن یہاں کوئی جائے نماز نہیں ہے ... نہ تلاوت کے لیے قرانِ کریم ہے۔''

''اوہ !!!''

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

☆☆☆

فائل

نواب صاحب کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا ... یہ اور بات ہے کہ رنگ کے آ کر گزرنے کو صرف انسپکٹر جمشید ہی محسوس کر پائے ... کیونکہ دوسرے ہی لمحے نواب چانگی نے سنبھالا لے لیا تھا۔ پھر وہ مسکرا کر بولے:

'' انسپکٹر جمشید ... میرے جگری دوست ... میں قرآن کریم اپنے بیڈ روم میں رکھتا ہوں ... رات کے وقت سونے سے پہلے تلاوت کر کے سوتا ہوں ... لیکن دن کے اوقات میں نماز کے بعد تلاوت کرنا ہوتی ہے تو یہاں لے آتا ہوں ... ''

'' چلیں مان لیا ... لیکن کیا جائے نماز بھی لاتے لے جاتے رہتے ہیں ... یہ بات کچھ ہضم نہیں ہوئی ... ''

'' ہضم ہو جائے گی انسپکٹر صاحب اگر آپ ذرا کھلے ذہن سے سوچیں ... اور آنکھیں بھی کھلی رکھیں ... وہ دیکھ رہے ہیں آپ ... اس کونے میں آپ کو فرش کا یہ حصہ باقی فرش سے چھ سات انچ بلند نظر آ رہا ہوگا ... ''

'' جی ہاں ... ہم دیکھ رہے ہیں ... ''

'' بس وہی میرا نماز کا مخصوص کونا ہے ... اور یہی جائے نماز بھی ہے ... اب اس کے ہوتے ہوئے کپڑے کی جائے نماز کی بھلا کیا ضرورت۔''

انسپکٹر جمشید جواب میں کچھ نہ بولے ... چپ چاپ کھڑے اس کونے کو

دیکھتے رہے جس کی طرف نواب چانگی نے اشارہ کیا تھا۔ واقعی وہ حصہ نسبتاً بلند تھا اور جائے نماز کی طرز پر بنایا گیا تھا ... چند سیکنڈ کے لیے کمرے میں سناٹا چھا گیا ... آخر خان رحمان نے اس خاموشی کو توڑا: '' بھئی نواب چانگی کی بات میں وزن تو ہے۔'' وہ نواب چانگی کا کندھا تھپتھپا کر بولے۔

'' بھئی جمشید ... میرا بھی یہی خیال ہے ... یہاں تم سے چوک ہو گئی۔''

پروفیسر داؤد بھی بول اٹھے۔ '' تم بلا وجہ ہی اپنے دوست پر شک کر بیٹھے۔''

'' اگر ایسی ہی بات نکلی تو میں نے ان سے معافی مانگ لوں گا ... لیکن اس وقت میں اپنے فرض کے ہاتھوں مجبور ہوں اور دوستی کو کچھ دیر کے لیے بھلا بیٹھا ہوں ... معاف کیجیے گا نواب چانگی ... '' انسپکٹر جمشید نے خشک لہجے میں کہا اور دوسری طرف پلٹ گئے۔ محمود، فاروق، فرزانہ نے بھی ان کا ساتھ دیا ... یہ دیکھ کر خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی پیچھے نہ رہ سکے۔ انسپکٹر جمشید کے لہجے میں کچھ ایسی ہی بات تھی۔

اس کے بعد یہ قافلہ ہر کمرے کا جائزہ لیتا پھرا ... اور ایک گھنٹے کے بعد واپس اس کمرے میں آ گیا جس کو نواب چانگی نے عبادت کا کمرہ کہا تھا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید نے ایک عجیب ترین حرکت کی ... اس قدر عجیب کہ محمود، فاروق، فرزانہ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا: '' ابا جان !!! ''

دراصل انسپکٹر جمشید جوتوں سمیت ہی جائے نماز والے فرش پر جا چڑھے تھے ... لیکن اس سے پہلے کہ ان کی اس بظاہر ناپسندیدہ حرکت کے خلاف مزید کوئی آواز اٹھتی ... ایک اس سے بھی زیادہ عجیب بات ہوئی۔ ان کی

آنکھوں کے سامنے ... ان کے دیکھتے ہی دیکھتے اچانک انسپکٹر جمشید غائب
ہو گئے ... کئی چیخیں بیک وقت کمرے میں گونجیں ... وہ سب تیزی کے ساتھ
آگے بڑھے ... اگلے ہی لمحے ایک اور حیرت ان کا انتظار کر رہی تھی ...
جائے نماز کا فرش غائب تھا اور وہاں ایک ایسا ہی خلا نظر آ رہا تھا جیسا
لفٹ کے لیے بنایا جاتا ہے ... نیچے اندھیرا تھا اس لیے پوری طرح آنکھیں
پھاڑنے پر بھی کوئی نتیجہ نہ نکل سکا ... اب وہ ہکا بکا ایک دوسرے کی شکلیں
دیکھ رہے تھے ... حیرت کا ایک سمندر تو نواب چانگی کے چہرے پر بھی
موجیں مار رہا تھا لیکن اس حیرت میں ایک چیز اور بھی شامل تھی ... وہ اس
چیز کو محسوس کر کے بری طرح چونک اٹھے۔

"اب ... ابا ... ابا جان کہاں گئے ..." فاروق بری طرح ہکلایا۔

"شش ... شاید ... خل ... خلا میں ..." فرزانہ گم سم لہجے میں بولی۔

"کک ... کیا ... تت ... تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ کوئی خلائی مخلوق ان کو
اپنے ساتھ لے گئی۔" محمود بھی کھوئے کھوئے لہجے میں بولا۔

"اوپر والے خلا میں نہیں ... نیچے والے خلا میں ..." فرزانہ چنچنائی۔

"کیا میں بھی ان کے پیچھے جاؤں ..." فاروق بولا۔

"پپ ... پتا نہیں ... لیکن جاؤ گے کیسے ..." محمود نے منہ بنا کر کہا۔

"اب کوئی رکشہ ٹیکسی وغیرہ تو یہاں ملنے سے رہے..."

"میرا مطلب ہے کوئی رسی وغیرہ لینی ہوگی ... اترنا جو ہوا..."

"ہاں یہ اندھے کنویں میں اترنے جیسا ہے لہٰذا رسی تو چاہیے ہوگی..."

فرزانہ نواب چانگی کی طرف مڑی اور پھر اس کے منہ سے نکلا:

"ارے ... یہ کہاں چلے گئے ..."

اس لمحے انہوں نے دیکھا کہ نواب چانگی کمرے میں نہیں تھے ... دراصل
اس دوران وہ سب اس قدر انہماک کے ساتھ جائے نماز والے گڑھے میں
دیکھتے رہے تھے کہ انہیں نواب چانگی کی غیر موجودگی کا احساس ہی نہیں ہو
سکا تھا ... وہ تو یہی سمجھ رہے تھے کہ نواب چانگی ان کے ساتھ ہی ہوں
گے۔ لیکن اس وقت کسی کو بھی ان کی غیر موجودگی کی وجہ پر غور کرنے کی
زحمت نہیں تھی۔ انسپکٹر جمشید کے پراسرار انداز میں غائب ہونے کی وجہ سے
وہ الجھن کا شکار ہو چکے تھے ... ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

اب محمود نے اندر کی طرف دوڑ لگائی اور ایک منٹ کے بعد رسی ہاتھوں
میں جھلاتا ہوا اندر داخل ہوا ...

"چلو فاروق، رسی بندھوانے کے لیے تیار ہو جاؤ ..." پروفیسر بولے۔

جلد ہی فاروق گڑھے میں اترنے کے لیے تیار ہو چکا تھا ... رسی کا ایک
سرا کھڑکی کی سلاخوں سے باندھ دیا گیا تھا ... دوسرا سرا فاروق کی کمر سے
بندھا ہوا تھا ... رسی خاصی مضبوط اور قدرے لمبی تھی ... پھر فاروق نے نیچے
اترنا شروع کیا ... جیب سے ٹارچ نکال کر اس نے پتلون کی بیلٹ میں
اڑس لی تھی ... گہرائی اس کی توقع سے زیادہ ثابت ہوئی تھی ... وہ اس وقت
تک بیس فٹ نیچے اتر چکا تھا ... پھر تقریباً مزید پانچ فٹ اترنے کے بعد اس
کے پاؤں کسی سطح پر جا ٹکے ... یہاں درجۂ حرارت کافی زیادہ تھا ... اس

کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ اوپر وہ سب دم سادھے نیچے جھانک رہے تھے۔ ٹارچ کی پیلی روشنی میں فاروق انہیں ایک سایہ ہیولے کی مانند نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے فاروق کو بیلٹ سے رسی الگ کرتے دیکھا... پھر اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور ان کی نظروں سے اوجھل ہوگیا... گڑھے میں یک لخت اندھیرا چھا گیا...

''ارے... یہ فاروق کہاں غائب ہوگیا۔'' فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

ادھر فاروق کے قدم زمین سے ٹکرائے تو اس نے ایک عجب منظر دیکھا۔ اس کے بائیں جانب ایک قد آدم سرنگ تھی... اور اس کا دوسرا سرا نظر نہیں آ رہا تھا... بیلٹ کے ہک سے رسی الگ کرکے وہ سرنگ میں داخل ہوگیا اور احتیاط کے ساتھ قدم آگے بڑھانے لگا... لیکن ابھی کچھ ہی دور چلا تھا کہ ایک اور حیرت کا سامنا پڑا... اس مقام سے سرنگ دو حصوں میں تقسیم ہو رہی تھی... وہ شش و پنج میں پڑگیا کہ کس طرف جائے... اب تک اس پر یہ تو واضح ہو چکا تھا کہ اس کے والد جائے نماز والے فرش پر کھڑے ہوتے ہی کسی خودکار لفٹ نما نظام کے ذریعے اندر اترتے چلے گئے اور بالآخر اسی سرنگ میں داخل ہوئے ہوں گے۔ لیکن سوال یہ تھا کہ یہاں سے وہ کس طرف گئے ہوں گے... وہ کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر اس نے دائیں جانب والی سرنگ میں قدم آگے بڑھا دیئے...

○

ان سب کا حیرت کے مارے برا حال تھا... انسپکٹر جمشید کے بعد فاروق

ہی غائب ہو چکا تھا... اور اس بات کو بھی آدھا گھنٹا ہونے کو آ رہا تھا...

''اب میں نیچے اتر کے دیکھتا ہوں... مجھے یقین ہے کہ نیچے کوئی راستہ یا سرنگ ہے... ابا جان اور فاروق دونوں اسی میں ہی داخل ہوئے ہیں۔''

''لیکن تم فاروق کی طرح چپ چاپ آگے نہ نکل جانا... ہمیں باخبر رکھنا پھر ہم بھی تمہارے پیچھے آئیں گے۔''

محمود وہی رسی اوپر کھینچنے لگا جس کے ذریعے فاروق نیچے اترا تھا... اس نے بھی رسی اسی طرح پتلون کی بیلٹ میں اٹکائی... پھر نیچے اترنے کے لیے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اچانک صدر دروازے کی گھنٹی بج اٹھی... وہ چونک اٹھے... انداز انسپکٹر جمشید کا تھا۔ فرزانہ اچھل پڑی اور پھر اس نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی... اس کے پیچھے خان رحمان اور پروفیسر داؤد بھی دوڑ پڑے... صدر دروازہ کھلتے ہی ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں...

انسپکٹر جمشید ان کے سامنے کھڑے تھے... لیکن اس حال میں کہ قمیص جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی... چہرے اور ہتھیلیوں پر زخم کے نشان تھے اور ان سے خون رس رہا تھا... اور یہی نہیں... کپڑے پانی سے بھیگے ہوئے تھے۔

''ابا جان...'' فرزانہ اپنی چیخ پر قابو نہ پا سکی: ''یہ کیا ہوگیا آپ کو۔''

''کچھ نہیں... میں بالکل ٹھیک ہوں... پریشانی کی کوئی بات نہیں۔''

''خیر تو ہے جمشید... تم اس جائے نماز پر قدم رکھتے ہی کہاں غائب ہوگئے تھے... فاروق تمہارے ساتھ نظر نہیں آ رہا... کہاں ہے وہ... اور یہ تم نے حال کیا بنا رکھا ہے۔'' خان رحمان نے ایک ہی سانس میں تین

سوال کر ڈالے۔

"فاروق ... کیوں فاروق کو کیا ہوا ..." وہ بری طرح چونکے۔

"ابا جان ... آپ کے غائب ہونے کے بعد فاروق اسی گڑھے میں اتر کر آپ کے پیچھے گیا تھا ... لیکن واپس نہیں آیا۔" فرزانہ پریشان ہوگئی۔

"اوہ ... کہیں وہ دوسری طرف نہ نکل گیا ہو۔" وہ پریشان ہوگئے۔

"کیا مطلب ... دوسری طرف ؟؟"

"نیچے ایک طویل سرنگ ہے جو آگے جا کر دو حصوں میں بٹ جاتی ہے ... ایک شاخ چھاگل کی کوٹھی کے نیچے اور دوسری سرحد کی طرف جاتی ہے۔"

"تت ... تو کیا فاروق سرحد کے پار جا نکلے گا۔" فرزانہ لرز کر رہ گئی۔

"پپ ... پتا نہیں ... اسے روکنا ہوگا ... محمود اس کا نمبر ملاؤ۔"

محمود جلدی جلدی اس کے موبائل فون پر ڈائل کرنے لگا ... لیکن دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی نہ دی ... شاید سگنل نہیں پہنچ پا رہے تھے۔

"ہمیں فوراً اس کے پیچھے جانا ہوگا ... اوہ ... اوہ !!"

"کیا ہوا جمشید ؟؟" پروفیسر داؤد نے چونک کر پوچھا۔

"اگر سرنگ سرحد پار نکل جاتی ہے تو فائل اور خواتین بھی وہاں پہنچ چکی ہوں گی ..." انسپکٹر جمشید کھوئے کھوئے لہجے میں بولے۔

"کیا ... نہیں !!!" وہ سب زور سے چلائے۔

"لیکن خواتین کو لے جانے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"ممکن ہے ... وہ سرنگ کے راز سے واقف ہو چکی ہوں ... اور ان کو

نہ لے جانے کی صورت میں یہ راز فاش ہو جانے کا خدشہ ہو۔"

"ارے وہ نواب چانگی کہاں ہے۔" اچانک انسپکٹر جمشید کو خیال آیا۔

"وہ پتا نہیں کہاں چلے گئے ... ہمیں سوچنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔"

"خان رحمان ... تم محمود اور پروفیسر صاحب کے ساتھ جاؤ ... چھاگل کی کوٹھی کو گھیرے میں لینے کی ضرورت ہے ... وہاں تین دشمن بھی بندھے پڑے ہیں جن کے ساتھ سرنگ میں میری ہاتھا پائی ہوئی تھی ... دراصل سرنگ کا ایک دہانہ چھاگل کی کوٹھی میں کھلتا ہے ... یعنی یہ سرنگ دونوں کوٹھیوں کو ملاتی ہے ... وہ پمپ بھی اسی سرنگ میں نصب ہے جس سے چھاگل کے مکان میں ہمیں ڈبونے کی سازش کی گئی تھی۔"

"اس کا مطلب ہے ... نواب چانگی ہی مجرم ہے ... اسی لیے وہ جائے نماز کا راز کھلتے ہی رفو چکر ہوگیا۔" پروفیسر داؤد تشویش کن لہجے میں بولے۔

"جائے نماز تو نہ کہیں اسے ... اسے جائے نماز کا نام صرف لوگوں کو اس سے دور رکھنے اور اس پر جوتوں سمیت چڑھنے سے باز رکھنے کے لیے استعمال کیا جا رہا تھا ... لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں ... آپ لوگ جائیں چھاگل کے گھر کی طرف ... میں اور فرزانہ جائیں گے فاروق کے پیچھے۔"

O

فاروق نہایت احتیاط سے سرنگ میں آگے بڑھ رہا تھا ... چلتے چلتے اسے بیس منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے ... لیکن سرنگ تھی کہ ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی ... ایک جگہ اس نے ٹوٹی ہوئی اینٹوں اور مٹی کا ڈھیر دیکھا ... یہاں

بس اتنی ہی جگہ تھی کہ ایک وقت میں ایک ہی شخص مشکل سے گزر سکتا تھا...
اسی جگہ سرنگ کی چھت کو سہارا دینے کے لیے لوہے کا ستون لگایا گیا تھا...
شاید یہاں سرنگ بیٹھ گئی تھی اور باقی ماندہ چھت کو ستون کے ذریعے بچانے
کی کوشش کی گئی تھی۔ اس جگہ سے گزرنے میں اس کے چہرے اور گردن پر
خراشیں آگئیں... لیکن اس کے آگے کا راستہ بھی مٹی سے اٹا پڑا تھا... اسی
وقت اسے ایک خیال آیا... اس نے ٹارچ کی روشنی فرش پر ڈالی... اور پھر
اس کے چہرے پر جوش کی کیفیت نمودار ہوگئی... فرش پر بڑے بوٹوں کے
بالکل تازہ نشانات تھے... ویسے ہی جو ملٹری والے پہنتے ہیں... اگلے ہی
لمحے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر دوڑ گئی... اس نے سوچا... اگر
یہ نشانات واقعی فوجی بوٹوں کے ہیں تو یقیناً اس کے اپنے ملک کے فوجیوں
کے تو ہو نہیں سکتے... تو کیا اس سرنگ کے راستے دشمن کے فوجی ان کے
ملک میں داخل ہوتے رہتے ہیں... اس کی آنکھیں حیرت و خوف سے پھیل
گئیں... یہ بہت ہولناک بات تھی... اور اگر یہ سچ تھا تو!!... ایک اور
ہولناک خیال نے اس کے ذہن میں سر اٹھایا... یہ کہ اس طرح تو اسی
راستے سے فائل دشمن ملک پہنچا دینا کون سا مشکل کام تھا... بلکہ اب تک تو
فائل سرحد پار پہنچ بھی چکی ہوگی... جب کہ وہ ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں ہی
مارتے رہ گئے تھے۔ اب اسے پھر ایک فیصلہ کرنا تھا... کیا واپس جائے اور
اپنے ساتھ کمک لے کر آئے... یا پھر اکیلا ہی آگے پیش آنے والے
حالات کا سامنا کرے... جوتوں کے تازہ نشانات یہ ظاہر کرتے تھے کہ کچھ

ہی دیر پہلے کوئی یہاں سے گزرا ہے... اور کون جانتا تھا کہ گزرنے والا
فائل لے کر ہی گزرا ہو... ایسی صورت میں ایک لمحے کی بھی دیر فائل کو
بچانے کے لیے ان کی پہنچ سے دور کر ڈالتی... اس نے سر کو جھٹکا دیا... جو
ہوگا دیکھا جائے گا... اس کے ساتھ ہی اب اس نے سرنگ میں دوڑنا
شروع کر دیا... دوڑتے دوڑتے دس ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ اچانک
سرنگ ختم ہوگئی... اس کے آگے سپاٹ اور عمودی دیوار تھی... اس نے دائیں
بائیں ٹارچ ماری لیکن بے سود... اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور زمین پر
پہلے بیٹھا اور پھر لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں... اس کی سانس دھونکنی کی طرح
چل رہی تھی... سرنگ میں اسے تازہ آکسیجن کی کمی کے سبب سانس لینے میں
بھی دشواری پیش آرہی تھی... وہ لیٹے لیٹے سانس کو معمول پر لانے کی کوشش
کرتا رہا... آنکھیں بدستور بند تھیں... کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں...
اور پھر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے
پر مجبور ہوگیا... عین سر کے اوپر کوئی دس فٹ کی اونچائی پر اسے لوہے کے
دو پائپ نظر آئے... بالکل ویسے ہی جو ٹرین کے دروازوں کے باہر ہاتھ
سے پکڑ کر چڑھنے کیلیے ہوتے ہیں... وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا... اس کے خیال
کے مطابق اس جگہ یقیناً کوئی دروازہ تھا... ورنہ اس جگہ ہینڈل لگانے کی
تک نہیں بنتی تھی... اب سوال تھا تو اس اونچائی تک پہنچنے کا... فاروق کے
ربڑ سول کے جاگرز اس سلسلے میں مددگار ثابت ہو سکتے تھے... لیکن اس کے
باوجود یہ ایک مشکل ترین کام تھا... جس جگہ سے سرنگ اٹھ کر اوپر جا رہی

تھی وہاں ان دیواروں کا درمیانی فاصلہ جن پر دونوں پاؤں جما کر اسے
چڑھنا تھا وہ ساڑھے پانچ فٹ سے کم کا نہیں تھا ... اس کا مطلب یہ تھا کہ
اگر وہ بایاں پاؤں ایک دیوار اور دایاں اس کے سامنے کی دیوار پر جما کر
چڑھنے کی کوشش کرتا تو اسے اپنے جسم کو تقریباً 180 ڈگری کے زاویے پر
لانا پڑتا اور یہ ایک مشکل ترین کام تھا ... ماہر ترین جمناسٹوں کو بھی اس کام
میں دانتوں پسینہ آ جاتا ہے ... لیکن مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق اسے یہ کام
کرنا تو تھا ... اللہ کا نام لے کر اس نے ایک پاؤں دیوار پر جمایا اور پھر
دوسرا پاؤں دوسری دیوار پر ... پھر یہی سلوک دونوں ہاتھوں کے ساتھ کیا ...
لیکن ایسا کرنے کے بعد اس کے پاؤں اور ہاتھوں کے درمیان صرف تین
سے چار انچ کا فاصلہ باقی رہ گیا تھا ... اب اس پوزیشن میں اوپر چڑھنا بلکہ
کھسکنا نہ صرف یہ کہ نہایت جان جوکھوں کا کام تھا بلکہ تصور سے کہیں زیادہ
مشکل ...

اگر محمود، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید میں سے کوئی اس کے ساتھ ہوتا تو یہ
کام نصف مشکل بھی ثابت نہ ہوتا۔ ایک ایک انچ کھسکتے ہوئے اوپر کی جانب
حرکت کرتے ہوئے دس فٹ کا فاصلہ طے کرنے میں اسے کافی وقت لگا ...
پھر جس وقت اس کے ہاتھوں نے ہینڈلوں کو چھوا وہ پسینے میں بری طرح
شرابور تھا ... اس کی ہمت اس وقت تقریباً جواب دے گئی تھی ... لیکن قوت
ارادی کے سہارے وہ اپنی پوری طاقت کو بازوؤں میں سمیٹ کر اچھلا اور
ہینڈلوں کو مضبوطی سے تھام لیا ... لیکن اس کوشش میں اس کے پاؤں دیوار

سے ہٹ گئے ... اب پوزیشن یہ تھی کہ وہ صرف ہاتھوں کے سہارے لٹکا ہوا
[...]شکل وہ انہیں دوبارہ دیوار پر جمانے میں کامیاب ہو سکا ... ایسے
[...] خیال آیا کہ وہ پروفیسر داؤد سے کہے گا کہ وہ اس کے لیے ایسے
[...]نے ایجاد کر کے دیں جن کی مدد سے دیوار پر بھی فرش کی طرح بھاگا
جا سکے ... لیکن وہ بعد کی بات تھی ... اس وقت تو سوال یہ تھا کہ جس
دروازے میں یہ ہینڈل لگے ہوئے تھے اسے کھولا کیسے جائے ... حالانکہ
[...]ال سامنے کی بات تھی کہ یہ نوبت تو آنی تھی ... ہینڈل اس طرف لگے
ہونے کا بظاہر تو یہی مطلب تھا کہ دروازے کو سرنگ کی طرف سے بھی کھولا
جا سکتا تھا ... پھر یہ بھی علم نہ تھا کہ دروازہ کھلنے کے بعد کن حالات کا سامنا
کرنا پڑ سکتا تھا ... نہ ہی وہ جانتا تھا کہ اس سرنگ کا اختتام کہاں ہوا ہے ...
اس نے ہینڈلوں کو اپنی طرف کھینچ کر دیکھا ... دائیں بائیں گھمانے کی
کوشش کی ... ان پر انگوٹھوں سے دباؤ ڈالا لیکن کچھ بھی نہ ہوا ... دروازے
کھلنا تو ایک طرف ... ذرا سی جھری بھی نمودار نہ ہوئی ... اسی وقت ایک
شعلہ سا اس کے دماغ میں لپکا ... کیا پتا یہ دروازہ نیچے کی یا دائیں بائیں کی
سمت میں نہ کھلتا ہو بلکہ نیچے سے اوپر کی سمت اٹھتا ہو جیسے ہوائی جہاز کے
دروازے کھلتے ہیں ... اس کا مطلب یہ کہ اب اسے دروازے کو اوپر کی
سمت اٹھانا تھا اور یہ بھی صرف اس کا خیال تھا ... عین ممکن تھا کہ ایسے کسی
میکنزم کا وجود ہی نہ ہوتا ... لیکن یہ اسی صورت میں ممکن ہوتا اگر وہ
دروازے کے اوپر جا کر اسے اوپر کی سمت میں اٹھانے کے لیے ہینڈلوں

کے ساتھ زور آزمائی کرتا ... اس نے غور سے دیکھا تو چھت کے ساتھ اسے
تقریباً تین انچ چوڑا خلا نظر آیا ... اس کی گہرائی کا اندازہ لگانا بہر حال مشکل
تھا ... اس خلا کی موجودگی فاروق کے اس خیال کو تقویت کرتی تھی کہ دروازہ
اوپر کو اٹھ کر اس جھری میں اپنی جگہ بنا لیتا ہوگا ... اب فاروق کسی جمناسٹ
کی طرح مزید اوپر اٹھا ... یہاں تک کہ اس کی کمر چھت سے جا لگی اور
دونوں ٹانگیں دروازے کے مخالف سمت کی دیوار پر ... اس نے اپنے جسم کو
اکڑا کر پنڈلوں پر اپنی ہتھیلیوں کی گرفت مضبوط کر دی ... لیکن ابھی ایک اور
مسئلے سے نبٹنا باقی تھا ... اگر اس کی یہ کوشش کامیاب ہو جاتی اور دروازہ
اوپر اٹھ کر جھری میں داخل ہو جاتا تو دروازے کے دوسری طرف موجود
افراد اس کو دیکھ لیتے اور اس کو فوراً ہی پکڑ لیا جاتا ... اس نے فیصلہ کیا کہ
وہ دروازے کو پورا نہیں اٹھنے دے گا ... بس ایک چھوٹی سی جھری پیدا کرے
گا ... بس اتنی کہ وہ خود اس میں سے گزر سکے ... اور پھر کچھ دیر انتظار
کرے گا کہ اگر کوئی دوسری طرف موجود بھی ہو تو فوری طور پر اسے دیکھ نہ
سکے ... اس کے بعد جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا ... اب اس نے پنڈلوں کی
مدد سے دروازے کو اوپر کھینچنے کی جدوجہد شروع کر دی ... آخر چند ہی سیکنڈ
کی کوشش کے بعد یک لخت دروازے نے جگہ چھوڑ دی ... فاروق کو ایک
جھٹکا لگا اور اس کے قدم اکھڑ گئے ... قریب تھا کہ وہ منہ اور پیٹ کے بل
دس فٹ گہرائی میں جا گرتا کہ وہ خود کو سنبھال لینے میں کامیاب ہوگیا ... اور
اس کے جوتے دیوار سے ٹک گئے تھے ... تین سے چار انچ کی جھری بغیر

کوئی آواز پیدا کیے نمودار ہوگئی تھی ... اسی وقت ایک بلند و بانگ قہقہے کی
آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی ... وہ دم بخود رہ گیا ... پھر کسی نے کہا:
"موتی چور کے لڈو تو بنتے ہیں نا ... اب کیا وہ بھی نہیں کھلائیں گے۔"
"ساری محنت راجندر کشن نے کی ... مٹھائی کھلائیں گے تو اس کو ...
تمہیں کا ہے کھلائیں بھائی سری رام ..."
"فائل تو ہم ہی لائیں ہیں نا اروڑہ صاحب ... ادھر ہم چھاگلہ کی کوٹھی
کے راستے سرنگ میں داخل ہوئے ... ادھر وہ کم بخت انسپکٹر جمشید بھی راجندر
کی طرف سے کود پڑا ... بال بال بچے ہم ... ورنہ وہ ادھر ہی فائل ہم سے
لے اڑتا ... جیل میں بھی سڑتے اور فائل بھی جاتی ..."
"کیا کہا ... انسپکٹر جمشید ... سرنگ میں ..." بوکھلائی ہوئی سی آواز آئی
... یہ آواز اسی کی تھی جس کا سری رام نے اروڑہ کہہ کر نام لیا تھا ...
"ہاں ہاں وہی ... بڑا ہی کورا انسپکٹر ہے ... خوب چکمہ دیئے اسے ہم
... مورکھ ہی نکلا کم بخت ... نام تو بڑا سنے تھے ہم اس کا ... بچوں کو لیے
گھومتا رہتا ہے ... ایسے تھوڑی نا ... کام ہوتا ہے جاسوسی والا ..."
"یہ مت کہو سری رام ... اب اگر وہ سرنگ میں پہنچ جائے گا تو یہاں
بھی پہنچ جائے گا ... سرنگ بند کرنا پڑے گی اب ..."
"ارے آنے دیجیے اس تیس مار خان کو ... یہاں اس کا قانون تھوڑا
ہی چلنے والا ہے ... یہ ہمارا دیش ہے ... ہمارا راج چلے ہے یہاں ... پکڑ
کے جیل میں سڑا دیں گے یا یہ گولی مار کر کہہ دیں گے کہ چھپ کر بارڈر پار

اٹھا اور بس ... ہوئی چھٹی ...“

”کہتے تو تم ٹھیک ہی ہو ... ہاں ... یہ سرنگ کی کیا پوزیشن ہے ...“

”ارے اروڑہ صاحب ... اسی لیے تو فائل لانے میں دیری ہوگئی کہ سرنگ کی چھت ایک جگہ سے بیٹھ گئی تھی ... اور وہ بھی بارڈر کے دوسری طرف ... مرمت کرنا بھی مشکل اور ملبہ صاف کرنا بھی ... بھگوان کی کرپا سے اتنا راستہ تو کھول دیے ہیں ہم کہ آج یہ فائل لانے میں کامیاب ہوگئے ورنہ کبھی کا پہنچا دیے ہوتے ...“

”چلو اچھا ہے ... کام بن گیا ... لیکن سرنگ کو بند کر دینا ہی بہتر ہوگا ... آؤ میرے ساتھ ... صوبیدار شنکر سے کہہ کر ابھی اس سرنگ میں مٹی بھر دیتے ہیں ... یہ کام جتنی جلدی ہو جائے بہتر ہے ...“ ان الفاظ کے ساتھ ہی کرسیاں گھسٹنے کی آواز آئی

”ارے سرکار ... یہ فائل تو اٹھا لیجیے ...“

”رہنے دو یہیں ... ابھی واپس آجائیں گے دو ہی منٹ میں ...“

”کمرے کو تالا تو مار جاتے بڑے صاب ...“

”ارے آؤ نا سری رام ... تمہاری سری بھی پائے میں ہی ...“ آوازیں دور ہوتی چلی گئیں ... اس دوران فاروق کے ہوش اڑ چکے تھے ... تو گویا وہ فائل ہاتھ سے نکل چکی تھی ... اور اب اسے یہاں سے اڑا کر واپس لے جانا تھا ... اور وہ بھی دشمن کے علاقے سے ... اس وقت تک یہ بات صاف ہو چکی تھی کہ وہ دشمن کے علاقے میں تھا ... اس کے پاس دو منٹ سے بھی کم

کا وقت تھا ... اسے اندر داخل ہونا تھا ... فائل اٹھانی تھی جو کہ شاید کمرے میں ہی موجود تھی ... اور واپس سرنگ میں داخل ہو کر دروازے کو پہلے جیسی حالت میں لانا تھا ... اس وقت نہ جانے اس میں اچانک اتنی ہمت اور طاقت کہاں سے آگئی تھی کہ ایک ہی جھٹکے میں اس نے دروازے کو پورا ہی اوپر اٹھا دیا ... پھر ہینڈل تھام کر ایک ہی چھلانگ میں کمرے میں آ گرا ... اس نے دیکھا ... وہ انتارجہ کی سرحد کے اندر تھا ... سامنے ہی انتارجہ کا پرچم لہرا رہا تھا اور ایک پرچم اس میبل پر بھی سجا ہوا تھا جو غالباً اروڑہ کی تھی ... قدم آگے بڑھاتے ہی اس کی سٹی گم ہوگئی ... سامنے ہی فرش پر اردلی ٹائپ کا ایک آدمی دیوار کی طرف کروٹ لیے بے خبر سو رہا تھا ... فاروق کے قدم جم کر رہ گئے اور خوف کی ایک سرد لہر کی ہڈی سے گزرتی چلی گئی ... اس وقت وہ واقعی موت کے جبڑوں میں تھا ... اور موت بھی گمنام ... وہ چند لمحے سوئے ہوئے اردلی کو دیکھتا رہا ... لیکن وہ تو شاید کئی راتوں کا جاگا ہوا تھا ... اس لیے انتہائی گہری نیند میں تھا ... اب فاروق نے فائل کی تلاش میں ٹیبل پر نظریں دوڑائیں اور چکرا کر رہ گیا ... وہاں ایک دو نہیں، آٹھ یا دس فائلیں موجود تھیں ... اس نے ادھر ادھر دیکھا لیکن ان فائلوں کے علاوہ کوئی اور فائل وہاں موجود نہیں تھی ... اروڑہ اور شری رام کی باتوں سے وہ اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ فائل میز پر ہی رکھی ہونی چاہیے تھی ... اور یہ بھی ہوسکتا تھا کہ ان آٹھ دس فائلوں میں سے اوپر والی فائل ہی مطلوبہ فائل ہو ... لیکن فاروق کے پاس غلطی کی گنجائش نہیں تھی ... اور نہ

وقت تھا زیادہ سوچ بچار کرنے کا ... لہٰذا وہ آگے بڑھا ... میز پر رکھی ساری
فائلیں اٹھائیں اور جس تیزی سے آیا تھا اسی تیزی سے واپس سرنگ کے
دروازے پر آ گیا ... فائلوں کا بنڈل اس نے اوپر سے نیچے پھینک دیا
تھا ... اب دروازہ بند کرنے کا مرحلہ درپیش تھا ... اس نے ہوا میں جھول کر
ہینڈل پر ہاتھ ڈالا اور اس پر لٹک گیا ... پھر اسے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی
کیونکہ اس کے وزن سے دروازہ خود بخود نیچے ہونے لگا تھا ... لیکن ابھی بند
ہونے میں ایک فٹ کی گنجائش باقی تھی کہ اروڑہ کی بوکھلائی ہوئی آواز اس
کے کانوں سے ٹکرائی: "ارے فائلیں کہاں گئیں ... میرے کمرے میں کون
آیا تھا نور سنگھ ..." مخاطب شاید سویا ہوا شخص تھا۔

"ارے سرکار ... سس ... سس۔" شری رام کی آواز آئی۔

"سس سس کے لیے لیٹرین جاؤ شری رام ... میں فائل کا پوچھ رہا
ہوں اور تم سس سس کیے جا رہے ہو ..." اروڑہ جھلا کر بولا۔

"نہیں سرکار ... وہ ... وہ ... دیکھیے ... سس ... سرنگ کا دروازہ ..."

یہی وہ وقت تھا جب فاروق نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... دروازے کے
ہینڈل سے ہاتھ ہٹا کر دس فٹ کی اونچائی سے چھلانگ لگا دی ... اور نیچے
پڑے فائلوں کے ڈھیر پر جا پڑا ... اس کے باوجود اس کا جوڑ جوڑ بل کر رہ
گیا تھا ... چوٹ کمر میں بھی لگی اور دائیں ٹانگ میں بھی ... لیکن درد کی پروا
کیے بغیر وہ اٹھا ... فائلوں کا بنڈل بغل میں دبایا اور جتنی تیزی سے دوڑ سکتا
تھا ... دوڑ پڑا ... آخری آواز جو اس نے سنی ... وہ یہ تھی: "وہ جا رہا ہے

پکڑو اسے ..." پھر سیٹی کی تیز آواز بھی گونجی تھی ... اروڑہ نے مدد طلب کر
لی تھی ... اس ہڑبونگ میں ٹارچ بھی کہیں گر گئی تھی ... لیکن وہ اندھیرے میں
بھی آگے بڑھتا رہا ... درد کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی ... شاید دائیں
پاؤں کے ٹخنے نے جگہ چھوڑ دی تھی ... اب اسے سرنگ میں اپنے علاوہ
دوسروں کے قدموں کی دھمک بھی سنائی دے رہی تھی ... اس کا تعاقب
شروع ہو چکا تھا لیکن تعاقب کرنے والے ابھی کافی دور تھے ورنہ ان کی
سرچ لائٹوں یا ٹارچ کی روشنیاں سرنگ کی تاریکی کو نگلنا شروع کر چکی
ہوتیں ... پھر جیسے ہی اس نے لوہے کا ستون پار کیا ... ٹارچ کی روشنی کے
دائرے اس سے کچھ ہی فاصلے پر سرنگ میں چکرانے لگے اور دوڑتے
قدموں کی دھمک بھی کچھ نزدیک آ گئی ... اچانک اس کے بائیں پاؤں کے
نیچے کوئی بڑا سا پتھر آ گیا ... وہ بری طرح لڑکھڑایا ... پاؤں میں زبردست
سوج آ گئی تھی ... اس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ دوڑنے کے قابل نہ رہا تھا
... اس نے اب دوڑنے کی جگہ پیر گھسیٹ کر چلنا شروع کر دیا ... اسی وقت
اسے اپنے سامنے ہلکی سی روشنی نظر آئی ... پھر اسے اسی روشنی میں اسے دو
سائے اپنی جانب آتے دکھائی دیے ... عین اسی وقت سرنگ میں فائر کی
آواز گونجی ... اور اسے لگا کہ اس کے بازو میں کسی نے بارود بھر کر آگ لگا
دی ہو ... وہ کراہ کر گرا ... اسی وقت کسی کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی
... لیکن پھر اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا ...

☆☆☆

راجندر کشن

اس بار گڑھے میں اتر رہے تھے فرزانہ اور انسپکٹر جمشید... اترنے سے
پہلے انسپکٹر جمشید نے خان رحمان سے ان کا ریوالور بھی مانگ لیا تھا... اور
اب ان کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے... قدم ٹکتے ہی انسپکٹر جمشید نے
دوڑ لگا دی... فرزانہ بھی اس قدر تیز دوڑی کہ کیا کبھی دوڑی ہوگی اور دوڑنا
بھی ایسا کہ قدموں کی آواز نہ پیدا ہونے پائے... آواز وہ دے نہیں سکتے
تھے کہ فاروق کے ساتھ ساتھ نادیدہ دشمن بھی چوکنے ہو جاتے... اور ایسا
ہونے کی صورت میں فاروق کے لیے خطرات بڑھ بھی سکتے تھے... سرنگ
میں گھپ اندھیرا تھا... بس لے دے کر انسپکٹر جمشید کی پنسل ٹارچ کا ہی
سہارا تھا جس کی باریک سی لکیر ان کے لیے مشعل راہ ثابت ہو رہی تھی...
آخر مزید پانچ منٹ اسی رفتار سے دوڑتے رہنے کے بعد انہیں اس نیم
تاریک ماحول میں سامنے سے ایک ہیولا سا نظر آیا... انسپکٹر جمشید اور فرزانہ
کے اٹھتے قدم رک گئے... ہیولا آہستگی سے ان کی جانب بڑھا آ رہا تھا...
جیسے اسے آگے بڑھنے کے لیے بہت زور لگانا پڑ رہا ہو... اسی وقت دوڑتے
قدموں کی آوازیں سرنگ میں گونجنے لگیں... پھر اچانک ایک فائر ہوا... فائر
کے ساتھ ہی ہیولا زمین پر گر پڑا... ساتھ ہی کراہنے کی آواز فرزانہ کے
کانوں سے ٹکرائی... ایک بے اختیار چیخ اس کے حلق سے آزاد ہوئی:
'' فاروق... ابا جان یہ فاروق ہے... اسے گولی لگی ہے شاید...''
دوڑتے قدموں کی آوازیں نزدیک آتی جا رہی تھیں... اسی لمحے انسپکٹر
جمشید کے دونوں ہاتھوں میں موجود ریوالوروں نے بیک وقت شعلے اگلے...
دوڑتے قدموں کی آوازیں یک لخت تھم گئیں... لیکن انسپکٹر جمشید نے اسی پر
بس نہیں کی بلکہ پے در پے فائر کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے... فاروق
کے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور آگے
بڑھتے چلے گئے... اگر سرنگ میں روشنی ہوتی تو یہ دیکھا جا سکتا تھا کہ اس
وقت ان کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا... اس خون آشام بھیڑیے کی
طرح جو اپنے بچے پر حملہ کرنے والے لگڑبھگوں کا جہنم تک پیچھا کرنے کا
تہیہ کر چکا ہو... وہ انتہائی تیز دوڑ رہے تھے... اور مسلسل فائرنگ کر رہے
تھے... پھر ایک چیخ ابھری... انسپکٹر جمشید کی ریوالور سے اگلنے والا شعلہ کسی
دشمن کو چاٹ گیا تھا... وہ صرف دوڑتے قدموں کی آوازوں کے سہارے
نشانہ لگا رہے تھے... اسی وقت ایک اور دشمن الٹ کر گرا... پھر تیسرا... اور
بالآخر چوتھا یعنی آخری... اس کے بعد سرنگ میں سناٹا چھا گیا...

اسی وقت انہیں اپنے پیچھے بھی آوازیں سنائی دیں... پھر خان رحمان کی
آواز سنائی دی: '' جمشید... جمشید... کہاں ہو... ہم آ رہے ہیں... ہمارے
ساتھ فوجی جوان بھی ہیں...''

پھر دیکھتے ہی دیکھتے خان رحمان، میجر جنرل نسیم اور کئی فوجی جوان ان

کی طرف آتے نظر آئے۔ فوجی پوری طرح مسلح تھے... اور ان کے پاس سرچ لائٹیں بھی تھیں جن کی روشنی سے وہ چاروں زخمی دشمنوں کو کچھ فاصلے پر گرے دیکھ سکتے تھے... فوجی جوان زخمیوں کی طرف بڑھے اور انہیں گرفتار کرلیا... انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی میجر جنرل نسیم کو سارے معاملے سے آگاہ کیا... پھر وہ واپس فاروق کی طرف دوڑے... اپنے والد کو دیکھ کر وہ مسکرایا... پھر اس کے منہ سے نکلا: "میں فائل واپس لے آیا ہوں... ایک نہیں پوری دس... اب دیکھنا یہ ہوگا کہ معاذ انکل والی فائل کون سی ہے۔"

"شاباش فاروق... تم نے یہ معرکہ اکیلے ہی سر کرلیا..."

"لیکن آپ لوگوں کے آنے میں چند لمحوں کی بھی دیر ہو جاتی تو وہ مجھ سے فائلیں چھین کر لے جاتے اور شاید مجھے بھی..."

باتوں کے دوران وہ اس کے زخموں کا معائنہ بھی کرتے جا رہے تھے:

"اللہ کا شکر ہے کہ گولی ہڈی تک نہیں پہنچ سکی... زخم بے حد گہرا ہے لیکن خطرناک نہیں ہے... البتہ فوراً مرہم پٹی کروانے کی ضرورت ہے..."

"لیکن دائیں ٹخنے کی ہڈی اتر گئی ہے موصوف کی..." فرزانہ بولی۔

"وہ تو میں خود ہی بٹھا لوں گا..." یہ کہہ کر انہوں نے سہارا دے کر فاروق کو اٹھایا اور پھر اپنے کندھے پر ڈال لیا... فرزانہ نے فائلوں کا بنڈل سنبھال لیا تھا۔

پھر ان کی واپسی کا سفر شروع ہوا... راستے میں فرزانہ نے کہا:

"ابھی ہمیں فاروق کے ساتھ ساتھ آپ کی کہانی بھی سننی ہے... جب

[illegible] تو آپ کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور چہرے اور ہاتھوں پر [illegible]شیں تھیں..."

"تفصیل سے بتاؤں گا... اس وقت اتنا جان لو کہ نواب چانگی کا اصل نام راجندر کشن ہے... اور اب یہ بات تو بالکل ہی صاف ہے کہ وہی چانگی کا باس بھی ہے... یہاں نام بدل کر رہتا تھا... بالکل اسی طرح جیسے پڑوسی ملک میں ہمارے جاسوس وہاں کے مقامی نام رکھ کر خود کو شک سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"کسی راجندر کشن کا ذکر تو میں نے کسی اروڑہ کی زبانی بھی سنا تھا۔"

"ٹھیک کہا تم نے... یہی نام ہے اس کا... سرنگ کا وہ حصہ جو چھاگل کی کوٹھی میں جاتا ہے، اس کا اختتام ایک بڑے ہال میں ہوتا ہے... اس ہال کی تلاشی کے دوران مجھے ان لوگوں کی اصلیت کا علم ہوا تھا... وہاں سے نہ صرف وہ موٹر پمپ بھی برآمد ہوا جس کے ذریعے پانی بھر کر ہمیں ڈبونے کی کوشش کی گئی تھی... بلکہ کچھ ایسے کاغذات بھی سامنے آئے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ ہمارے دو اہم حاضر سروس فوجی جنرل اور ایک سیاسی جماعت کا لیڈر بھی شارجستان کے اشاروں پر کام کرتے ہیں۔"

"اوہ... حیرت ہے..." فاروق نے مایوسی کے انداز میں سر ہلایا۔

"لیکن اب ہم نواب چانگی عرف راجندر کشن کو کیسے پکڑیں گے... وہ تو کہیں کا کہیں پہنچ گیا ہوگا۔" فرزانہ نے فکرمندانہ لہجے میں پوچھا۔

فاروق کو پیدل چلنے میں کافی دشواری کا سامنا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح

وہ یہ طویل فاصلہ طے کر کے واپس پہنچ ہی گئے ... اب سوال دس فٹ گہرے اس گڑھے سے باہر نکلنے کا تھا ... لیکن وہاں پہنچ کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ... فوجیوں نے اپنے اترنے کیلئے رسی کی سیڑھی لٹکا رکھی تھی ... اوپر پہنچ کر انہوں نے دیکھا ... سینکڑوں کی تعداد میں رینجرز اور فوج کے جوانوں نے دونوں کوٹھیوں کو گھیر رکھا تھا ... چھاگل والی کوٹھی اور سرنگ میں سے کل ملا کر اٹھارہ لوگ پکڑے گئے تھے ... لیکن ریحانہ اور عظمیٰ کا ابھی تک کچھ پتا نہ تھا ... سرنگ کا ایک بار پھر جائزہ لیا گیا ... لیکن وہاں کوئی ایسی جگہ نہ مل سکی نہ ان دونوں کو چھپایا جا سکتا تھا ...

اچانک فرزانہ کو کچھ خیال آیا ... وہ انہیں اوپر چھت پر لے آئی ... جس قسم کا خفیہ راستہ چھاگل کی کوٹھی پر تھا بالکل ایسا ہی نواب چاگی کی چھت پر مل گیا ... سیڑھیاں ظاہر ہوتے ہی وہ نیچے اترتے چلے گئے ... وہاں بھی دیا ہی حال تھا جیسا چھاگل کی کوٹھی کے نیچے تھا اور ریحانہ اور عظمیٰ وہاں موجود تھیں ... وہ بری طرح نڈھال تھیں اور اپنی زندگی سے مایوس ہو چکی تھیں ... انہیں دیکھ کر ان کی آنکھوں میں زندگی کی چمک آگئی۔

"اللہ کا شکر ہے ... آپ آئے تو۔" ریحانہ نے نڈھال آواز میں کہا۔

"ہاں ہمیں بہت افسوس ہے ... ہمیں بہت دیر لگ گئی۔"

انہیں اوپر لایا گیا، کھلایا پلایا گیا... تب کہیں جا کر ان دونوں کی جان میں جان آئی۔

پھر معاذ کو بلایا گیا ... وہ اس دوران پیش آنے والے واقعات سے

پوری طرح واقف نہیں تھا ... البتہ فوجیوں کی نقل و حرکت دیکھ کر حیران ضرور ہوتا رہا تھا۔ انسپکٹر جمشید نے فائلیں اس کے سامنے رکھ دیں: "ہاں بھئی معاذ صاحب ... اب آپ اپنی فائل ان فائلوں میں سے تلاش کر لیں۔"

"یہ اتنی ساری فائلیں کہاں سے لے آئے آپ ..."

"لمبی کہانی ہے ... بس اتنا جان لیں کہ آپ کی فائل شارجستان کا ایک اور چکر لگا آئی ہے ... تفصیل ہم آپ کو پھر بتائیں گے ... فی الحال آپ دیکھ لیں کہ ان میں وہ فائل ہے ... ہے بھی یا نہیں ..."

معاذ فائلوں پر جھک گیا ... ان کے دل دھک دھک کرنے لگے ... محمود، فاروق، فرزانہ کا ذہن اس طرف تو گیا ہی نہیں تھا ... کیونکہ یہ تو فاروق کا صرف ایک اندازہ تھا کہ وہ فائل انہی فائلوں کے ساتھ رکھی ہوگی اور یہی سوچ کر وہ فائلوں کا پورا پلندہ ہی اٹھا لے آیا تھا ...

معاذ ایک ایک کر کے فائلیں دیکھتا جا رہا تھا ... اور جو فائل دیکھ لیتا اسے اٹھا کر ایک طرف دیکھ دیتا ... اب تک چھ فائلیں دیکھی جا چکی تھی ...

پھر جوں ہی اس نے ساتویں فائل کھولی ... اس کی آنکھیں چمک اٹھیں:

"یہ رہی، یہی ہے وہ فائل۔" اس کے منہ سے پرجوش لہجے میں نکلا۔

"اللہ کا شکر ہے ..." وہ سب ایک ساتھ بول اٹھے۔

معاذ نے وہ فائل انسپکٹر جمشید کے حوالے کر دی اور انہوں نے اسے دیکھے بغیر ہی چمڑے کے ایک بیگ میں رکھ لیا۔

"آپ نے تو اسے کھول کر بھی نہیں دیکھا۔" معاذ حیرت زدہ رہ گیا۔

"میں اس کو دیکھنے کا مجاز نہیں ہوں..."

"لیکن آپ انسپکٹر جمشید ہیں... آپ سے کون پوچھ سکتا ہے۔"

"میں تو اپنے آپ سے پوچھ سکتا ہوں نا..." وہ مسکرائے۔

معاذ حیران ہو کر ان کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے کہا:

"لیکن مجھے اختیار ہے کہ میں آپ کو بتا دوں کہ اس میں کیا ہے... یوں سمجھیں کہ میں اسے ضروری سمجھتا ہوں۔"

"جیسے آپ کی مرضی..." انسپکٹر جمشید سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"تو پھر سنیے... دراصل اس فائل میں ایسے لوگوں کے بارے میں معلومات ہیں... جنہیں ہمارے ملک سے دشمن ملک میں جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا لیکن وہاں جا کر وہ دشمن کے ہاتھوں میں بک گئے ہیں اور جو معلومات ان کے ذریعے ہمیں ملتی ہیں... وہ الٹا ملک کیلئے ہلاکت خیز ہوتی ہیں... ہم بہت عرصے سے یہ بات محسوس کر رہے تھے کہ اس معاملے میں اُس طرف گڑبڑ ہے سو مجھے اس کام پر لگایا گیا... میں نے اس فائل کا سراغ لگایا اور اسے اڑا لیا... اب ہمارا محکمہ ان لوگوں سے کوئی کام نہیں لے گا جن کے نام اس فائل میں ہیں... ورنہ یہ لوگ جھوٹی معلومات انتہائی حد تک خوفناک ثابت ہو سکتی تھیں... بس مجھے یہی کہنا تھا۔"

"آپ نے جان جوکھوں میں ڈال کر یہ کام کیا ہے..."

اسی وقت محمود بولا: "ایک کام ابھی باقی ہے..."

"کیسا کام...؟"

"انکل... مم... میرا مطلب ہے راجندر کشن عرف نواب چانگی غائب ہے... اسے بھی تو پکڑنا ہے۔" محمود نے کہا۔

"ویسے ابا جان... اگر وہ شارجستان کے لیے کام کر رہے تھے تو انہوں نے آپ کو دوست کیوں بنایا... ایسے لوگ تو انٹیلیجنس افسران سے دور دور ہی رہتے ہیں..." فاروق نے سوال کیا۔

"دو باتیں ہو سکتی ہیں... اس کا خیال ہوگا کہ مجھ سے دوستی کی صورت میں وہ خفیہ اداروں کے شک کی زد میں نہیں آئے گا... یعنی جب کسی کو پتا چلے گا کہ نواب چانگی انسپکٹر جمشید کا دوست ہے تو وہ یہ سوچ کر اس کو شک سے بری کر دیں گے کہ اگر یہ غیر ملکی جاسوس ہوتا تو انسپکٹر جمشید کا دوست کیونکر ہوتا۔"

"اور دوسری بات..."

"دوسری بات یہ کہ وقت کے ساتھ ساتھ دوستی بڑھا کر وہ میرے دفتر آنا شروع کر دیتا اور اس بہانے اہم ریکارڈ یا فائلوں پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرتا..."

"ہوں، اب بات سمجھ میں آئی۔" فرزانہ سوچنے والے انداز میں بولی۔

"لیکن نواب چانگی ہے کہاں آخر..." معاذ نے پوچھا۔

"یہیں کہیں... کسی خفیہ کمرے میں چھپا بیٹھا ہوگا..."

"اور گھر کے دوسرے لوگ...؟؟"

"وہ بھی اسی کے ساتھ ہوں گے... بابر اکرام کے ماتحت اور خفیہ

فورس والے بھی نگرانی کر رہے تھے ... ان کا کہنا ہے کہ دونوں گھروں سے کوئی باہر نہیں نکلا۔

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہاں کوئی دوسری سرنگ بھی ہو جس کے ذریعے وہ شارجستان فرار ہوگیا ہو ..."

"ہاں ... اس کا امکان تھا ... لیکن اگر ایسا ہوتا تو فائل کبھی کی شارجستان روانہ کر دی جاتی ... وہ تو اس لیے دیر ہوئی کہ ایک مقام سے سرنگ بیٹھ گئی تھی ... میرا مطلب ہے کہ اگر کوئی اور سرنگ ہوتی تو اس سرنگ کے بند ہونے کی صورت میں فائل اس دوسری سرنگ سے پہنچائی جا چکی ہوتی۔"

"لیکن یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ فرار ہونے کیلئے جو سرنگ بنائی گئی ہو ... وہ اسی قصبے یا قریبی جنگل میں کہیں جا نکلتی ہو ..."

"ہاں ... عین ممکن ہے کہ ایسا ہو ... خیر ... ہم اس امکان کو بھی نظر میں رکھیں گے ... آؤ اب چلیں ... معاذ صاحب کو ان کے محکمے کے دفتر پہنچانا ہوگا ... اور یہ کام میں خود ہی کروں گا ..."

"ایسی صورت میں تو نواب چانگی کہیں سے کہیں نکل جائے گا ..."

"جو بھی ہو ... لیکن زیادہ ضروری یہ ہے کہ فائل کو صحیح ہاتھوں میں پہنچا دیا جائے ... چلیں معاذ صاحب ..."

"ایک منٹ انسپکٹر صاحب ... مجھے کچھ کہنے کا موقع دیں۔" معاذ کے چہرے پر پریشانی کے آثار ابھر آئے۔

"جی فرمایئے ..."

"میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ... کیا یہ فائل واقعی محفوظ ہاتھوں میں جا رہی ہے ... م ... میرا مطلب ہے کہ ... کہیں ... ارسلان غالب ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

انسپکٹر جمشید مسکرائے ... پھر بولے: "اس کا مطلب ہے ... آپ بھی اسی نتیجے پر پہنچ گئے جہاں میں پہنچا تھا ..."

"ج ... جی ہاں ... میں اس دوران میں یہی سوچتا رہا کہ اس وقت جب میں نے ریحانہ صاحبہ کے مکان میں پناہ لی تھی اور وہاں سے ارسلان غالب صاحب کو فون کر کے مدد طلب کی تھی ... تو وہاں مدد پہنچی کیوں نہیں تھی ... اس کے بجائے دشمن کے آدمی نقلی پولیس والے بن کر آ پہنچے ... سوال یہ ہے کہ نقلی پولیس کے بعد اصلی پولیس کیوں نہ آئی ..." معاذ یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگیا۔

کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا ... وہ سب ٹکر ٹکر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے ... کوئی کچھ نہ بولا ... آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"یہ خیال پہلے ہی سے میرے ذہن میں تھا ... لیکن پھر میں نے سوچا کہ ارسلان غالب نے آپ کو اس کی کوئی وجہ تو بتائی ہوگی ... اب آپ نے بھی اسی خطرے کی طرف اشارہ کیا جس کو میں محسوس کر رہا تھا ... یعنی ارسلان غالب بھی دشمن سے ملے ہوئے ہیں ... یہ پریشان کن ہے ... محکمے کے کتنے ہی راز اس کے ذریعے دشمن تک پہنچ رہے ہوں گے ..."

"یہ تو دیکھنا ہوگا کہ وہ اب تک کتنا نقصان پہنچا چکا ہے ... فی الحال تو

آپ کو انہی کے پاس جانا ہوگا ... اور یہ کہنا ہوگا کہ فائل نہیں مل سکی
کیونکہ یہ راز ابھی تک صرف ہم لوگ جانتے ہیں ... میجر جنرل نسیم کو علم نہیں
کہ فائل ہمیں مل چکی ہے ... کوئی پوچھے گا تو ہم کہہ دیں گے کہ یہ فائل ان
فائلوں میں نہیں تھی ... اس دوران سیکرٹ سروس والے ارسلان غالب کی
نگرانی کریں گے اور اس کے بعد اس پر مکمل ثبوت کے ساتھ ہاتھ ڈالا
جائے گا ...''

''اور فائل ... اس دوران اصل فائل کس کے پاس رہے گی۔''

''یہ فیصلہ آپ کا ہوگا ... ویسے اگر آپ چاہیں تو ہم اسے بخوشی اپنی
حفاظت میں رکھنے کو تیار ہیں ...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ اسے اپنے ہی پاس رکھیں ...''

''ٹھیک ہے ... آیئے ہم آپ کو ارسلان غالب تک پہنچانے کا انتظام کر
دیتے ہیں ...''

وہ باہر آئے ... خفیہ فورس کے انچارج سے فون پر رابطہ کیا اور اسے
پوری صورتحال سمجھا کر معاذ کو اس کے حوالے کر دیا ... معاذ وہاں سے روانہ
ہوا تو اس کی آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے ... وہ دور تک اسے ہاتھ
ہلاتے رہے۔

پھر وہ اندر آئے ... اب سوال راجندر کشن یا نواب چانگی کو تلاش کرنے
کا تھا ... آخر چار گھنٹے کی کوشش کے بعد وہ اسی سرنگ کے ایک خفیہ کمرے
سے نواب چانگی کو بیوی اور بچیوں سمیت تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

جس وقت دروازہ کھولا گیا ... وہ ہاتھ میں پستول تھامے بیٹھا تھا ... پستول کی
نال دروازے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اسی وقت ایک بچی نے ان کے
ساتھ موجود فوجیوں کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا ... میجر جنرل نسیم بھی ان کے
ساتھ تھے ... نواب چانگی نے دوسرا ہاتھ گھما کر بچی کے منہ پر تھپڑ جڑ دیا۔
وہ اور زور زور سے رونے لگی ... پھر وہ بچی سے سخت لہجے میں بولا:

''تم دھرتی کے ایک بہادر سپوت کی بیٹی ہو ... رونا بند کرو ...''

''آپ نے تو پستول نکال لیا ایسی بھی کیا دوستی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''بلکہ ایسی دوستی تو کبھی سنی نہ دیکھی۔'' فاروق کی آواز ابھری۔

''تم سب اس وقت میرے پستول کی زد میں ہو اور میں ایک بہترین
نشانے باز ہوں ... میں نے نشانہ بازی کے جتنے بھی مقابلوں میں حصہ لیا،
اوّل ہی آیا ہوں۔'' اب نواب چانگی کی آواز میں پھنکار تھی۔

''اور یہ مقابلے آپ نے کہاں جیتے ... شارجستان میں؟'' انسپکٹر جمشید
نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہاں! شارجستان میں ... اور یہ بھی سن لو ... تمہارا کھیل یہیں ... اسی
کمرے میں ختم ہو رہا ہے ... دشمنوں کے لیے موت کا کمرہ یہی ہے ... اور
یہ بھی سن لو بیوقوف انسپکٹر ... تم سے دوستی میں نے صرف اپنے ملک کے مفاد
میں کی تھی ... اور تم میرے جھانسے میں آگئے ... ویسے مجھ میں تم میں کوئی
خاص فرق نہیں ... تم اپنے ملک کیلئے جان دینے کو تیار رہتے ہو اور میں
اپنے ملک کے لیے ... جتنے محب وطن تم ہو ... اتنا ہی میں بھی ہوں ... میں

بھی اپنے وطن سے اتنا ہی پیار کرتا ہوں جتنا کہ تم اپنے وطن سے۔''

''اچھا ہوا آپ نے خود ہی اپنا تعارف کر دیا ... شری راجندر کشن۔''

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''راجندر کشن ... کیا مطلب ...؟'' میجر جنرل نسیم بری طرح چونکے۔

''پندرہ سال پہلے شارجستان میں ہمارے ایک جاسوس نے خبر دی تھی ... کہ ایک جاسوس راجندر کشن کو ہمارے ملک میں جاسوسی کے لیے بھیجا گیا ہے ... اس خبر پر اس کی تلاش شروع کی گئی لیکن کامیابی نہیں ہوئی... کیونکہ کسی نے یہ نہیں سوچا کہ وہ سرحد کے آس پاس ہی کہیں موجود ہے۔''

''لیکن ... کوئی ایک ہی جاسوس تو سرحد عبور کر کے ادھر نہیں آیا ... ایسے اور نہ جانے کتنے آئے ہوں گے ... تو آپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہی راجندر کشن ہے۔''

''پہلی بات تو یہ کہ فاروق نے اروڑہ کو کہتے سنا تھا کہ راجندر کشن نے فائل پہنچانے کے لیے ساری محنت کی ہے ... اور اس کے علاوہ سرنگ کے خفیہ کمروں سے ہمیں ایسے دستاویزی ثبوت ملے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نواب چانگی ہی راجندر کشن کا دوسرا روپ ہے۔''

عین اس لمحے ایک فائر ہوا ... انسپکٹر جمشید نے جیب میں ہاتھ ڈالے ہی ٹریگر دبا دیا تھا اور اب ان کی پتلون کی جیب میں سوراخ ہو گیا تھا جس میں سے دھواں نکل رہا تھا ... پستول نواب چانگی کے ہاتھ سے نکل گیا لیکن کوئی گھبراہٹ اس کے چہرے پر نظر نہ آئی بلکہ مسکراہٹ نظر آئی۔

ساتھ ہی اس نے کہا۔ ''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا انسپکٹر جمشید ... ہم جیسے لوگ ایسے حالات کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔''

''تو تم تسلیم کرتے ہو کہ راجندر کشن ہی ہو۔''

''ہوں یا نہیں ... تمہیں اس بات سے کوئی فائدہ یا نقصان نہیں پہنچ سکتا ... اس وقت کی صورت حال پر غور کرو۔''

''اچھا! تم کہتے ہو تو غور کر لیتے ہیں ... کہو، کیا کہنا چاہتے ہو!''

''بس صرف یہ کہ تمہارا کھیل ختم ... اور ہمارا باقی رہے گا ... ہم یہاں سرحد پر رہ کر اپنا کام کرتے رہیں گے ... ایک میرے منظر سے ہٹ جانے سے ہمارا کام نہیں رکے گا ... میں چاہوں تو اسی وقت تم لوگوں کو آسانی سے شکار کر لوں ...''

''شکار کر لوں ... کیا ہم جنگلی درندے ہیں۔'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

''ہمارے لیے تم لوگ جنگل کے درندوں سے بھی زیادہ ہولناک ہو ... وہ دیکھو اوپر۔''

اسی وقت انسپکٹر جمشید چلائے: ''باہر نکلو ... دوڑو ... جلدی کرو ...''

وہ سب تیزی سے پیچھے ہٹے اور کمرے سے باہر نکل آئے ... نکلنے سے پہلے فرزانہ کی نظر نواب چانگی کے چہرے پر پڑی ... چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی ... وہ منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا بھی رہا تھا ... پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں ... اس کی بیوی نے اپنی بچیوں کو سینے سے بھینچ رکھا تھا۔

اسی وقت ایک دھماکا ہوا... دھماکا خوب زوردار تھا ... وہ سب بری

طرح اچھلے تھے اور پھر گرتے چلے گئے ... نواب چانگی یا راجندر کشن نے ظاہر ہے پہلے سے انتظام کر رکھا تھا... پتا نہیں اس نے کس چیز کو حرکت دی تھی کہ کمرے میں موجود وہ بم پھٹ گیا تھا ... ان سب نے بیہوش ہونے میں دیر نہیں لگائی ... ہوش میں آئے تو سرحدی چوکی کے فوجی شفا خانے میں تھے اور اکرام اداس نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا اور مسکرا بھی رہا تھا ... پھر اس کے ہونٹ ہلے۔ ''اللہ کا شکر ہے ... آپ لوگ ہوش میں تو آئے۔''

''اور ... وہ ... وہ کہاں ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

''وہ ... کون وہ۔''

''یعنی نواب چانگی۔''

''اس کمرے سے نواب چانگی کے علاوہ ایک عورت اور دو بچوں کی لاشیں ملی ہیں...''

''اوہ ... بچیاں بے چاری بلاوجہ ہی لپیٹ میں آگئیں !!''

کمرے میں ایک بوجھل سی خاموشی چھا گئی ...

''ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ آپ لوگوں کو دو دن ہسپتال میں رہنا ہوگا۔''

پھر دو دن کے بعد وہ ضروری معاملات نمٹا کر دارالحکومت کی طرف روانہ ہوگئے ... راستے میں فاروق نے کہا: ''اور اس کیس میں اصل کردار ادا کیا ہے ...فرزانہ کے ...'' وہ کہتے کہتے رک گیا۔

''کیا ہوا ... رک کیوں گئے ... کہہ دو جو کہنا چاہتے ہو۔'' خان رحمان نے اسے گھورا۔

''اس کیس میں اصل کردار ادا کیا ہے ... فرزانہ کے کانوں نے۔''

''اوہ ارے ہاں ... واقعی اس بات کو تو ہم بھول ہی گئے تھے ... فرزانہ تمہیں مبارک ہو ... تمہارے کان واقعی دنیا کے عجیب ترین کان ہیں۔'' پروفیسر داؤد نے شوخ آواز میں کہا۔

''پروفیسر انکل ... آپ میرے کانوں کی تعریف کر رہے ہیں یا مذاق اڑا رہے ہیں...''

''ہائیں ... میں تو کچھ بھی نہیں اڑا رہا... مکھی بھی نہیں ...'' وہ بولے۔

''میرا خیال ہے کہ فاروق نے بھی اس کیس میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے ...'' خان رحمان بول اٹھے۔

''یہ کیا انکل ... آپ کھلم کھلا فاروق کی سائڈ لے رہے ہیں ...'' فرزانہ تلملا کر بولی۔

''نہیں ... کھلم کھلا تو نہیں ... گاڑی میں بیٹھ کر ... اور دیکھو ... چاروں طرف کے شیشے بھی بند ہیں ...'' خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

''اور میری تو داستاں ہی نہیں داستانوں میں۔'' محمود منہ بسور کر بولا۔

اور وہ سب ہنسنے لگے ... مسکرانے لگے ...

☆☆☆

آئندہ ناول کی ایک جھلک

قلعہ نما مکان

اشتیاق احمد

- وہ تفریح پر جائیں اور خان رحمان کی گاڑی کا ٹائر پنکچر نہ ہو...
- اور راستے میں طوفانی بارش نہ آئے... یہ بھی ممکن نہیں....
- لیکن اس بار فاروق پہلے ہی پنکچر اور طوفان کی پیشگوئی کر چکا تھا...
- پھر کیا فاروق کی پیشگوئی درست نکلی یا نہیں...
- جنگل کے بیچوں بیچ ایک پراسرار سرائے...
- سرائے کے مالک نے دروازہ کھولا اور مسکرایا...
- اس نے کہا... میں صدیوں سے آپ کا منتظر تھا...
- سرائے کا غریب مالک اپنی بیوی کو مہارانی کہا کرتا تھا... کیوں؟
- ایک قلعہ نما مکان جس کی کرسیاں سونے کی تھیں...
- انسپکٹر جمشید ایک نوفٹ لمبے آدمی کی گرفت میں بے بس...
- جب اکرام نے ایک بوڑھے آدمی کو عمارت کی چھت سے پھینک دیا
- محمود، فاروق، فرزانہ نے اکرام کا یہ روپ پہلی بار دیکھا...
- اس کے چہرے پر ایک عجیب سفاکانہ مسکراہٹ تھی...
- ایک عجیب کہانی جو تین شہروں میں پھیلی ہوئی تھی...
- انسپکٹر جمشید نصیر آباد پہنچے تو وہاں کیا ہو رہا تھا...
- مجرم اپنے چکر پہ چکر دیتے رہے اور وہ چکراتے رہے...
- وہ سرنگیں کیسی تھیں اور وہاں کیا کھیل کھیلا جا رہا تھا...
- قلعہ نما مکان اور سرائے کا آپس میں کیا تعلق تھا
- ایک چکرا دینے والا کیس...
- آپ کے محبوب کردار آپ کو بالکل بے بس نظر آئیں گے...
- کیا وہ مجرموں کو پکڑنے میں کامیاب ہو سکے یا پھر...
- مجرم انہیں چکمہ دے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے...
- آخر میں آپ بری طرح چونک اٹھیں گے... اچھل پڑیں گے

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
32578273, 34268800
0300-2472238
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
inspector-jamshed-series.com